علامہ سید سلیمان ندوی

کی

تحقیقاتِ الفاظ اردو

مرتبہ

ڈاکٹر سید حامد حسین

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

علامہ سید سلیمان ندوی

کی

تحقیقاتِ الفاظِ اردو

مرتبہ

ڈاکٹر سید حامد حسین

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار :

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر :

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں :

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۔ ۱۱۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۔ ۲۰۲۰۰۱

اشاعت : ۱۹۹۴ء
قیمت : چالیس ۴۰ روپے

پاکیزہ آفسیٹ، شاہ گنج، محمد پور روڈ، پٹنہ ۔ ۶ میں طبع ہوئی۔

علامہ سید سلیمان ندوی

کی

تحقیقاتِ الفاظِ اُردو

مرتبہ

ڈاکٹر سیّد حامد حسین

فہرست

۱	حرفے چند	
۲	تعارف مرتب	۴
۳	پیش لفظ	۵
۴	اشارات	۸
۵	فہرست الفاظ	۹
۶	تحقیقاتِ الفاظ	۱۳
۷	ضمیمہ (۱) : نوٹس	۱۰۰
۸	ضمیمہ (۲) : دوسری زبانوں سے آنے والے الفاظ	۱۱۶
۹	ضمیمہ (۳) : مقامات کے پرانے اور نئے نام	۱۱۷
۱۰	ضمیمہ (۴) : یورپین زبانوں میں عربی بحری الفاظ	۱۱۸
۱۱	کتابیات	۱۱۹

تعارفِ مرتب

نام : سید حامد حسین

پیدائش : جنوری ۱۹۳۵ء

تعلیم : ایم۔ اے (انگلش)، ایم۔ اے (معاشیات)، پی ایچ ڈی (انگلش)۔ روسی اور جرمن زبانوں میں ڈپلومے۔

تصانیف (اردو): اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات (۱۹۷۷ء)

اردو ترجمہ "اسرار خودی" (۱۹۷۸ء)

مشرقی علوم و السنہ پر تحقیق (۱۹۷۸ء)

اردو، ہندی دانشوروں کی نظر میں (۱۹۸۴ء)

نثر اور انداز نثر (۱۹۸۴ء)

تصانیف (انگریزی)۔ کولرج کی نظمیں۔ تشریح و تبصرہ (۱۹۶۵ء)

ای ایم فارسٹر کے خطوط (۱۹۷۹ء)

ہندستانی یونیورسٹیوں میں تحقیق کی ببلیوگرافی، ۴ جلدوں میں (۱۹۸۰—۸۱ء)

مشغلہ : صدر شعبۂ انگریزی۔ گورنمنٹ موتی لال پوسٹ گریجویٹ سائنس کالج، بھوپال۔

پتہ : ای ۲/۱۸۴۔ پروفیسرز کالونی، بھوپال۔ ۴۶۲۰۰۲۔

پیش لفظ

اردو زبان کو جن مصنفین نے علمی اعتبار بخشا ہے، ان میں سید سلیمان ندوی کا نام ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی دلچسپی کا خاص میدان اسلامی علوم اور تاریخی تحقیقات سے متعلق موضوعات ہیں۔ مگر ان کی تحریرات کے سرسری مطالعے سے ہی یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انھیں لسانی موضوعات، خاص طور پر الفاظ کے مطالعے سے گہرا شغف تھا۔ "عربوں کی جہاز رانی" میں انھوں نے اپنی تحقیق کا آغاز ہی عربی میں ہند، جہاز اور جہاز رانی سے متعلق قدیم الفاظ کی چھان بین سے کیا ہے۔ اسی طرح "عرب و ہند کے تعلقات" میں بھی انھوں نے ہندی اصل کے عربی الفاظ پر بحث کے ذریعے مفید نتائج تک رسائی حاصل کی ہے۔ یہاں تک کہ "سیرت النبی" میں بھی جابجا مختلف الفاظ کے معانی، ان کی اصل، ان کے اشتقاقات اور مترادفات پر مباحث دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چھٹی جلد میں "فحش گوئی" کے موضوع پر لکھتے ہوئے ایک جگہ سید صاحب یہ بھی بتاتے ہیں کہ لفظ "پاخانہ" کس طرح اولاً بطور استعارہ وجود میں آیا تھا۔

کسی بھی زبان کے مطالعے کا ایک اہم شعبہ الفاظ کے معانی کے ساتھ ساتھ خود الفاظ کی تشکیل و ارتقا کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ خواہش رکھنا کہ کوئی لفظ کہاں سے نکلا ہے اور اس کی شکل و معنی میں وقتاً فوقتاً کیا تبدیلیاں آئی ہیں ایک عام علمی تجسس کا حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ بیشتر قدیم و جدید لغتوں میں جہاں معانی سے بحث کی جاتی ہے، وہیں اس جانب بھی اشارہ کیا جاتا ہے کہ لفظ کا مخرج کیا ہے۔ دوسری زبان کی لغتوں میں ماخذ و مصدر کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ایک ضروری روایت بن گیا ہے۔ "آکسفرڈ انگلش ڈکشنری" کی طرح بعض ایسی لغتیں بھی تیار کی گئی ہیں جن میں الفاظ کی عہد بہ عہد تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اردو زبان کی لغتوں میں ابھی تک اس طرف صرف جزوی طور پر توجہ کی گئی ہے۔ بڑی بڑی لغتوں میں کہیں کہیں تو الفاظ کی اصل کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے لیکن اس کو ہر لفظ کی توضیح کے لیے لازمی اصول نہیں بنایا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ التزام رکھا جاتا ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ زیر بحث لفظ عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، انگریزی، پرتگالی

وغیرہ کس زبان سے آیا ہے۔ لفظ کے اصل ماخذ اور اس ماخذ کے لغوی معنی کی جانب کوئی رہبری نہیں کی جاتی۔ اس نوعیت سے الفاظ کی تحقیق کا جو کام ہوا ہے وہ اکثر اتفاقی نوعیت کا ہے اور محققین کے مقالوں اور رسالوں میں پھیلا ہوا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے الفاظ کے ماخذ و مخرج کے بارے میں مفید تحقیقات کی ہیں لیکن یہ اشارے بھی ان کے مختلف مضامین اور تصانیف میں بکھرے ہوئے ہیں چنانچہ سید صاحب نے اردو زبان میں مستعمل الفاظ کے مآخذ و مخارج پر مشتمل ایک Etymological Dictionary کے لیے ابتدائی نقوش فراہم کر کے اس زبان کی جو ایک اہم خدمت سر انجام دی ہے۔ اس کے اعتراف کی ایک شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ان منتشر توضیحات کو ایک لغت کی شکل میں مرتب کیا جائے اور اگلے صفحات پر چھ سو سے زیادہ ایسے ہی الفاظ حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کیے جا رہے ہیں۔

زیر نظر تالیف کو سید صاحب کی تحقیقات الفاظ کا نمائندہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میدان میں سید صاحب کی تحقیقات کے تین خاص پہلو ہیں:۔

(۱) الفاظ کی اصل، ان کے اصل معانی اور ان کے مشتقات و مرادفات۔
(۲) الفاظ کا تاریخی جائزہ اور
(۳) ناموں کے بارے میں تحقیق اور ان کی تاریخ۔

اس تالیف میں ان پہلوؤں سے تعلق رکھنے والی ایسی ساری توضیحات کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اردو قارئین کے لیے افادیت کی مالک ہیں۔ کیوں کہ سید صاحب نے اپنی تصانیف میں اردو کے علاوہ عربی زبان میں مستعمل الفاظ سے بھی بحث کی ہے اسلیے بعض ایسے اندراجات کو بھی شامل کر لیا گیا ہے جن سے عربی الفاظ سے متعلق سید صاحب کی تحقیقات کی بھی نمائندگی ہو سکے (مثال کے لیے ملاحظہ فرمائیے "سنہ" اور "قاموس") بعض مباحث کی طوالت کو کم کرنے کی غرض سے ایسی عربی عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں جن کا اردو ترجمہ موجود تھا۔ کہیں کہیں اصل تصانیف میں مثال کے طور پر دی گئی آیات قرآنی یا اشعار کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔ کچھ مقامات پر مباحث کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (مثلاً "حکمت" اور "وحی" سے متعلق اندراجات میں) لیکن زیادہ تر سید صاحب کی عبارت کو ہی برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نے اپنی رائے یا مزید معلومات کو اصل متن سے مخلوط نہیں ہونے دیا ہے اور اسے ضمیمہ ۱ کے تحت اپنے "نوٹس" میں پیش کیا ہے۔ اس غرض سے کہ یہ تالیف ایک مخارجی (Etymological) ڈکشنری کی شکل اختیار کر سکے۔ میں نے اپنے نوٹس میں جہاں جہاں ضروری ہوا ہے ان الفاظ کے ماخذ و مخارج کی جانب اشارہ کیا ہے جن کی تشریح کسی وجہ سے سید صاحب کے اندراج میں شامل نہیں ہو سکی ہے۔ اسی طرح اردو، ہندی یا انگریزی زبانوں کی لغتوں سے ان مباحث کے سلسلے میں کوئی اور معلومات

فراہم ہوئی ہیں تو انھیں بھی ضمیمہ ۱ کے نوٹس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ بعض الفاظ کے بارے میں سید صاحب کی تحقیقات پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے تفصیلی بحث کی تھی۔ ان کی بحث کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے ہوئے سید صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے مضمون کو "معارف" کے ستمبر ۱۹۲۶ء کے شمارے میں شائع بھی کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تصریحات کو اس لیے متعلقہ الفاظ کے ساتھ ہی حواشی میں درج کیا گیا ہے۔

سید صاحب کی جن تصانیف سے اندراجات اخذ کیے گئے ہیں، ان کے حوالے اندراجات کے ساتھ بریکٹ میں دیے گئے ہیں۔ مختصر عنوانات سے جو تصانیف مراد ہیں ان کی تفصیل "اشارات" کے زیر عنوان آگے دی جا رہی ہے۔ کہیں کہیں خود سید صاحب کے ذریعے دیئے گئے حوالے بھی اندراجات کے درمیان بریکٹوں کے اندر تحریر کیے گئے ہیں۔

سید حامد حسین

بھوپال، ۶؍ جنوری ۱۹۸۵ء

••

اشارات

اندراجات کے ساتھ بریکٹ میں سید صاحب کی تصانیف کے درج ذیل مختصر عنوانات کے ساتھ جہاں ضروری ہوا ہے وہاں جلد نمبر اور پھر صفحہ نمبر دیدیا گیا ہے۔

مثلاً (سیر ۶، ۲۷۳) سے مراد "سیرۃ النبی" کی جلد ۶ کا صفحہ نمبر ۲۷۳ ہے۔ جن تصانیف کیساتھ مطبع یا ناشر کا حوالہ درج نہیں کیا جا رہا ہے وہ سب مطبع معارف، اعظم گڑھ میں چھپی ہیں۔ آخر میں اس ایڈیشن کا سنہ درج ہے جس کے صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ارض ۱: "ارض القرآن"، جلد اول۔ طبع چہارم۔ ۱۹۵۵ء۔ ارض ۲: "ارض القرآن" جلد دوم۔ طبع چہارم۔ ۱۹۵۶ء۔ اقبال: "اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں"۔ مرتبہ۔ اختر راہی۔ بزم اقبال لاہور۔ ۱۹۷۸ء۔ تعلقات: "عرب و ہند کے تعلقات"۔ ۱۹۷۹ء۔ جہاز: "عربوں کی جہاز رانی"۔ ناشر اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن، بمبئی۔ بار دوم۔ (بلا تاریخ)۔ خیام: "خیام" طبع دوم عکسی۔ ۱۹۷۹ء۔ سیر ۳: "سیرت النبی"۔ جلد سوم۔ طبع چہارم۔ ۱۹۶۶ء۔ سیر ۴: "سیرت النبی"، جلد چہارم۔ طبع چہارم ۱۹۶۸ء۔ سیر ۵: "سیرت النبی" جلد پنجم۔ طبع پنجم ۱۹۶۴ء۔ سیر ۶ "سیرت النبی" جلد ششم۔ طبع چہارم۔ ۱۹۶۲ء۔ شبلی: "حیات شبلی" طبع ثانی۔ ۱۹۷۰ء۔ عائشہ: "سیرت عائشہ۔ طبع اول۔ لغات: "لغات جدید مع اضافہ جدید از مسعود عالم ندوی، طبع سوم۔ ۱۹۲۷ء مقالات ۱: "مقالات سلیمان" حصہ اول۔ مرتبہ سید صباح الدین عبد الرحمٰن۔ ۱۹۶۶ء۔ مقالات ۲ "مقالات سلیمان" حصہ دوم۔ مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی۔ ۱۹۶۸ء۔ مقالات ۳: "مقالات سلیمان" حصہ سوم۔ مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی۔ ۱۹۷۱ء۔ مکتوبات ۱: "مکتوبات سلیمانی" حصہ اول۔ مرتبہ عبد الماجد دریا آبادی۔ ناشر صدق جدید بک ایجنسی، لکھنو۔ ۱۹۶۳ء۔ نقوش: "نقوش سلیمانی"، طبع اول۔ ۱۹۳۹ء۔

فہرست الفاظ

الف
آتا ۱۳
آثار ,,
آخرت ,,
آس ,,
آگ ,,
آئین ,,
آنہ ,,
آہار ,,
آیت ۱۴
اثر ,,
اجلاس ,,
اچھا ,,
احاطہ ,,
احدی ,,
احسان ۱۵
احوال ,,
ادارہ ,,
ادبار ,,
ادھیلہ ۱۵
اردو ,,
ارم ۱۶
اساطیر ,,
اسباب ,,
استاذ ,,
استبداد ,,
استعداد ,,
استعمار ,,
استقامت ,,
استقلال ,,
استغفار ,,
اسلام ۱۷
اشتہا ,,
اشرفی ,,
اصطبل ۱۸
اصطرلاب ,,
اصل ,,
اصول ,,
اضحیٰ ۱۸
اطریفل ,,
اطلاق ,,
اعتراض ,,
اعظم گڑھ ,,
افطار ,,
افیون ۱۹
اقبال ,,
اقلیم ,,
اکسیر ,,
الائچی ,,
اللہ ,,
الہام ,,
امانت ,,
املاک ۲۰
امیر ,,
امیر البحر ,,
امیر الرحل ,,
انتظام ,,
انجیل ۲۰
انکسار ,,
اوج ,,
اودھ ,,
اوقیانوس ,,
اہتمام ۲۱
ب
بات ۲۱
بادل ,,
بار ,,
بارود ,,
بادشاہی ,,
باندی ,,
باورچی ,,
بُت ,,
بچار ,,
بحر ۲۲
بخار ,,
بدعت ,,
بدولت ۲۲
بربریت ,,
بربط ,,
بُرج ,,
برزخ ,,
برس ,,
برسات ,,
برہمن ,,
برید ,,
بساط ۲۳
بضاعت ,,
بغچہ ,,
بغض ,,
بلغم ,,
بندر ,,
بنیا ,,
بوتام ,,
بھاتی ,,
بہار ,,
بھانت بھانت ۲۳
بہتان ,,
بہشت ۲۴
بیاض ,,
بیان ,,
بیاہ ,,
بیڑا ,,
بیساکھ ,,
بیمہ ,,
پ
پاخانہ ۲۵
پانی ,,
پانک ,,
پر ,,
پرست ,,
پلنگ ,,
پورا ,,
پون ۲۶
پہنچیا ,,
پیک ۲۶
ت
تالیف قلب ,,
تبادلہ ,,
تبدیلی ,,
تبلیغ ,,
تجہیز ,,
تربت ,,
تریاق ,,
تزکیہ ,,
تشریف ,,
تفریح ,,
تعریب ,,
تعلیقات ۲۷
تعبیر ,,
تخلق ,,
تدریس ,,
تقاوی ,,
تقریب ,,
تقریر ۲۸
تقویٰ ,,
تکبّر ,,
تلمیح ,,
تماشا ,,
تمدن ,,
تمرین ,,
تمنا ۲۹
تنبول ,,
تنخواہ ,,
تنقیہ ,,
تورات ,,
توفیر ,,
توقعات ,,
توکل ,,
تہذیب ,,
تہنید ,,
تیار ۳۰
,,

ٹ
ٹکا ۳۰
ث
ثواب ۳۰
ج
جاداد ۳۰
جاگیر ,,
جامعہ ,,
جائداد ۳۱
جبریل ,,
جٹ ,,
جدول ,,
جدّہ ,,
جراب ,,
جراثیم ,,
جریدہ ,,
جغرافیہ ,,
جلدباندھنا
جلوس ,,
جمعیت ۳۲
جنّ ,,
جناب ,,
جنّت ,,
جنس ۳۲
جہاد ۳۳
جہاز ,,
جہنم ۳۴
جھول ,,
جہیز ,,
جی ,,
جیب ,,
جیٹھ ,,
چ
چغلخوری ۳۴
چلبلا ۳۵
چھدام ,,
ح
حبش ۳۵
حج ,,
حجاز ,,
حزب ۳۶
حضرت ,,
حضور ,,
حظ ,,
حکم ,,
حکمت ,,
حکومت ۳۷
حقّہ ,,
حلم ,,
حلوا ,,
حنیف ,,
خ
خاطر ۳۸
خانم ,,
خانہ ,,
ختم ,,
خراب ,,
خراد
خرافات ,,
خرلطیہ ۳۹
خشوع
خفا
خلاص
خلاصی
خلافت
خمر
خناق
خوان
خوگیر
خیانت ۳۹
خیر ,,
خیرات ,,
خیریت ,,
د
دارالصناعہ ۴۰
دام ,,
دان ,,
درم ,,
درہم ۴۱
دقّت ,,
دلیل ,,
ڈمری ,,
دنیا ,,
دودھ ,,
دولت ,,
دھاوا ,,
دہشت ۴۲
دہی ,,
دیدبان ,,
دیس ,,
دینار ,,
دیوارگیر ,,
ڈ
ڈاک ۴۳
ڈرام ۴۴
ڈمری
ڈونگی
ڈھاک
ذ
ذرا ۴۴
ذیابطیس
ر
راج ۴۴
راوت ۴۵
رباعی ۴۶
ربڑ ۴۷
رحم
رحمٰن
رحیم
رخ
رزم ,,
رسم ۴۸
رسم خط
رسول
رشوت
رفیق ۴۸
رقم ,,
رکابدار ۴۹
رکابی ,,
رکھ ,,
روپیہ ,,
رؤف ,,
رُہیلہ ,,
ریا ,,
ریاض ,,
ریاضت ,,
ریاضیات ۵۰
ز
زاویہ ۵۰
زبور ,,
زخمہ ,,
زعیم ,,
زکوٰۃ ,,
زمیندار ۵۱
زنجبیل ,,
زورق ,,
س
سامرہ ,,
ساہول ۵۱
سائل ,,
سائیں ,,
سبب ۵۲
سبح ,,
سرخی ,,
سفینہ ,,
سکت ,,
سلطان ,,
سلطنت ,,
سُلفہ ,,
سلوک ۵۳
سماں ,,
سمدھی ,,
سمرقند ,,
سنّت ,,
سند ,,
سوڈان ,,
سوسی ۵۴
سہی ,,
سیّاس ,,
سیاست ,,
سینی ۵۵
ش
شاباش ۵۵
شاطر ,,
شاگردپیشہ ,,
شاہد ۵۶
شبلی ,,
شخص ,,
شدّاد ,,
شدید ,,
شذرات ,,
شراب ,,
شربت ,,
شرح ,,
شرک ,,
شطرنج ,,
شعبہ ۵۷
شعشعہ ,,
شفاعت ,,
شُکر ,,
شکریہ ,,
شکل ,,
شکیل ,,
شوربا ,,

شہادت ۵۸
شہوت ،،
ص
صاحب ۵۸
صادر ،،
صبر ،،
صحافت ،،
صحن ،،
صدر ،،
صدور ،،
صفیر ،،
صلوٰۃ ،،
صلۂ رحمی ۵۹
صمد ،،
صندل ۶۰
صنم ،،
صوٗر ،،
صوم ،،
ض
ضابط ۶۰
ضبط ،،
ضد ۶۱
ضرب ،،
ضمیر ۶۱
ط
طاعوت ۶۱
طاق ،،
طاقت ،،
طباعت ،،
طرح ،،
طوطمیت ،،
طومار ،،
طیلسان ،،
ظ
ظلم ۶۲
ظلمات ،،
ع
عبادت ۶۲
عدل ،،
عدن ۶۳
عراق ،،
عرب ،،
عرصہ ۶۵
عرض ،،
عزیز ،،
عزیمت ،،
عسکر ۶۵
عقد ،،
علاقہ ،،
علمِ لدُنی ،،
عمارت ،،
عود ،،
عہد ،،
عیادت ۶۶
غ
غارت ۶۶
غالیچہ ،،
غایت ،،
غدّاری ،،
غدر ،،
غربال ،،
غرض ،،
غرور ،،
غریب ۶۷
غصّہ ،،
غلام ،،
غلّہ ،،
غلیظ ،،
غنی ،،
غوغا ۶۷
غول ،،
غیب ،،
غیبت ،،
غیرت ۶۸
ف
فحش ۶۸
فراست ،،
فرج ،،
فرض ،،
فرقان ،،
فرنگ ۶۹
فرنگی محل ،،
فقہ ،،
فلاکت ،،
فلسفہ ۷۰
فلفل ،،
فلک ،،
فوّارہ ،،
فوج ،،
فیرنی ،،
فیلسوف ،،
ق
قاب ۷۰
قاعدہ ۷۱
قالین ،،
قاموس ،،
قانون ،،
قائد ۷۲
قرآن ۷۳
قُرآن ،،
قرطاس ۷۴
قرعہ ،،
قرمز ،،
قرنطینہ ،،
قرنفل ،،
قریش ،،
قرینہ ،،
قزاق ،،
قسم ۷۴
قسمت ۷۵
قصر ،،
قضا و قدر ،،
قطب ،،
قطب نما ،،
قطعاً ۷۵
قلعی ،،
قلق ۷۶
قلیہ ،،
قمری ،،
قمیص ۷۷
قند ،،
قندیل ،،
قواعد ،،
قوال ۷۸
قورمہ ،،
قولنج ،،
قہر ،،
قیامت ،،
قیراط ،،
قیصر ،،
ک
کاغذ ۷۸
کافور ،،
کباب ،،
کبر ،،
کٹم ،،
کسر ،،
کشف ۷۸
کشکول ۷۹
کفر ،،
کلیسا ،،
کمپاس ،،
کمخواب ،،
کنیا ،،
کوٹ ،،
کھتری ،،
کھیر ،،
کیرانت ۷۹
کیوں کہ ۸۰
گ
گڑھ ۸۰
گفش ،،
گگن ،،
گنڈہ ،،
گنی ،،
گھی ،،
گیر ،،
ل
لازم ۸۱
لالٹین ،،
لاوٗ ۸۱
لچھن ،،
لطیف ،،
لعنت ،،
لفافہ ،،
لکھنؤ ،،
لمبر ۸۲
لنگر ،،
لوازم ،،
لیمون ،،
م
ماتحت ۸۲
ماتم ،،
مادّہ ،،
مالیخولیا ۸۳
مال ،،
مانس ،،
مبلغ ،،
مبین ،،
متانت ،،
متداول ،،
متین ،،
مجلس ،،

مجوسی ۸۴
محاذ ،،
محروم ،،
محصنات ،،
محصول ،،
محمل ،،
محلّہ ۸۵
مخنت ،،
مدت ،،
مدتغ ،،
مدینہ ،،
مذاق ،،
مرہم ،،
مسالا ،،
مستری ،،
مسل ۸۶
مسلم ،،
مشک ،،
مشکور ،،
مصحف ۸۷
مطلق ،،
معاش ۸۸
معجزہ ،،
معجم ،،
معراج ،،
معروف ،،
معنی ،،
مغرور ،،
مفلوک الحال ،،
مقابلہ ،،
مقالہ ۸۹
مقدمہ ،،
مقرر ،،
مکان ،،
مکہ ،،
ملاح ،،
ملائکہ ،،
ملت ۹۰
ململ ،،
منارہ ،،
مناقشہ ،،
منت ،،
منتظم ،،
منجنیق ،،
مندوب ،،
منذر ۹۰
منشی ،،
منصہ ،،
منظور ،،
منکر ،،
مواد ۹۱
مورت ،،
موریہ ،،
موز ،،
موسیقی ،،
موضع ،،
مؤتمر ،،
مہتمم ،،
مہذب ،،
مہر ،،
مہنال ۹۱
میدہ ۹۲
میزان ،،
میعاد ،،
میگوین ،،
میل ،،
مینار ،،
مینھ ،،

ن

ناخدا ۹۲
نار ،،
ناس ،،
ناشتہ ،،
ناموس ۹۳
نانبائی ،،
نبی ۹۳
نجات ،،
نجد ،،
نستعلیق ،،
نصیب ۹۴
نظارہ ،،
نظریہ ،،
نفاذ ،،
نفسانیت ،،
نفس لوامہ ،،
نقب ،،
نقد ،،
نقل ۹۵
نمط ،،
نم گیر ،،
نوائت ۹۵
نوائط ،،
نہ ،،
نہار ،،
نہاری ،،
نیت ۹۶
نیلوفر ،،

و

واردات ،،
والہ ،،
والہانہ ،،
وجہ ،،
وحی ،،
ورق ۹۷
ورے ،،
وظیفہ ۹۷
وفور ،،
ولایت ،،
ولی ،،

ہ

ہاتھی ۹۷
ہجو ،،
ہمّن ،،
ہند ۹۸
ہندسہ ،،
ہوئی ۹۹
ہیولی ،،

ی

یم ۹۹

الف

آٹا: اس کی اصل ہندی لفظ "اٹ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)

آثار: دیکھیے "اثر"

آخرت: "آخرۃ" کے معنی "پچھلی" کے ہیں اور یہ لفظاً صفت ہے۔ عربی میں اوصاف کو موصوف کا قائم مقام کر کے اکثر موصوف کو حذف کر دیتے ہیں۔۔۔ "الآخر" اور "الآخرۃ" کا مفہوم الیوم الآخر والحیوٰۃ الآخرۃ والدار الآخرۃ (پچھلا دن اور پچھلی زندگی اور پچھلا آنے والا گھر) ہے۔ یعنی موجودہ زندگی کے بعد آنے والی دوسری دنیا کی زندگی اور گھر (سیرت ج۲، ۶۳۲، ۶۳۳)

آس: اس کی اصل ہندی لفظ "آشا" ہے۔ (نقوش، ۳۳۱)

آگ: اس کی اصل ہندی لفظ "اگنی" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)

آمین: قبول کر، امان دے۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ (لغات ۲۱۵)

آنسہ: مس، ناکتخدا لڑکی کا لقب جو باپ کے نام کے ساتھ اب مستعمل ہوتا ہے۔ قدیم عربی زبان میں یہ لفظ حسین عورتوں کے وصف میں آتا تھا۔ (لغات۔۱)

آہار: آہار آٹے کی اس لیئی کو کہتے ہیں جو کاغذ اور کپڑے پر اس لیے چڑھائی جاتی ہے کہ وہ مضبوط ہو جائے۔۔۔ آہار غذا کو کہتے ہیں جو بدن کی تقویت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے اس لیئی کو بھی کہنے لگے جو کاغذ اور کپڑے

کی قوت کو بڑھا دیتی ہے۔ (برہان قاطع بہ نقوش، ۳۱۵)

آیت: "آیت" کے معنی "نشانی" اور "علامت" کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو علم اور احساس کے جو ذرائع عطا کیے ہیں وہ حقیقت میں صرف آیات و علامات کی شناخت و یاد ہیں۔ (سیرت ۳، ۲۱۳) "آیۃ" عربی میں (اور اوہ عبرانی میں)، لغت نشان و علامت کے مرادف ہے۔ اصطلاحاً عبرانی میں تورات کے ایک حرف کو بھی اوہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے مدلول علیہ کے لیے صرف ایک قسم کا نشان اور علامت ہے۔ لیکن عربی اصطلاح اس سے زیادہ وسیع قرار دی گئی ہے اور وہ قرآن کے پورے ایک فقرہ پر حاوی ہے۔ آیت یا فقرہ کس کو کہتے ہیں؟ کسی کلام مسلسل کے اس مختصر ٹکڑے کو جو ادائے مطلب اور تفہیم میں مستعمل ہو۔ (مقالات ۳، ۲۷)

اثر: عربی میں "اثر" کے معنی زمین پر قدم کے نشان کے ہیں۔ قرآن میں ان ہی معنوں میں یہ لفظ آیا ہے۔ اہل فلسفہ کو اپنے لیے لفظوں کی ضرورت پڑی۔ انھوں نے اس کو لیا اور اس سے تاثیر اور تاثر بمعنی نتیجہ کئی لفظ بنا لیے۔ اس سے فارسی اور اردو میں اثر نتیجہ کے معنی میں آگیا یعنی جس طرح قدم اٹھ جانے کے بعد قدم کا نشان رہ جاتا ہے اسی طرح کسی شے کے ہٹ جانے یا مٹ جانے کے بعد جو نشان رہ جائے اس کو اس کا اثر کہیں گے۔ اب اس کے بعد اثر خاصیت کے معنی دینے لگا۔ جیسے فلاں دوا کا اثر یہ ہے۔ میری بات کا یہ اثر ہے۔ ملک میں ان کا اثر ہے۔

اب جمع میں آئیے۔ اس کی عربی جمع آثار ہی۔ لیکن اردو میں اس کے معنی قرینہ کے ہوں گے۔ جیسے آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ یا پھر دیوار کا آثار ہے یا پرانی یادگاروں کے معنی میں جیسے آثار قدیمہ۔ اس لیے اثر نتیجہ یا تاثیر کے معنی میں جب بولیں گے تو اس کی جمع آثار بنائی جائے گی خواہ وہ عربی کے لحاظ سے کتنی ہی بے قاعدہ ہو۔ (نقوش، ۲۴۴)

اِجلاس: جلوس کے معنی بیٹھنے کے ہیں۔ . . جب بادشاہ اور حاکم دربار میں بیٹھے تو ہم نے جلسے سے اجلاس بنا لیا جس کے معنی بٹھانے کے ہیں اور اب نئے زمانہ میں انجمنوں اور جلسوں کے بھی اجلاس ہونے لگے۔ (نقوش ۲۳۹)

اچھا: اس کی اصل ہندی لفظ "اوچت" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)

احاطہ: عربی میں اس کے معنی "گھیرنا" ہیں اور اردو میں "گھیرا"۔ (نقوش، ۲۴۶)

احدی: اس کے معنی ہماری زبان میں سست اور کاہل کے ہیں۔ مگر ان سست اور کاہلوں کی پیداوار تاریخی ہے۔ اَحَدی اَحَدی ہے۔ اَحَد کے معنی عربی میں "ایک" ہیں۔ وہ سپاہی جو فوج سے الگ اکیلا ڈیوڑھی

کی خدمت پر مامور رہتا ہے۔ اکبر نے اس کو احدی (اکیلا) کا لقب بخشا۔ یہ احدی کھاتے تھے اور ڈیوڑھی پر پڑے رہتے تھے۔ کوئی کام کاج ان سے متعلق نہ تھا۔ اس لیے زبانِ خلق نے اس کو سست و کاہل کے معنوں میں کہہ کر پکارا (نقوش، ۳۲۷)۔

احسان: عربی میں "احسان" کے معنی اچھا کام کرنے اور کسی کام کو اچھے طریقہ سے کرنے کے ہیں... قرآن پاک میں جہاں جہاں "محسن" یا "محسنین" یا "محسنون" کے لفظ... آئے ہیں ان سے حسب موقع احسان کرنے اچھے کام کرنے یا کام کو اچھائی سے کرنے کے معنی لیے جائیں گے۔ اس اچھے کام کرنے یا اچھائی سے کام کرنے کی وسعت میں احسان و کرم بھی داخل ہو سکتا ہے لیکن وہ اسی پر محدود نہیں ہے۔ (سیرت ۲، حاشیہ ۳۷۷)۔

احوال: عربی میں جمع ہی کیوں نہ ہو مگر وہ ہماری زبان میں واحد کے طور پر بولا جاتا ہے۔ (نقوش ۳۳۱)

ادارہ: یہ "دور" سے مولد ہے (لغات ۵)۔ اس کے قدیم معنی ہیں "گردشِ دنیا"۔ (لغات، دیباچہ ۵)

ادبار: عربی میں اس کے معنی "پیچھے ہونا" ہیں اور اردو میں "تنزل" (نقوش، ۳۴۵)۔

ادھیلہ: دام کا آدھا "ادھیلہ" کہلاتا ہے (مزید دیکھیے "دام")۔ (نقوش، ۲۹۱)

اردو: "اردو" ترکی لفظ ہے جس کے معنی لشکر سپاہی یعنی لشکرگاہ اور کیمپ کے ہیں اور اس معنی میں اس کا استعمال بہت قدیم ہے یہاں تک کہ تغلقوں کی تاریخ میں بھی یہ لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ پھر تیموریوں اور خصوصاً شاہجہاں کے عہد میں "اُردوئے معلّٰی" شاہی لشکرگاہ اور دہلی کے قلعہ معلّٰی کو کہنے لگے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ فارسی کا شاعرانہ تسلط بھی کمزور ہوتا جا رہا تھا اور اس نئی زبان کی طاقت روز بروز ابھر رہی تھی۔ عام بازاروں گلیوں اور معمولی گھروں سے نکل کر شاہی دربار تک اس کا اثر پھیل رہا تھا۔ اس لیے شروع شروع میں اس کو لوگوں نے "زبان اردوئے معلّٰی" کا خطاب دیا۔ چنانچہ بارھویں صدی ہجری کے اواخر کی تصنیفات "نکات الشعرا" میر (صفحہ ۱) اور ذکر میر (ص ۶۷) اور "نوطرزِ مرصع" مرقعِ رقمِ تحسین میں یہ نام یعنی "زبان اردوئے معلّٰی" کی لغوی اضافت کے ساتھ استعمال پاتا ہے۔ تیرھویں صدی کے اوائل سے کثرتِ استعمال کے سبب یہ اضافت جاتی رہی اور خود زبان کا نام اردو ہو جاتا ہے۔ "تذکرہ مخزن الغرائب" میں جو ۱۲۱۸ھ کی تالیف ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں کے حال میں ہے:

"در زبانِ ہندی کہ مراد از اردو است خیلے فصیح و بلیغ بود۔"

باغ و بہار وغیرہ فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات میں یہ لفظ زبان کے معنوں میں عام طور پر بولا گیا ہے (نقوش ۵۸۵۷

ارم: دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فینیشین ہے۔ یہ یونانی نام ہے۔ عبرانی میں ان کا نام کنعانی ہے اور آرامی بھی ان کو کہتے ہیں۔ اہل عرب ان کو ارام کہتے ہیں اور یہی نام قرآن پاک میں ہے: "یہ پہلی آیت کے آخری کا ایک لفظ ہے ارم ذات العماد کے ساتھ اس کو جوڑنا مناسب نہیں ہے، چونکہ یہاں بحث ارم سے ہے۔ "عاد ارم ذات العماد" بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد ارم) اور اسی مناسبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے "بہشت ارم" ہماری زبان میں بولتے ہیں (تعلقات ۷، ۸) عربی میں ارم کے معنی بلند و مشہور" کے ہیں۔... ان معنوں کا بقیہ اثر عربی میں بھی موجود ہے۔ ارم کے معنی پہاڑی اور نشان راہ کے پتھر کے لغت میں مذکور ہیں (ارض ۱، ۱۲۸)۔

اساطیر: اساطیر، اسطور کی جمع ہے جس کے معنی داستان اور قصہ کے ہیں... اسی لفظ کو انہی معانی کے ساتھ لاطینی اور جرمن میں ہستوری (HISTORY) اور انگریزی میں ہسٹری اور اسٹوری STORI کی صورت... پڑھا ہے۔ (مقالات ۳، ۲۰۹، ۲۱۰)۔

اسباب: "اسباب" کے معنی سامان کے نہ عربی میں ہیں نہ فارسی میں، خالص ہندستانی ہیں۔ جب اس کو مفرد بولیں گے تو سامان سمجھیں گے اور جب جمع بولیں تو وہ "سبب" کی جمع ہے۔ (مزید دیکھیے "سبب") (نقوش ۳۴۳)

استاذ: پروفیسر، ماہر فن۔ پہلے معنی (استاذ) میں کسی قدر خصوصیت آگئی ہے۔ یہ لفظ عربی الاصل نہیں ہے۔ (لغات)

استبداد: بادشاہ یا حاکم کی خود مختاری، خود رائی، شخصی حکومت، قدیم لغت میں "استبداد" کے معنی بلا شرکت غیر کسی کام میں منفرد ہونے کے ہیں۔ غالباً سب سے پہلے اس لفظ کو ابن خلدون نے موجودہ معنی کے قریب استعمال کیا۔ (لغات ۷)

استعداد: اس کے اصلی معنی طیاری یا طیار ہونا ہیں۔ (لغات ۸)۔

استعمار: نو آباد کرنا، کسی مجہول مقام یا وحشی ملک پر کسی سلطنت کا قابض ہونا اور وہاں آبادی بڑھانا، علم و تمدن پھیلانا، محض "جوع الارض" کے بنا پر کسی آزاد ملک کو غلام بنا لینے کو بھی اب "استعمار" کہتے ہیں۔

"عمران" بمعنی آبادی سے یہ لفظ مولود ہے۔ (لغات ۸)

استقامت: استقامت کے لفظی معنی "سیدھا رہنے یا سیدھا چلے چلنے" کے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے۔ (سیرت ۶، ۵۲۸)۔

استقلال: عربی میں اس کے معنی "کم سمجھنا" ہیں اور اردو میں "مضبوطی، ثابت قدمی"۔ (نقوش ۳۴۴)۔

اسفار: یہودی اپنی مذہبی کتاب کو "سفر" کہتے تھے۔ "سفر" کتاب کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع "اسفار" ہے۔

یہودی اور عیسائی انکے اجزائے تورات کو اسفار بحالت جمع اور سفر بحالت مفرد کہتے ہیں۔ (مقالات ج۳، ۵۲)۔

اسلام: اسلام کے لفظی معنی "اپنے آپ کو کسی دوسرے کے سپرد کر دینا اور اطاعت و بندگی کے گردن جھکا دینا" ہیں۔ (رحیق ۵، ۳۳۷)

اشتہا: عربی میں لفظ "شہوت" مطلق خواہش کے معنی میں ہے جو کھانے پینے، مطالعہ کتاب ہر ایک کے ساتھ بولا جاتا ہے... اس سے "اشتہا" بنایا گیا ہے، جو کھانے کی رغبت کو کہتے ہیں۔ یہ بھی اس معنی میں عربی نہیں۔ (نقوش ۹۸)۔

اشرفی: اشرفی کا نام بھی باہر سے آیا ہوا ہے... جس بادشاہ کی طرف وہ منسوب ہے وہ اشرف تھا... مصر کے چرکسی بادشاہوں میں سے ایک برسبائی تھا۔ اس نے ۸۲۵ھ سے ۸۴۱ھ تک حکومت کی ہے۔ اس کا شاہی لقب الملک الاشرف تھا۔ یہی اشرف اشرفی کا مصدر و معدن ہے۔ مشہور عرب جہاز راں ابن ماجد اسد البحر نے جس نے ۹۰۴ھ (۱۴۹۸ء) میں واسکوڈی گاما کو ہندستان پہنچایا تھا "الفوائد فی اصول البحر والقواعد" کے نام سے جہاز رانی پر ایک کتاب لکھی ہے جو چند سال ہوئے کہ فرانس سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کا زمانہ نویں صدی ہجری کا اخیر اور دسویں صدی ہجری کا شروع تھا...

ابن ماجد ایک خاص سلسلہ میں لکھتا ہے:

> والحادی عشر برسبای الاشرف ضارب سکۃ الاشرفی (ص ۴۰ طبع پیرس) "گیارہویں بادشاہ برسبائی اشرف ہے جو اشرفی سکہ کا چلانے والا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اشرفی کا سکہ مصر سے چل کر بحر ہند میں داخل ہوا تھا اور وہاں سے پورے ہندستان میں پھیل گیا۔ ابن ماجد نے اپنی یہ کتاب ۸۹۵ھ میں لکھی ہے۔ (نقوش ۲۹۳، ۲۹۶)۔

سونے کے سکے کے لیے اشرفی کا لفظ ہندستان میں نورالدین جہانگیر کے زمانہ میں استعمال میں آیا ہے۔ چنانچہ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں حسن گنگو بہمنی کے خزانہ پانے کی اتفاقی سرگزشت کے بیان میں لکھا ہے:

"زنجیر را در گردن ظرفے مملو از اشرفی علائی و طلائے غیر مشکوک دید" (فرشتہ نولکشوری ص ۲۰۴)۔

فرشتہ کی تصنیف کا زمانہ ۱۰۱۵ھ سے ۱۰۳۳ھ تک ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گجرات و دکن کی راہ یہ اشرفی ہندستان وارد ہوئی۔ (نقوش ۲۹۴)۔

طلائی سکہ کے لیے سب سے پرانا نام دینار ہے... تغلق کے زمانہ میں ہم کو اشرفی کے لیے دو لفظ ملتے ہیں ایک تنکۂ زر اور... دوسرا مُہر زر اگرچہ اکبر نے اشرفی کے لیے سہنسہ، رہس، آتمہ، چگل، لعل، جلالی، آفتابی وغیرہ الفاظ بنائے اور چلائے مگر مہر کا نقش کبھی نہیں مٹا... دکن میں طلائی سکہ کا نام "ہون"،

تھا جو آخر میں مخفف ہو کر "ہُن" ہو گیا۔ (نقوش، ۲۹۲ تا ۲۹۴) (مزید دیکھیے "دینار" "دام" "ٹکا" اور "مُہر")۔

اصطبل: اس کی اصل لاطینی لفظ "اسٹابلم" ہے۔ (لغات، ۲۲۶)۔

اصطرلاب: اس کی اصل یونانی لفظ "اسٹرولیبان" ہے۔ (لغات، ۲۲۸)۔ جس کے معنی "میزان الشمس" یا "ترازوئے آفتاب" کے ہیں۔ "اصطر" کے معنی ستارے کے ہیں۔ "اسطرانومی" جس کے معنی علم ہئیت کے ہیں اسی "اصطر" سے مشتق ہے۔ مسلمانوں میں اصطرلاب کا استعمال مامون کے عہد سے شروع ہوا۔ سب سے پہلا ابراہیم بن حبیب فرازی نے تیار کیا۔ (ابن ندیم، ص ۲۷۳)۔ ہندستان میں اصطرلاب کا رواج ہمایوں نے دیا۔ مقالات ۲، ۲۴۳)۔

اصل: دیکھیے "اصول"۔

اصول: یہ عربی میں "اصل" کی جمع ہے۔ "اصل" کے معنی عربی میں "جڑ" کے ہیں۔ اس لیے جب ایک بات کی جڑ پر مسئلوں کے بہت سے تنے کھڑے ہوں اس بات کو اصل کہنے لگے اور اس کی جمع "اصول" بنائی۔ مگر جب ہم ہندستانیوں نے اس کا استعمال کیا تو واحد کی صورت میں تو "اصل" کے معنی "حقیقی اور واقعی" کے کر دیئے اور جمع کی صورت میں اصول کے معنی قاعدوں کے کر دیئے اور کہنے لگے ایک اصول یہ ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے اور جب اس کی جمع کی ضرورت ہوئی تو اردو کے قاعدے سے اصولوں کو کر دیا اور کہا کہ ان اصولوں سے ہم کو انکار نہیں۔ (نقوش، ۲۴۰) حکیم برہم مرحوم (مشرق گورکھپور کے ایڈیٹر) نے مجھ سے کہا تھا کہ "اصول" اور "مواد" ان دو لفظوں کو سب سے پہلے مولانا شبلی مرحوم نے ان نئے معنوں میں استعمال کیا۔ (نقوش، ۲۴۱)۔

اضحی: "تضحیہ" کا اصل معنی جانوروں کی قربانی۔ (لغات، ۳۷)۔

اطریفل: اس کی اصل سنسکرت لفظ "تری پھل" ہے۔ (لغات-۲۲۱)

اطلاق: "اطلاق" کے معنی رہا کرنے، چھوڑنے کے ہیں۔ (لغات، ۱۱)۔

اعتراض: عربی میں اس کے معنی "آگے آجانا، سامنے پھیل جانا" ہیں۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

اعظم گڑھ: دیکھیے "گڑھ"

افطار: ناشتہ کے لیے اکثر زبانوں میں بھوک توڑنے کی اصطلاح بن گئی ہے... عربی میں اس کو "فطور" کہتے ہیں۔ اسی سے مسلمانوں کا افطار نکلا ہے۔ اور جس سے افطار کریں اس کو افطاری کہتے ہیں۔ "فطور" کے معنی توڑنے کے ہیں یعنی روزہ کی بھوک کو توڑنا۔ (نقوش، ۳۱۴)۔

افیون: اس کی اصل یونانی لفظ "اوپیان" (OPION) ہے۔ (لغات، ۲۳۹)

اقبال: عربی میں اس کے معنی "سامنے آنا" ہیں اور اُردو میں "خوش قسمتی"۔ عربی میں اقبال کرنے یا قبول کرنے کے معنی میں یہ لفظ نہیں ہے۔ (نقوش ۵، ۳۴۵)۔

اقلیم: یہ لفظ ابتدائے ترجمۂ علوم یونانی کے زمانہ میں عربی میں آیا۔ لیکن اس وقت اس کے معنی جغرافی اقلیم کے تھے جو روئے زمین کے اقسامِ سبعہ میں سے ہر ایک پر بولا جاتا تھا۔ (لغات، ۱۳)۔ اس کی اصل یونانی لفظ "کلیما" (KLIMA) ہے۔ (لغات، ۲۳۸)۔

اکسیر: اس کی اصل یونانی لفظ "کسیرون" (XERION) ہے۔ (لغات، ۲۳۸)۔

الائچی: کارومنڈل اور ملیبار کے بیچ میں ایک راس کا نام راس ہیلی ہے۔ (ابن بطوطہ جلد دوم و تقویم البلدان ابوالفداص ۳۵۴) الائچی کا یہی مخزن ہے۔ خیال یہ ہے کہ سنسکرت میں اس کو "ایل" اور فارسی میں اس کو جو "ہیل" کہتے ہیں وہ نام اسی راس ہیلی سے لیا گیا ہے۔ اسی "ایل" سے اردو ایلاچی (الائچی) کہتے ہیں (تعلقات، ۷۶)۔

اللہ: اللہ کی اصل تو "الالٰہ" ہے۔ "الٰہ" تو صرف عربی میں نہیں بلکہ تمام سامی زبانوں میں خدا تعالیٰ ہی کے لیے مستعمل ہے۔ (ارض ج ۲، ۲۳۸)۔ یہ وہ نام ہے جو قرآن پاک میں بطورِ علَم ہر جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی یہ عرب میں خدائے برحق کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ کی لغوی تحقیق میں بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اس کے معنی اس ہستی کے ہیں جس کی پرستش کی جائے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جس کی حقیقت و معرفت میں عقل انسانی حیران و سرگرداں ہو۔ دوسروں کی تحقیق ہے کہ اس کے معنی ہیں وہ جو اپنی مخلوقات کے ساتھ ایسی شفقت اور محبت رکھے جو ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس اخیر تعبیر کی بنا پر اللہ کے معنی پیار کرنے والے یا پیارے کے ہیں۔ (سیرت ج ۴، ۵۰۵) ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ "ولاہ" سے نکلا ہے۔ "ولاہ" اور "ولہ" کے اصل معنی عربی میں اُس غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی سے بعد کو مطلق "عشق و محبت" کے معنی پیدا ہو گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے معنی محبوب اور پیارے کے ہیں جس کے عشق و محبت میں کائنات کے دل سرگرداں متحیر اور پریشان ہیں۔ (مقالات ج ۳، ۱۲۸)

الہام: لفظی معنی "دل میں ڈالنے" کے ہیں اور اس سے مراد وہ علم ہے جو محنت، تلاش، تحقیق، غور اور ترتیب مقدمات کے بغیر دل میں آجاتا ہے۔ (سیرت ج ۴، ۶۳)۔

امانت: انسان اپنے کاروبار میں ایماندار ہو اور جس کا جس کسی پر جتنا ہو اس کو پوری دیانت سے رتی رتی

دے دے۔ اسی کو عربی میں امانت کہتے ہیں۔ (سیرت ج۶، ۴۲۶)

املاک: جائداد، مِلک کی جمع۔ یہ جمع عربی میں مستعمل نہ تھی اور نہ یہ خاص معنی رکھتی تھی۔ فارسی سے آئی ہے۔ (لغات، ۱۵)

امیر: عربی میں اس کے معنی "حاکم" ہیں اور اُردو میں "دولت مند"۔ (نقوش۔ ۲۴۵)

امیر البحر۔ امیر الرحل: ان عربی الاصل الفاظ نے اسپینی و پرتگالی کے ذریعے یورپ کی زبانوں میں پہنچکر یہ شکلیں اختیار کیں۔ AMIRALH (PORTUGESE) AMIRAL (FRENCH)۔
ADMIRAL ENGLISH) ۔(جہاز۔ ۱۸)۔

انتظام: عربی میں اس کے معنی "دھاگے میں پُرایا جانا" ہیں۔ (نقوش، ۳۴۳)

انجیل: اصل یونانی لفظ "انگلیاں" ہے جس کے لفظی معنی بشارت اور مژدہ کے ہیں۔ عیسائیوں کے خیال کے مطابق انجیل کا نام مژدہ اس لیے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کی بادشاہت کا مژدہ سناتے تھے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ انجیل مژدہ اس لیے ہے کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی آمد آمد کی بشارت ہے۔ (مقالات ج۳، ۱۴۱)

انکسار: عربی میں اس کے معنی "ٹوٹنا" ہیں اور اُردو میں "خاکساری"۔ (نقوش۔ ۱۴۱)

اوج: ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطۂ بلندی کا نام ہے۔ یہ ہندی لفظ "اوچ" ہے جو عربی جاکر "اوج" ہوگیا۔ (حاشیہ) بعضوں کی رائے ہے کہ اس کی اصل فارسی "اوگ" ہے جیسا کہ خوارزمی نے مفاتیح العلوم ص ۲۲۱ (لیڈن) میں لکھا ہے اور اسدی طوسی کی قدیم فارسی لغت میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ مگر خیال یہ ہے کہ خود فارسی میں بھی یہ لفظ سنسکرت ہی سے لیا گیا ہے۔ مدت سے جو عربی فارسی اور اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح "اوج کمال" پر ہے کہ کسی کو اس کے ہندی ہونے کا شبہ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہ مادّہ نہیں ملتا۔ (تعلقات، ۴۲)

اودھ: یہ اصل میں اس شہر کا نام تھا جس کو رام اور لچھمن کے مولد بننے کا فخر حاصل ہے۔ جو اب بھی فیض آباد کے پاس اجودھیا کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمانوں نے اس کو اپنے تلفظ میں اودھ کیا اور ایک پورے صوبہ کا نام اودھ رکھا۔ (شبلی ۴)۔

اوقیانوس: محیط اعظم کے معنی میں عربی میں مستعمل اس لفظ کی اصل یونانی لفظ "ایکیانوس" ہے۔ (جہاز، ۱۵)۔
(اس لفظ کو عرب جہازرانوں نے اٹلانٹک کے لیے استعمال کیا ہے اور کبھی کبھی اس کی جگہ بحرِ محیط اور ظلمات کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں)۔ "آباد دنیا کے مغرب میں اور طنجہ اور اسپین کے سواحل پر جو بحرِ محیط ہے اسی کا نام بحرِ محیط ہے جس کو یونانی اوقیانوس کہتے ہیں۔ اس کے بیچ میں نہیں گھسا جاتا" (مقدمہ معجم البلدان

یاقوت ص ۱۹۱ مصر)... "جانو کہ بحر محیط جو دنیا کو گھیرے ہے... وہ سیاہ سمندر ہے جس کا نام بحر ظلمات ہے جس میں جہازات نہیں جاتے" (تحفۃ الالباب از ابو حامد اندلسی المتوفی ۵۶۵ھ ص ۹۱ مطبوعہ پیرس) جہاز ۸۴، ۸۶، ۸۷۔

اہتمام: عربی میں اس کے معنی "غم کھانے" کے ہیں۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

ب

بات: اس کی اصل ہندی لفظ "وارتا" ہے۔ نقوش، ۲۵۷)۔

بادل: اس کی اصل ہندی لفظ "بادر" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

بار: شاید سنسکرت یا فارسی سے آیا ہے۔ سلیمان (سلیمان تاجر اپنے سفرنامے میں) مدراسی سواحل کے ذکر میں ایک مقام کلاہ بار کا ذکر کرتا ہے: والساحل کل یقال لہ بار (ص ۱۸ پیرس) اور کل (؟) ساحل کو بار کہتے ہیں۔ فارسی لغت نویسوں نے اس کے معنی "انبوہ اور جمعیت" کے لکھے ہیں (دیکھو فرہنگ جہانگیری) مگر لفظ رودبار اور جوئبار ادھر اشارہ کرتے ہیں۔ پھر افریقہ کی سمت "زنجبار" جنوبی ہندستان میں ملیبار، کلاہ بار ساحل ملکوں اور شہروں کے نام کا جزو ہے۔ سنسکرت کا "واڑ" جیسے کاٹھیاواڑ، کارواڑ بھی شاید انہی معنوں میں ہو۔ (جہاز ۱۲، ۱۳)۔

بارود: سریانی لفظ ہے۔ (لغات، ۱۹)۔

بالوشاہی: اس کی اصل شاید "والا شاہی" ہے۔ (نقوش، ۲۸)۔

باندی: اس کی اصل "بندی" ہے۔ بندہ بمعنی غلام۔ (نقوش، ۲۵۸)۔

باورچی: "با" پرانی فارسی میں کھانے کو کہتے تھے۔ چنانچہ اسی سے ہماری زبان میں "تشکنبا"، "باورچی"، "نان بائی" وغیرہ لفظ ہیں جن میں "با" کا جز انہی معنوں میں ہے۔ (نقوش، استدراک ص الف)۔ [1]

بت: اس کو عام طور پر ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ لفظ "بدھ" سے "بُد" اور "بد" سے "بُت" بنا ہے۔ چونکہ بدھ کی مورتی کی پوجا ہوتی تھی اس لیے "بُد" کے معنی ہی فارسی میں "بت" ہو گئے اسی لیے عربی میں اس بت کو "بد" کہتے ہیں اور اس کی جمع "بددہ" آتی ہے۔ (فہرست ابن ندیم ص ۲۴۷ و سفرنامہ سلیمان ص ۵۵، ۵۷ و کتاب البدء والتاریخ ص ۱۹ و ملل و نحل شہرستانی ص ۲۴۰) (تعلقات ۲۳)۔

بچار: اس کی اصل ہندی "ویچار" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: با کے معنی کھانا یا کھانا پکانا۔ اس لیے باور کے معنی ہوئے کھانا پکانے کے فن کا ماہر یا استاد جیسے پیشہ ور، سخن ور... باورچی کے معنی ابتدا میں پکانے والے ہی کے تھے۔ کھانا چکھنے والے یا دسترخوان کے معنی بعد کو ہوئے۔" (معارف۔ ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۸۱، ۱۸۲)۔

بحر: عربی زبان میں "بحر" دریا اور سمندر دونوں کو کہتے ہیں۔ (جہاز، ۴) قدیم عرب جہاز رانوں کی تصنیفات میں لفظ بحر کے ساتھ سمندروں کے مختلف حصوں کے نام ملتے ہیں۔

بحرِ خزر (کیسپین سی)، بحرِ زنج و بربر (موزنبیق چینل)، بحرِ ظلمات (اٹلانٹک)، بحرِ قلزم (بحرِ احمر)، بحرِ کلاہ (خلیج بنگال)، بحرِ متوسط (بحرِ روم)، بحرِ محیط (اٹلانٹک)، بحرِ نیطس (بحرِ اسود)، بحرِ ہرکند (بحرِ ہند)۔ (جہاز۔ مختلف صفحات۔)

بُخار: عربی میں اسکے معنی "بھاپ" ہے اور اردو میں "تپ" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (نقوش ۲۴۶)۔

بدعت: اس کے معنی نئی بات کے ہیں اور ہمیشہ سُنّت اور بدعت یہ دونوں لفظ مقابل اور ضدین کی حیثیت سے بولے جاتے ہیں کیوں کہ سنت کے معنی ہیں وہ طور طریق جو آنحضرتؐ کا تھا اور بدعت کے معنی ہیں اس کو چھوڑ کر اور اس سے الگ ہو کر اپنے لیے کوئی نئی راہِ عمل اختیار کرنا۔ (مقالات ج۲، ۱۷۹)۔

بادولت: دیکھیے "دولت"۔

بربریت: بربر شمالی افریقہ کا قبیلہ ہے جو آوارہ گرد وشقی تھا۔ رومیوں نے اس نام کو صفت بنا کر بربزم اور بربریت کو وحشت اور عادم تمدنی کے معنی میں مشہور کر دیا۔ (مقالات ج۱، حاشیہ ۴۰۹)۔

بربط: اس کی اصل یونانی لفظ "بربٹیان" ہے۔ (لغات، ۱۴۳)۔

بُرج: اس کی اصل لاطینی لفظ "برگس" ہے۔ (لغات، ۲۲۶)۔

برزخ: برزخ کا لفظ قرآن پاک میں تین جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس سے دو چیزوں کے درمیان کا پردہ، حاجب اور حائل مراد ہے۔ چنانچہ سورہ رحمٰن میں دو دریاؤں کا ذکر ہے جن میں ایک میٹھا اور دوسرا کھاری ہے۔ اور ان کے بیچ میں ایک پردہ حائل ہے جو ان کو آپس میں ملنے نہیں دیتا (رحمٰن۔۱)... اسی عجیب وغریب بحری منظر کا ذکر سورۂ فرقان میں ہے۔ (فرقان، ۵)... اسی بنا پر موجودہ زندگی اور آئندہ زندگی کے درمیان جو مقام حائل اور حاجب ہے اس کا نام برزخ ہے... (مومنون، ۶)۔ (آیات محذوف)۔ (سیرت ج۴، ۲۳۷)۔

برس: اس کی اصل ہندی لفظ "ورش" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

برسات: اس کی اصل ہندی لفظ "ورشارُت" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

برہمن: لفظ "برہمنڑ" تھا جو ذرا بھاری تھا۔ اس کو ہماری زبان نے "برہمن" کر دیا۔ (نقوش، ۲۴۸)۔

برید: عربی میں ڈاک کیلئے "برید" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں امیر معاویہ نے سب سے پہلے اس نظام

کو قائم کیا اور "برید" اس کا نام پڑا۔ ہمارے عجمی اہلِ لغت نے اس کو فارسی میں "بریدن" سے لیا اور بتایا کہ چونکہ ڈاک کے لیے دم بریدہ یعنی دم کٹے گھوڑے کام میں لائے جاتے تھے اس لیے ڈاک کو برید کہنے لگے حالاں کہ اگر یہ اشتقاق درست ہوتا تو زبر کے بجائے "ب" کو پیش ہونا چاہیے تھا۔ اب نئی تحقیق یہ ہے کہ یہ یونانی اور لاطینی سے عربی میں آیا اور "وریڈ" اس کی اصل ہے۔ ہندستان میں مسلمانوں کے ساتھ پہلے یہی لفظ آیا۔ (نقوش، ۳۹۹) اس کی اصل لاطینی لفظ "وریڈس" ہے جس کے معنی ڈاک یا ڈاک کا گھوڑا ہیں۔ (لغات، ۲۲۶)۔ (مزید دیکھیے "ڈاک")۔

بساط: "بسط" سے ماخوذ ہے جس کے معنی بچھانے کے ہیں۔ (لغات، ۴۴)۔

بضاعت: قدیم معنی یہ ہیں کہ تھوڑا سا مال جو کسی کو دے کر بغرض تجارت کہیں بھیجا جاتا ہے۔ لفظ "بضع" سے مشتق ہے ——— (لغات، ۲۵)۔

بغچہ: بمعنی گٹھڑی۔ اس کی اصل ترکی "بقچہ" ہے۔ (لغات، ۲۳۶)۔

بغض: دل میں کسی کی دشمنی اور عداوت کا دیرپا جذبہ رکھنا بغض اور کینہ کہلاتا ہے۔ (سیر ۲، ۲۳۷)۔

بلغم: اس کی اصل یونانی لفظ "فلگما" (PHLEGMA) ہے (لغات، ۲۴۱)

بندر: بمعنی بندرگاہ۔ بندر کا لفظ فارسی سے عربی میں آیا ہے۔ (جہاز- ۹)۔

بنیا: اس ہندی لفظ نے عربی میں پہنچ کر "بانانی" کی شکل اختیار کی۔ پہلے اس کے معنی ہندی سوداگر تھے۔ پھر یہ جہاز کے عام مسافر کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا۔ (جہاز، ۱۴)۔

بوتام: "بٹن" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ (نقوش، ۳۲۱)۔ [1]

بھاتی: بھات سے بھاتی کا لفظ نکلا ہے جو میت کے کھانے کو کہتے ہیں۔ (نقوش، ۲۰۷)۔

بہار: بہار کا لفظ اصل "ویہار" ہے جس کے اصلی معنی . . . خانقاہ و معبد کے ہیں اور چونکہ وہ درس و تدریس کے کام میں بھی آتا تھا اس لیے اس سے درس گاہ کا مطلب سمجھنا بھی درست ہے۔ (مقالات ۱، ۲۸۵)۔

بھانت بھانت: اس کی اصل ہندی لفظ "بھن بھن" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

بُہتان: بہتان یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کو مجرم ٹھہرایا جائے یا اس کی طرف کوئی ناکردہ گناہ یا بُرائی

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "جس زمانہ میں فرانسیسی ہندستان آئے ان کی زبان سے پہلے پہلے شاید ہندستانی سپاہیوں نے بوتوں سنا۔ بٹن بہت بعد انگریز لوگ لائے۔" (معارف، ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۶۷)۔

منسوب کی جائے... بعض بہتان ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔ لیکن شرارت کی راہ سے کسی بے گناہ کے سر اس لیے تھوپا جاتا ہے کہ اس کی بدنامی ہو۔ قرآن پاک میں اسکا نام "افک" لکھا ہے (سیرت ۲، ۲۴۲)

بھتہ: انگریزی ملازموں کا بھتہ "بھات" سے تو نہیں ہے جس کا آغاز بنگال کے انگریزی نوکروں سے ہوا ہو اور اس کے معنی خرچ خوراک کے ہوں۔ ۱۷۶۵ء، ۱۷۶۷ء میں لارڈ کلایو نے جو اصطلاحات کیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی سپاہیوں کو تنخواہ کے علاوہ "بھتہ" دیا کرتی تھی کلایو نے اس زمانہ میں اس کو بند کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی اس لفظ کا اصل تعلق بنگال سے ثابت ہوتا ہے (نقوش، ۳۰۰)

بیاض: اس نئے عہد سے پہلے جب ہندستان کی ادبی زبان فارسی تھی، ہر لکھے پڑھے آدمی کے پاس "سفینہ" یا "بیاض" کے نام سے کاغذوں کے چند سادہ اوراق ہوتے تھے جن میں ہر صاحب ذوق اپنی پسند سے دوران مطالعہ یا باہم صحبتوں میں جو اچھے اشعار پڑھتا یا سنتا تھا ان کو وقتاً فوقتاً قلم بند کر لیتا تھا اور اس طرح ہر قدر شناس کے پاس شعرا کے اچھے اور منتخب شعروں کا ایک الگ مجموعہ تیار ہو جاتا تھا۔ (نقوش، ۲۶۵)

بیان: "بیان" اور "تبئین" کے لفظی معنی کھولنے اور واضح کرنے کے ہیں اور ان کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے ایک اعلان اور اظہار کے معنی میں یعنی اخفا کے مقابل دوسرے توضیح و تفسیر کے معنی میں۔ (سیرت ۴، ۱۸۰)

بیاہ: اس کی اصل ہندی لفظ "وواہ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

بیڑا: اس ہندستانی لفظ نے عربی میں پہنچ کر "بارجہ" اور "بیرجہ" کی شکل اختیار کی۔ (جہاز، ۱۴) اس کی جمع "بوارج" آتی ہے اور چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اس لیے بعد کو "بوارج" ہندستانی بحری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (کتاب الہند بیرونی، ص ۱۰۳ لنڈن، عجائب الہند بزرگ ص ۱۱۴، پیرس) جس طرح بحر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو "قرصان" کہتے ہیں۔ اور آج کل کی عربی زبان میں "بارجہ" جنگی جہازوں کے بیڑہ کو کہتے ہیں۔ (تعلقات، ۶۳)۔

بیساکھ: اس کی اصل ہندی لفظ "ویشاکھ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

بیمہ: وہ طریقہ... جس سے قیمتی چیزیں محفوظ کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر بذریعہ ڈاک بھیجتے ہیں... سجان رائے کی خلاصۃ التواریخ... ۱۱۰۷ھ میں عالم گیر کی تخت نشینی کے چالیسویں سال مرتب ہوئی۔ سجان رائے... یہاں کے مہاجنوں کے ذریعہ سے ترسیل زر کا حال لکھتا ہے:

عجیب تر آں کہ اگر تاجران بسبب طرق ہا انواع اقمشہ و امتعہ و دیگر اموال آنہا بجنس در قرارگاہ سلامت

رسانیدہ بمالکان عائد می نماند و آں را بزبانِ ایں مردم بیما گویند۔"

. . . خیال ہوتا ہے کہ یہ کوئی ہندی یا سنسکرت کا لفظ ہو گا مگر میں نے ہندی اور سنسکرت کے عالموں سے اس کی تحقیق چاہی تو کوئی اس کا پتہ بتا نہ سکا۔ اس سے وہم ہو جاتا ہے کہ یہ فارسی لفظ "بیم" بمعنی خوف سے نہ لیا گیا ہو۔ سُجان رائے نے اس بیان کا آغاز بھی ان لفظوں سے کیا ہے:

"وطرفہ آنکہ بنا بر خوف مسالک بممالک شخصے مبلغہائے نقد بمسافت دور و نزدیک تواند برد۔"

اس لفظ "خوف" سے بھی ادھر ہی خیال جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ فارسی لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں ملتا۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں سید تصدق حسین نامی ایک بزرگ نے "لغات کشوری" کے نام سے ایک فارسی لغت منشی نولکشور صاحب کے نام سے لکھا ہے اور نولکشور پریس میں ۱۹۰۰ء میں چھپا ہے۔ اس مولف نے مقدمہ میں یقین دلایا ہے کہ تمام لغات دیکھ کر بڑی احتیاط سے یہ لغت لکھا گیا ہے۔ اس میں "بیمہ" کے لفظ کے نیچے اس کو فارسی بتا کر یہ تشریح لکھی ہے:

"بخوف رہزنی جو کسی ساہوکار کو محصول کسی نقد یا مال کے پہنچانے کا دیں اور وہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو"

"لغات کشوری" کی امانت و دیانت کا اگر اعتبار کیا جائے تو پھر بیمہ کے فارسی ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ (نقوش، ۲۹۶ تا ۲۹۸)۔

پ

پاخانہ: پائخانہ بھی ایک استعارہ ہے جس کی اصل "پائیں خانہ" ہے۔ چونکہ پائخانے عموماً مکانوں کے کنارے بنائے جاتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو پائیں خانہ کہا گیا۔ پھر تخفیف کے اصول کے مطابق پائخانہ ہو گیا اور کثرت استعمال سے اس میں استعارہ کی شان باقی نہ رہی۔ (سیرت ۶، ۸۷۷)۔

پانی: اس کی اصل ہندی لفظ "پانیں" ہے۔ (نقوش ۲۵۷)۔

پائنک: دیکھئے "پیک"

پر: "لیکن" کے معنی ہیں "پرنتو" ایک ہندی لفظ ہے۔ وہ اردو میں کٹ چھنٹ کر "پر" ہو گیا۔ (نقوش، ۹۶)۔

پرست: پرستیدن کے دو معنی ہیں: پوجنا اور خدمت کرنا۔ (شبلی، حاشیہ ۱۰۷)۔

پلنگ: اس ہندی لفظ نے عربی میں پہنچ کر جہاز کے کمرہ کے معنی میں "بلنج" کی شکل اختیار کی۔ (جہاز ۱۴)

پورا: اس کی اصل ہندی لفظ "پورن" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

پاؤن: جس کو ڈبل روٹی کہتے ہیں، جس کو غلطی سے کبھی پاؤ روٹی سمجھا جاتا ہے کہ شاید وہ روٹی پاؤ بھر آٹے کی بنی ہو۔ بعض شستہ لوگ جو اپنی فارسی دانی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں وہ نان پنبہ کہتے ہیں کہ یہ روئی کی طرح نرم ہوتی ہے حالانکہ یہ پون لفظ ہے جو پرتگالی میں روٹی کو کہتے ہیں۔ (نقوش، ۶)۔

پہنچا: اس کی اصل، ہندی لفظ "پونچا" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

پیک: دھاوے کے پیادے کو "پائک" کہتے ہیں جو "پیک" کی صورت میں محرم کی تقریب میں امام کے نقلی قاصدوں کا ہم نے نام رکھا ہے۔ (نقوش، ۳۰۰)۔

ت

تالیفِ قلب: اس کے لفظی معنی "دلوں کو ملانا" اور اس سے مقصود اس شخص کے ساتھ جس کو اسلام کی طرف مائل کرنا ہو لطف و محبت، امداد و اعانت اور غم خواری اور ہمدردی کرنا ہے۔ (سیرت ۴، ۳۵۶)۔

تبادلہ: لفظ "تبادلہ" عربی کے لحاظ سے غلط ہی کیوں نہ ہو لیکن ہماری زبان میں یہ صحیح ہے۔ اس کو چھوڑ کر مبادلہ یا تبادُل بلوانے کی کوشش زبردستی ہے۔ (نقوش، ۳۳۱)۔

تبدیلی: "تبدیل" کے مقابلہ میں "تبدیلی" غلط ہی ہو مگر وہ ہمارے یہاں صحیح ہے۔ (نقوش، ۳۳۱)۔

تبلیغ: لفظی معنی "پیغام پہنچانے" کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس کی اچھائی اور خوبی کو دوسرے لوگوں اور دوسری قوموں اور ملکوں تک پہنچائیں۔ (سیرت ۴، ۳۴۵)۔

تجہیز: "جہاز" مردہ کے کفن دفن کے سامان کو بھی عربی میں کہتے ہیں جس سے مصدر "تجہیز" بنا یعنی سامان کرنا۔ اس سے ہماری زبان میں تجہیز و تکفین کا لفظ پیدا ہو گیا۔ (نقوش، ۳۲۴)۔

تربت: عربی میں اس کے معنی "مٹی" ہیں اور اردو میں "قبر"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

تریاق: اس کی اصل، یونانی لفظ "تہریاکی" ہے۔ (لغات، ۲۳۹)۔

تزکیہ: "تزکیہ" کے لفظی معنی پاک و صاف کرنا، نکھارنا، میل کچیل دور کرنا ہیں۔ قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے۔ (سیرت ۵)۔

تشریف: اصلی معنی "مشرف کرنا" کیونکہ بڑوں کا آنا مشرف کرنا ہے۔ (لغات، ۸۸)۔

تضرع: تضرع" کے معنی زاری اور عاجزی اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرنے کے ہیں۔ (لسان العرب، سیرت ۵، ۱۶۵)

تعریب: عرب جب کسی دوسری زبان کے لفظ کو اپنی زبان کے اصول پر خراد کر اس کو عربی بنا

ڈالتے تھے تو وہ اس عمل کو "تعریب" کہتے تھے۔ (نقوش، ۳۲۹)۔

تعلیقات: "تعلیق" لٹکانے کو کہتے ہیں۔ (نقوش، ۳۸)۔

تعمیر: عربی میں اس کے معنی "آباد کرنا" ہیں اور اردو میں "بڑی عمارت بنانا" (نقوش، ۳۴۴)۔

تغلق: ایک ترکی لفظ ہے جس کے معنی پہاڑی کے ہیں۔ یہ پشتو لفظ رُہیلہ کے مرادف ہے۔ تغلق کے متعلق سب سے قدیم بیان ابن بطوطہ کا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"شیخ رکن الدین قریشی ملتانی سے میں نے سُنا ہے کہ تغلق ترک قوم کے قبیلہ قرونہ سے تھا اور یہ لوگ ترکستان اور سندھ کے بیچ کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔"

لفظ "قرونہ" کی نسبت آٹھویں صدی کا مشہور سیاح مارکوپولو اس طرح تشریح کرتا ہے:

"قرونہ" ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن کے باپ تاتاری اور ماں ہندی ہوں، ان لوگوں کا پیشہ لوٹ مار اور قزاقی ہے، جہاں یہ چلے جاتے ہیں اس ملک کو بے چراغ کر ڈالتے ہیں۔۔۔۔

"خلاصۃ التواریخ" کا مصنف لکھتا ہے کہ "سلطان کا باپ تغلق ایک ترک سلطان غیاث الدین بلبن کے غلاموں میں سے تھا اور اس کی ماں پنجاب کی قوم جٹ سے تھی۔ بہرحال "خلاصۃ التواریخ" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونہ کے لفظ سے ابن بطوطہ کے راوی شیخ قریشی نے یہی مراد لی ہے اور مارکوپولو کا بیان بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اور صاف صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ تغلق قوم کا نام نہ تھا بلکہ شخص کا نام تھا۔ اس خیال کی تصدیق بعض سکّوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ غیاث الدین کے ایک سکّہ پر ہے:

"السلطان الغازی غیاث الدنیا والدین المظفر تغلق شاہ السلطان ناصر امیر المومنین"

اور اس کے لڑکے کے سکّہ پر: "المجاہد فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ"

نقش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تغلق شخص کا نام ہے خاندان کا نہیں۔ اب تغلق نام یا تو خود ملک غازی غیاث الدین کا ہے یا اس کے باپ کا اور اغلب یہی ہے کہ خود اسی کا نام تھا۔ (مقالات ۲، ۴۰۸ تا ۴۱۰)۔

تفریس: دیکھیے "تہنید"۔

تقاوی: تقویہ کی جمع۔ تقاوی جو تخم غریب کاشتکاروں کو دیا جاتا ہے۔ (لغات، ۳۹)۔

تقریب: "تقریب" کے معنی نزدیک کرنا، پھر جو کسی مقصد سے قریب کرنے کا ذریعہ ہو، اس کو تقریب کہا۔ اب ہندستانی ملاقات کے ذریعہ کو تقریب کہنے لگے: ع تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

ملنے ملانے کا سب سے عمدہ موقع کسی شادی اور خوشی کے مراسم کا موقع ہے اس لیے ہم شادی اور خوشی کے موقعوں کو تقریب کہنے لگے۔ (نقوش، ۲۰۲، ۳۳۸)۔

تقریر: عربی میں اس کے معنی "ثابت کرنا" ہیں۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

تقویٰ: "تقویٰ" اصل میں "وقویٰ" ہے۔ عربی زبان میں اس کے لغوی معنی بچنے، پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے کے ہیں لیکن وحی محمدیؐ کی اصطلاح میں یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کر کے دل میں خیر و شر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ (دیرشے۵، ۴۲۸)۔

تکبُّر: انسان میں جب کوئی وصف یا کمال پایا جاتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ کوئی اخلاقی عیب نہیں ہے۔ لیکن جب یہ خیال اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ وہ اور لوگوں کو جن میں یہ وصف نہیں پایا جاتا یا کم پایا جاتا ہے۔ اپنے سے حقیر سمجھنے لگتا ہے تو اس کو کبر اور اس کے اظہار کو تکبُّر کہتے ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلے اس بد اخلاقی کا ظہور شیطان سے ہوا۔ اس نے آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے کو بالاتر سمجھا اور پکارا "انا خیر منہ" (اعراف-۲) میں اس سے بہتر ہوں۔ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں۔ عام لفظ تو استکبار اور اس کے مشتقات ہیں، بعض جگہ ان کو "عزت" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے:

بل الذین کفروا فی عزۃٍ وشقاق (ص-۱)۔ لیکن جو لوگ منکر ہیں (ناحق کی) ہیکڑی اور مخالفت میں پڑے ہیں...

دو موقعوں پر اس کے لیے "مختال" کا لفظ آیا ہے۔ یہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو گھمنڈ ہو۔ (دیرشے۶۔ ۳۴، ۳۷)۔

تلمیح: تلمیح کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک خاص شخص یا واقعہ کے متعلق صدیوں سے خیالات کی موروثی رفتار جو تفصیلات اور جزئیات کا ذخیرہ پیدا کرتی رہتی ہے، وہ پورا کا پورا اس ایک لفظ یا واقعہ کے اندر اس طرح سمٹا رہتا ہے جیسے میلوں تک پھیلنے والی خوشبو بند کلیوں میں۔ کھولیے تو سطروں کی سطریں یا صفحے کے صفحے درکار ہوں۔ (نقوش، ۳۸۷)۔

تماشا: لفظ تو عربی ہے۔ لیکن معنی عجمی ہیں۔ یہ مَشْیٌ سے بنا ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں۔ اس کو باب تفاعل میں لے گئے، تو تماشی ہوا اور معنی باہم مل کر چلنا ہوئے۔ عجمیوں نے تماشی کو اپنے قاعدہ سے تماشا بنا لیا، جیسے تمنّی کو تمنّا بنا دیا۔ چونکہ سیر و تفریح کے لیے چند احباب ساتھ مل کر چلتے ہیں اس لیے خود سیر و تفریح کو تماشا کہنے لگے۔ اس کے بعد آگے بڑھے تو سیر و تفریح کے سامان کو بھی تماشا نام رکھا۔ (نقوش، ۴۲۸)۔

تمدن: متمدن بننا۔ اصلی معنی شہر آباد کرنا۔ (لغات، ۴۰)۔

تمرین: مشق۔ اصلی معنی عادی کرنا۔ (لغات، ۴۰)۔

تمنّا: عربی کا صحیح لفظ تمنی ہے۔ مگر فارس والوں نے اس کو لیا اور تمنّا کر دیا اور ہم نے بھی اسی کو قبول کیا۔ (نقوش، ۴۳)۔

تنبول: اس کی اصل سنسکرت لفظ "تامبول" ہے۔ (لغات، ۲۲۱)۔

تنخواہ: تنخواہ کے معنی "بدن کا چاہنے والا" یہ اسم فاعلی ترکیب کے معنی ہیں۔ اگر ہم اسم مفعولی ترکیب لیں تو اس کے معنی ہوں گے "بدن کا چاہا ہوا" جیسے "دل خواہ" کے معنی دل کا چاہا ہوا۔ (نقوش، استدراک ص "ب") معنی یوں پیدا ہوئے کہ مغلوں کے زمانہ میں سرکاری امیروں کو خوراک وغیرہ کے لیے جو معاوضہ ملتا تھا اس کا نام تنخواہ رکھا گیا۔ اب تنخواہ کے معنی مشاہرہ کے ہیں۔ ایرانی اس تنخواہ کے حرف سے بھی واقف نہ ہوں گے۔ (نقوش، ۳۴۸)۔

تنقیہ: اصلی معنی کسی چیز کے اندر سے خراب و فاسد مادّہ کو الگ کر دیا جائے تاکہ وہ پوری طرح نکھر جائے۔ (ریسٹ ۲، ۱۷۷)۔

تورات: عبرانی لفظ TORAH ہے۔ تورات کے اصلی معنی احکام، اوامر اور قوانین کے ہیں چونکہ تورات سراپا قانون ہے۔ (مقالات ۳، ۴۲)۔ تورات ایک عبری لفظ ہے جس کے معنی شریعت اور قانون کے ہیں۔ اس نام کا اطلاق حضرت موسیٰؑ کی پانچ کتابوں پر ہوتا ہے یعنی سفر تکوین (در ذکر بدء کائنات، آدم و حواؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ)، سفر خروج (در ذکر موسیٰؑ، فرعون، بنی اسرائیل و تفصیل قانون)، سفر الاحبار (شریعت و قانون حلال و حرام)، سفر العدد (در ذکر تعداد بنی اسرائیل وقت خروج از مصر و غزوات موسیٰؑ و بعض احکام شریعت)، سفر الاستثناء (در ذکر قوانین و احکام شریعت)۔ (ارض ۱، ۲۳)۔

توفیر: پس ماند کرنا۔ (SAVING) مولّد۔ مسعودی اور مقریزی نے اس معنی میں استعمال کیا ہے۔ (لغات ۱۴، ۴۲)۔

توقیعات: بات چیت کو کاغذوں میں محفوظ رکھنے کا دستور بہت پرانا ہے۔ بادشاہوں اور وزیروں کے حکم احکام کے چھوٹے چھوٹے فقرے جو بلاغت کی جان ہوتے تھے اور توقیعات کہلاتے تھے یاد رکھے جاتے تھے۔ (نقوش، ۳۷۵)

توکّل: "توکّل" کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں۔ (ریسٹ ۵، ۴۰۴)۔

تہذیب: دیکھیے "مہذب"۔

تہنید: "تہنید" کے اگر ہم ٹھیٹ معنی کریں تو "ہند یانا" کہہ سکتے ہیں۔ یہ اصطلاح اصل میں عربوں سے چلی۔ وہ جب کسی دوسری زبان کے لفظ کو اپنی زبان کے اصول پر خراد کر اس کو عربی بنا ڈالتے تھے تو وہ اس عمل کو تعریب کہتے تھے۔ یہی قاعدہ فارسیوں نے اپنی زبان میں جاری کیا تو اس کو تفریس کہا یعنی فارسی بنا لیا۔ اب جب اہل ہند یہی کریں یعنی وہ کسی دوسری زبان کے لفظ کو اپنی زبان کے اصول پر تراش خراش کر کے اپنی زبان میں ملا لیں تو اس کو تہنیب کہیں گے۔ (نقوش، ۳۲۹)۔

تیار: عربی میں کسی لفظ کی اصلیت کچھ ہو اور اس کا املا بھی کچھ ہو، مگر ہماری زبان کے استعمال میں اگر اس کا تلفظ اور املا بدل گیا ہے تو وہی غلط تلفظ اور املا ہماری زبان میں صحیح ہوگا اب جیسے... "طیار" "تیار" ہوگیا ہے۔ (نقوش، ۹۲)۔

ٹ

ٹکا: تغلق کے زمانہ میں ہم کو اشرفی کے لیے دو لفظ ملتے ہیں۔ ایک تنکۂ زر اور دوسرا مُہرِ زر)۔ یہ تنکہ سکّے کے معنی میں عام طور سے بولا جاتا تھا۔ (برنی ص ۳۱۴، ۳۱۵)۔ (ڈاکٹر تارا چند نے بتایا ہے کہ تنکہ سنسکرت میں سکّہ کو کہتے ہیں)... خلجی کے زمانہ میں ایک تنکۂ زر ایک تولہ سونے کا ہوتا تھا اور تنکۂ نقرہ ایک تولہ چاندی کا (فرشتہ ص ۱۱۴)۔ روپیہ کو تنکۂ نقرہ اور اس سے کم درجہ سکّے کو صرف تنکہ کہتے تھے... خیال ہوتا ہے کہ یہی تنکہ تو آج "ٹکے" کی صورت میں ہمارے سامنے نہیں؟ (نقوش، ۲۹۳)۔

ث

ثواب: "ثواب" کا لفظ "ثوب" سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ اس لیے یہ کسی اچھے کام کے لوٹنے والے کے نتیجہ اور جزا کے معنی میں بولا گیا ہے۔ (سیرت ۴، ۲۵۷)۔

ج

جاداد: فارسی لفظ کی اصل صورت "جائداد" ہے۔ (نقوش، ۳۴۸)۔ (دیکھیے "جائداد")۔

جاگیر: جاگیر کے لغوی معنی تو جگہ لینے والا ہیں۔ بادشاہ اپنے امیروں کو منصب کے ساتھ جو گاؤں دیتے تھے جہاں جا کر امرا اکثر قیام کرتے تھے اس کو جاگیر کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ جاگیر کے خاص معنی ہو گئے یہاں تک کہ غریب طالب علموں کے کھانے کے ٹھکانے کو بھی جاگیر کہنے لگے۔ (نقوش، ۳۴۷، ۳۴۸)

جامعہ: "جامعہ" کا لفظ جامعہ ملیہ دہلی کے بعد سے تو عام ہے۔ مگر یہ لفظ ہماری زبان میں اس معنی میں پہلے مولانا شبلی ہی کے قلم سے نکلا اور بعد کو اشاعت پذیر ہوا۔ علامہ شبلی نے مولوی مسعود علی کو غالباً اکتوبر ۱۹۱۴ء میں تحریر کیا تھا: دارالمصنفین، درجۂ تکمیل، سرائے میر درجۂ ابتدائی، پورا جامعۂ اسلامیہ کا مصالحہ ہے" (شبلی، ۶۸۸)۔ جامعہ ملیہ کے نام کی تاریخ بھی ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ مسلم یونیورسٹی سے ٹوٹ کر اس کے بالمقابل جو نئی قومی مسلم یونیورسٹی قائم کی گئی اس کا لیٹر پیپر یعنی خط کا کاغذ مولانا ابوالکلام نے چھپوایا تھا۔ انہی نے نیشنل مسلم یونیورسٹی کے انگریزی لفظوں کے ساتھ اس

کا عربی ترجمہ "جامعہ ملیہ اسلامیہ" بھی کر دیا۔ پھر بعد کو یہ لفظ چل گیا۔ "جامعہ" مصر کی نئی عربی زبان میں یونیورسٹی کو کہتے ہیں جو یونیورسٹی کا گو لفظی ترجمہ ہے۔ لیکن چونکہ "جامع" عربی میں مسجد اعظم کو کہتے ہیں اور شروع میں مسجدیں ہی درسگاہیں تھیں اس لیے "جامع" کے ساتھ "جامعہ" کا لفظ خاص مناسبت رکھتا ہے۔ (شبلی، حاشیہ ۶۸۹

جائداد: معنی "دی ہوئی جگہ" بادشاہ کی طرف سے امیروں کو جو گاؤں ملتے تھے وہ جائے داد تھی۔ رفتہ رفتہ جاداد نے زمینداری اور ملکیت کے معنی پیدا کر لیے۔ (نقوش، ۳۴۸)۔

جبریل: عبرانی لفظ ہے جس کے لغوی معنی "مرد خدا" کے ہیں۔ لیکن یہ اصطلاحِ شریعت میں اس فرشتہ کا نام ہے جو خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان پیامبری کی خدمت انجام دیتا ہے۔ تورات اور انجیل میں بھی یہ نام اسی حیثیت سے مستعمل ہوا ہے۔ (سیرت ۳، ۳۴۰)۔

جَٹ: (جیسے جاہل جٹ) سندھ کا قبیلہ تھا جو غیر متمدن اور جنگجو اور نوشت و خواند سے عاری تھا۔ اسی سے ہندستان میں جٹ کی اصطلاح پیدا ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ جٹ اور جاٹ ایک لفظ ہوں۔ پنجابی میں بیچ کا لفظ الف اکثر گر جاتا ہے جیسے کھاٹ سے کھٹ وغیرہ۔ جٹ کے نام سے پنجاب سے زیادہ سندھ کے لوگ واقف ہیں کہ انھوں نے سندھ کی جنگی تاریخ میں کافی حصہ لیا ہے اور ان کا اصل پیشہ شتربانی ہے جس سے وہ کبھی کبھی جہاں بانی تک پہنچے۔ (مقالات ۱، حاشیہ ۴۰۹)۔

جَدول: نقشہ، فہرست۔ اصلی معنی کھیتوں کی کیاری کے جو اکثر بشکل جدول ہوتی ہیں۔ (لغات، ۴۴)۔

جدّہ: ساحلِ بحر کے لیے قدیم (عربی) لفظ "جد" ہے۔ اسی سے حجاز کے مشہور ساحلی شہر کا نام جدہ ہے۔ (حجاز، ۱۰)

جرّاب: جورب فارسی ہے۔ لغات، ۸۸)۔

جراثیم: واحد جرثومہ۔ جرمس، چھوٹے چھوٹے کیڑے جو فضا میں یا چیزوں میں ہوتے ہیں یا وبائی پیدا ہو جاتے ہیں اور خوردبین سے نظر آتے ہیں۔ عربی میں اس لفظ کے معنی "اصل" ہیں۔ (لغات، ۴۵)۔

جریدہ: اخبار، عربی میں اس کے قدیم معنی "نوشتہ" اور "مکتوب" کے ہیں۔ (لغات، ۴۷)۔

جغرافیہ: اس کی اصل، یونانی لفظ "جیوگریفیا" ہے۔ (لغات، ۲۳۸)۔

جلد باندھنا: "جلد" سے متعلق ہے جس کے معنی چمڑے کے ہیں۔ (لغات، ۴۷)۔

جلوس: ایک بادشاہ کی جگہ پر جب دوسرا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا تو اس کے لیے عربی کا لفظ "جلوس" غیر عربوں نے استعمال کیا جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں اور سالِ جلوس تخت نشینی کے سال کی اصطلاح

بنی اور چونکہ جب نیا بادشاہ پہلی دفعہ تخت پر بیٹھتا تھا تو تزک و احتشام اور لاؤ لشکر کے ساتھ نکلتا تھا تو ہم ہندستانی تزک و احتشام کے ساتھ کسی مجمع کے نکلنے کو جلوس کہنے لگے۔ اسکو عربی سے کوئی تعلق نہیں۔ (نقوش، ۳۴۹)۔

جمعیّت: انجمن، کمیٹی، مشتق از جمع و جماعت۔ (لغات، ۴۷)۔

جِنّ: اہلِ لغت کہتے ہیں کہ عربی میں ''جن'' کا لفظ ''جنّ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ''چھپنے اور چھپانے'' کے ہیں کیوں کہ یہ مخلوق انسانوں کی آنکھوں سے عموماً مستور رہتی ہے اس لیے اس کو جنّ کہتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لفظ اسی معنی میں اسی کے قریب قریب مختلف قوموں کی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ فرنچ میں ''جنی'' (GENEE) اور انگریزی میں (GENII) اسی مفہوم میں ہے جس میں عربی میں ''جنی'' (دیو، بھوت، پریت) ہے۔ لاطینی میں جینیوس (GENIUS) اور جینی (GENII) وہ مفہوم رکھتا ہے جو ہمارے یہاں ہمزاد کا ہے اور روح نوعی کے معنی میں یہ لفظ رومی اساطیر (میتھالوجی) میں استعمال ہوا ہے۔ فارسی میں ''جان'' کے معنی ''مطلق روح'' کے ہیں۔ (سیرت، ۳، ۵۴۷)۔

جناب: ''جناب'' کے اصل معنی صحنِ خانہ کے ہیں۔ ابتداءً یہ لفظ اس طرح مستعمل ہوا کہ عجم میں تعظیماً بجائے ممدوح کے جناب ممدوح کی طرف انتساب کرنے لگے جس طرح کہ اب بھی آستانہ کی طرف انتساب کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ جناب خود لفظ تعظیمی بن گیا اور عجم سے مصر و شام میں مستعمل ہو گیا۔ (لغات، ۴۸)۔ ''جناب'' کے معنی چوکھٹ کے ہیں۔ بادشاہوں سے براہ راست مخاطب نہیں ہوا جاتا تھا۔ اس لیے ان کے آستانہ اور چوکھٹ کی طرف نسبت کر کے بات کہی جاتی تھی، اس سے ''جناب'' تعظیمی خطاب کا لفظ ہو گیا۔ (نقوش، ۳۳۸)۔

جنّت: اس مقام کا نام جو نیکو کار انسانوں کا دائمی گھر ہوگا۔ قرآن پاک میں عموماً ''الجنّۃ'' (باغ) بتایا گیا ہے اور کبھی کبھی اس کو مناسب اضافتوں کے ساتھ بھی ادا کیا گیا ہے مثلاً جنۃ النعیم (نعمت کا باغ)، جنۃ الخلد (بقائے دوام کا باغ)، جنّتُ عدنٍ (دائمی سکونت کے باغ)، جنۃُ الماویٰ (پناہ کا باغ) ان کے علاوہ اور دوسرے لفظوں سے بھی اس کی تعبیر کی گئی ہے مثلاً فردوسٌ (باغ)، روضۃٌ (چمن)، دار الخُلد (ہمیشگی کا گھر)، دار المقامہ (قیام کا گھر)، دار السلام (امن و سلامتی کا گھر)۔ (سیرت، ۴، ۸۱۳)۔

جنس: عربی میں منطق کی اصطلاح ہے اور یونانی لفظ ''جینس'' کا معرب ہے۔ مگر عرب میں آ کر یہ جنس مجانست تجنیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا۔ حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں۔ (تعلقات، ۱۴۳) یونانی سے

ترجمۂ علوم کے زمانہ میں عربی میں آیا (لغات، ۷۴)۔ جنس منطق کی اصطلاح میں اس کلی (عام چیز) کو کہتے ہیں جسکے تحت میں کئی مختلف حقیقتوں کی اشیاء داخل ہوں جیسے حیوان کہ یہ انسان اور گھوڑے گدھے گلے، بھینس، بکری وغیرہ ہر جاندار کو کہتے ہیں۔ اب اس سے آدمی جنس پیدا ہوئی یعنی کسی حقیقت مشترکہ کے مختلف افراد اس سے ابنائے جنس (ایک جنس کے بیٹے) یعنی ایک حقیقت کے سارے شریک جیسے سارے انسان ابنائے جنس ہیں۔ اب اس سے بھی خاص ہو کر ہم جنس بنا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر، باز با باز

اب اس سے آگے بڑھ کر ہندستان میں جنس کے معنی قسم ہو گئے اور خاص طور سے غلّہ کی قسم کے ہو گئے۔ کہتے ہیں "نقد و جنس" نقد کے معنی روپے پیسے کے اور جنس غلّہ یا سامان، اس کی جمع اجناس جو بنی تو یہ غلّوں کے اقسام پر مشتمل ہو گئی اور "نرخ اجناس" کی صورت میں اسکی جنس ہی بدل گئی۔ (نقوش، ۲۳۵، ۳۳۶)۔

جہاد: "جہاد" کا لفظ "جہد" سے نکلا ہے۔ جہاد اور مجاہدہ، قتال اور مفاعلت کے وزن پر اسی "جہد" سے مصدر ہیں اور لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لیے ہر قسم کی جد و جہد قربانی اور ایثار گوارہ کرنا، اور تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں اس راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لیے اپنی، اپنے عزیز و قریب کی اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا اور ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لیے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کیلئے بھی پوری طرح تیار رہنا۔ (سیرت ۵، ۴۰۴، ۴۰۵)۔

جہاز: یہ وسط ایشیا سے ہندستان آیا ہے۔۔۔ جہاز دیکھنے میں تو عربی ہے۔ مگر جس معنی میں یہ ہماری زبان میں بولا جاتا ہے وہ قطعاً ہندستانی یا ہندستانی فارسی ہے۔ اصل میں اس کے لفظی معنی تو "سامان کرنے" کے ہیں۔ اس سے تجہیز بنا، جس کے جہازیوں میں یہ معنی پیدا ہوئے کہ کشتی میں سامان رکھ کر کہیں بھیجنا، یہ اصطلاح تیسری صدی ہجری میں پیدا ہو چکی تھی بزرگ بن شہریار کے سفر نامہ میں ہے۔

(اَنَّہٗ جَہَّزَ مَرکباً لَہٗ اِلَی الزابیج (ص، ۸)۔ اس نے اپنا ایک جہاز سامان لاد کر جاوہ بھیجا۔

یہ تو دریائی اصطلاح ہوئی۔ لیکن اس کے سو برس بعد یہ لفظ وسط ایشیا میں خشکی کے سامانِ تجارت کے معنوں میں سننے میں آتا ہے۔ حدود العالم میں جو ۳۷۲ھ کی تصنیف ہے۔ یہ لفظ ان معنوں میں بار بار

آیا ہے۔ شروع میں تو مجھے تعجب ہوا کہ یہ جہاز خشکی میں کیسے چلا۔ بعد کو سمجھ میں آیا کہ ابھی یہ لفظ سامان کرنے کے معنی سے قطع مسافت کر کے فقط "سامان" کی منزل میں پہنچا ہے ۔۔۔ یہی جہاز لب کو خشکی سے تری میں آ گیا اور سامان تجارت کے بجائے سامان تجارت لے جانے والے جہازوں کو خود جہاز کہنے لگے۔

ہندستان میں اکبر کے زمانہ میں فرشتہ نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے:

"وبگفتۂ فرنگیان جہازات مترددساختند" (ج ۲۔ ص ۳۷۱۔ نولکشور)۔

اب ہماری زبان میں یہ لفظ مطلق جہاز کے معنی میں بولا جانے لگا اور سامانِ تجارت اس سے رخصت ہو گیا۔ (النقوش ۳۲۳، ۳۲۴)

جہنّم: یہ عبرانی اصل کا لفظ ہے۔ (لغات، ۲۱۵)۔

جھول: زین پوش "ترکی لفظ "چول" سے بنا ہے۔ اور خود "چول" قدیم لفظ "جُلّ" کی متغیر صورت ہے۔ (لغات۔ ۹۴)۔ یہ لفظ "جُل" کی خرابی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ہندستان میں آیا۔ (النقوش، ۲۹)۔

جہیز: اس سامان کو کہتے ہیں جو شادی میں باپ کی طرف سے لڑکی کو ملتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ بھی خالص ہندستانی ہے۔ اس کی اصل جہاز ہے۔ سامان دینا سامان کرنا۔ فارسی کے قاعدہ سے الف میں امالہ ہو کر جہاز سے جہیز ہو گیا ہے۔ (النقوش، ۳۲۴)۔

جی: اس کی اصل، ہندی لفظ "جیو" ہے۔ (النقوش، ۲۵۶)۔

جیب: جیب، تھیلی اصلی معنی "گریبان" (لغات، ۴۸)۔

جیٹھ: اس کی اصل، ہندی لفظ "جیشٹھ" ہے۔ (النقوش، ۲۵۶)

چ

چغل خوری: چغل خور کا کام یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی سچی باتیں بیان کر کے ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور اپنا رسوخ جتائے اور چونکہ ایسے لوگ چل پھر کر ایک ایسی بات دوسرے کو پہنچاتے ہیں جس سے دوسرے کو پہلے پر غصہ آئے اور اس سے نفرت پیدا ہو اس لیے قرآن نے ان لوگوں کے اوصاف میں جن کی بات نہیں ماننی چاہیے یہ لفظ کہے ہیں:

مشاءٍ بنمیم (قلم، ۱) جو چغلی کھاتا پھرتا ہے۔۔۔

اور جو لوگ اس بداخلاقی میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس قسم کی ناپسندیدہ باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کو پھیلا کر فتنۂ و فساد کی آگ بھڑکائیں۔ اسی بنا پر اہل عرب چغل خوروں کو ہیزم بردار کہتے

ہیں۔ یعنی جس طرح لکڑیاں بیچنے والے لکڑیاں چن چن کر لاتے ہیں اور ایندھن کے لیے گھوم گھوم کر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اس قسم کی باتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پھیلاتے ہیں اور آتش فتنہ وفساد کے لیے ایندھن بہم پہنچاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ابولہب کی بی بی کو مفسرین کی رائے کے مطابق "حمالۃ الحطب" یعنی ہیزم بردار کا خطاب اسی لیے دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی چغلی کھاتی پھرتی تھی۔

ان میں بعض لوگ ... چھپ چھپ کر لوگوں کی باتیں سنتے ہیں اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو لغت میں "قتات" کہتے ہیں ... اس قسم کی باتیں خوب نمک مرچ لگا کر نہایت چرب زبانی کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں تاکہ ان کا اثر بڑھ جائے اسی لیے عربی زبان میں چغل خوری کو "وشایہ" کہتے ہیں جس کے معنی نقش ونگار کے ہیں اور ادھر کی ادھر لگانے کے لیے چغل خوروں کو دوڑ دھوپ بھی کرنی پڑتی ہے۔ اسی کی مناسبت سے چغل خوری کو "سعایہ" بھی کہتے ہیں جس کے معنی دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں۔ (سیرت ۶، ۶۳۷، ۶۴۰، ۶۴۱)۔

چُلبُلا: اس کی شکل تو ہندی ہے مگر ہے ایرانی۔ برہان قاطع میں ہے۔

"چُلبُلا بضم اوّل وبائے ابجد بروزن سُنبلہ شتاب واضطراب را گویند"

ہم سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق ہمارے ہندی لفظ "چھل بل" سے ہے۔ اب غور کرنا پڑے گا۔ (نقوش ۳۳۷)

چھدام: "چھے" اور "دام" دو لفظوں سے بنا ہے۔ (مزید دیکھیے "دام")۔ (نقوش ۲۹۰)

ح

حبش: عربی میں لفظ "حبش" کے معنی اختلاط وامتزاج کے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کے نزدیک یہ ایک ممزوج النسل اور مختلط النسب قوم تھی ... اسی "حبش" کی مسخ شدہ صورت "ابی سینیا" ہے (ارض ۱، ۹۱، ۳۹۹)

حج: اس کے لفظی معنی "قصد اور ارادہ" کے ہیں اور اس سے مقصود خاص مذہبی قصد وارادہ سے کسی مقدس مقام کا سفر ہے۔ لیکن اسلام میں یہ ملک عرب کے شہر مکّہ میں جاکر وہاں کی حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی مسجد خانہ کعبہ کے اردگرد چکر لگانے اور مکّہ کے مختلف مقدس مقامات میں حاضر ہو کر کچھ آداب اور اعمال بجالانے کا نام ہے۔ (سیرت ۵، ۳۲۹)۔

حجاز: تہامہ اور نجد کے درمیانی اور کوہستانی حصّہ کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان ایک حاجز (حجاب) اور پردہ ہے ... حجاز بحر احمر کے ساحل پر ایک مستطیل صوبہ ہے جس کا نام توراۃ میں

فاران بنایا گیا ہے اور جہاں سے تجلی ربانی کے ظاہر ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ (ارض ط، ۸۸، ۸۹)۔

حزب: سیاسی پارٹی۔ اصلی معنی جماعت۔ (لغات، ۵۲)

حضرت: "حضرت" کے اصلی معنی حاضر ہونے کے ہیں۔ اس سے حضرت کے معنی عربی میں بادشاہ کے حضور اور بیٹھک گاہ کے ہوئے۔ ہمارے ہندستان میں اب یہ بھی تعظیمی لفظ ہوگیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مغلوں کے زمانہ میں بنا۔ اس سے پہلے بندگی اور خدمت کے لفظ تھے۔ ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ (نقوش، ۳۳۸)۔ اردو میں "حضرت" سے شانِ تقدس ظاہر ہوتی ہے۔ مگر عربی میں ایسا نہیں ہے (لغات، ۵۳)۔

حضور: "حضرت" کی ہی دوسری صورت "حضور" ہے۔ اس کے بھی وہی معنی اور وہی روداد ہے۔ (دیکھیے حضرت، نقوش ۳۳۸)

حظ: قدیم اور محفوظ زبان عرب میں "حظ" بمعنی مسرت و شادمانی نہیں آیا۔ لیکن تطوّر و تقلب سے زبان بھی خالی نہیں جیسا کہ علم الالسنہ میں محقق ہے۔ "حظ" کے اصلی معنی بہرہ اور حصہ کے ہیں۔ اس کے بعد بمعنی قسمت مستعمل ہوا۔۔۔ آج کل عام طور سے سوء الحظ اور حسن الحظ بولتے ہیں۔ فارسی میں بھی حظ بمعنی قسمت و تقدیر آیا اور یہیں سے مخصوصاً حسنِ قسمت و تقدیر میں مستعمل ہو کر خوشی و مسرت کے معنی میں آگیا اور اس پر صائب کا وہ مصرع دال ہے۔۔۔ یعنی۔۔ "حظوظ نفس کے یابد"

(حاشیہ عبدالماجد دریابادی: صائب کا وہ مشہور شعر پورا یوں ہوا ہے:

ثنائے خود بخود گفتن نہ می زیبد ترا صائب ۔ حظوظ نفس کے یابد چو زن پستان خود مالد)

(مکتوبات بہ ۱، ۱۲۰، ۱۳)

حکم: "حکم" کے معنی لغت میں فیصلہ اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں سمجھ بوجھ کا نتیجہ (یعنی فیصلہ) کر سکتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں:

کسی شے پر حکم کرنا، یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ شے ایسی ہے یا ایسی نہیں ہے۔ عام اس کے اس فیصلہ کا تم دوسرے کو پابند کر سکو یا نہ کر سکو"۔ (ص ۱۲۶۔ مصر)۔

عربی لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب" میں ہے:

حکم کے معنی علم، سمجھ اور منصفانہ فیصلہ کرنا" (ج ۱۵۔ ۳۰)۔ (سیرت ۲، ۱۶۸)۔

حکمت: لغوی معنی "دانائی کی بات اور کام کے ہیں۔۔۔ سب سے قدیم لغت نویس ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ اپنی کتاب "جمہرۃ اللغۃ" میں حکمت کے حسب ذیل معنی لکھتا ہے:

"ہر وہ بات جو تجھ کو سمجھائے یا تجھ کو تنبیہ کرے یا کسی اچھی خصلت کی طرف بلائے یا کسی بری چیز

سے روکے وہ حکمت اور حکم ہے" (جلد ۲، ص ۱۸۶ حیدر آباد) لغت کا امام جوہری اپنی "صحاح اللغۃ" میں لکھتا ہے:

"حکمت یعنی علم اور حکیم یعنی عالم اور حکمت والا اور حکیم کاموں کو خوبی سے کرنے والا" (جلد ۲ ص ۲۷۶ مصر)۔

عربی کی مبسوط و مستند کتاب "لسان العرب" میں ہے:

"اور حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے سے جاننے کو کہتے ہیں"۔ (ج ۱۵ ص ۲۰ مصر)

لغات القرآن کے مشہور امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں کہتے ہیں:

"اور حکمت، علم اور عقل کے ذریعہ سے سچی اور صحیح بات کو پہنچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کو جاننا اور ان کو بکمال خوبی پیدا کرنا ہے اور انسان کی حکمت موجودات کو جاننا اور اچھی باتوں کا کرنا ہے"۔ (ص ۱۲۶ مصر)

..."حکمت" عقل و فہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح و غلط، صواب و خطا، حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان تمیز و فیصلہ بذریعہ غور و فکر، دلیل و برہان اور تجربہ و استقراء کے نہیں بلکہ منکشفانہ طور سے ہوجاتا ہے۔ (سیرت ج ۴، ۱۵۳ تا ۱۵۷)۔

حکومت: قدیم معنی "فیصلہ" (لغات، ۵۳)۔

حُقّہ: عربی میں اس کے معنی "ڈبیا" ہیں۔ (نقوش، ۳۴۶)۔ یہاں (انکلیشور، گجرات، میں) ایک مجموعہ میں ایک صفحہ پر چند واقعات کی تاریخیں لکھی ہوئی نظر پڑیں جن میں سب سے اہم ہندستان میں حُقّہ کے رواج کی تاریخ ہے۔ یہ تاریخ "ناخوشئ بنی" کے الفاظ سے نکالی گئی ہے جس سے ۱۰۲۹ھ نکلتے ہیں۔ چونکہ یہ چیز گجرات ہی کے راستے سے ہندستان میں وارد ہوئی ہے اس لیے عجب نہیں کہ تاریخی بیان صحیح ہو۔ ۱۰۲۹ھ جہانگیر کا عہد ہے (نقوش، ۲۷۶ و ۲۷۷)۔ (مزید دیکھیے "سلفہ")۔

حِلم: حلم و بردباری کے معنی یہ ہیں کہ انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کر لیا جائے اور قصور وار سے اس کے لیے کوئی تعرض نہ کیا جائے (سیرت ج ۶، ۵۰۲)۔

حلوا: عربی میں اس کے معنی "میٹھا" ہیں۔ (نقوش، ۳۴۶)۔

حنیف: "حنیف"، حنف سے مشتق ہے۔ عربی میں اس کے معنی مڑنے اور جھکنے کے ہیں۔ اس لیے حنیف وہ شخص ہے جو ایک طرف سے جھک کر اور مڑ کر دوسری طرف جائے۔ یہ لفظ اچھے اور بُرے دونوں معنوں میں مستعمل ہو سکتا ہے (لسان العرب) اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس نے اچھی بات کو چھوڑ کر بُری بات اختیار کی ہے تو "حنیف" کے معنی وہ ہو سکتے ہیں جس میں عبرانی و سریانی میں وہ مستعمل ہے یعنی

کافر و منافق۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ برے کام کو ترک کر کے اس نے کوئی اچھا کام پسند کیا ہے تو اس کا وہ مفہوم ہوگا جس میں اہل عرب اس کو بولتے ہیں یعنی دین دار اور خدا پرست۔ (ارض ۲، ۲۹، ۲۱۰)۔

خ

خاطر: عربی میں اس کے معنی "دل میں کھٹکنے والا" ہیں اور اُردو میں "مہمان کی عزت کرنا"۔ (نقوش، ۳۴۶)۔ اصل معنی "کل مایخطر بالقلب من امرٍ او تدبیر"۔ (لغات، ۸۵)۔

خانم: اس کی اصل، ترکی لفظ "ہانم" ہے۔ (لغات، ۲۳۶)۔

خانہ: "خانہ" لگا کر ظرف اور مقام کے معنی کے لفظ بنائے گئے ہیں جن کی صورت تو فارسی کی ہے۔ مگر معنی اور استعمال سراسر ہندی ہیں، جیسے پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ، ہنڈی خانہ۔ (نقوش، ۳۴۷)۔

ختم: "ختم" کے لغوی معنی کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہیں کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جا سکے۔ (دیکھو لسان العرب وصحاح جوہری و اساس البلاغۃ زمخشری) اسی سے اس کے دوسرے معنی کسی 'شے کو بند کر کے اس پر مُہر کرنے" کے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکلی ہے اور نہ کوئی چیز باہر اس کے اندر گئی ہے اور چونکہ یہ عمل مہر سب سے آخر میں کیا جاتا ہے اس کے معنی انتہا اور ختم کرنے کے بھی آتے ہیں یہ قرآن مجید میں تمام معنی مستعمل ہوئے ہیں۔ (یٰسین، بقرہ، جاثیہ اور مطففین کی آیات)۔ (سیرت ۴، ۸۵۳)۔

خراب: عربی میں اس کے معنی "ویران" ہیں اور اُردو میں "بُرا، مست"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

خراد: یہ خاص عربی لفظ "خرط" ہے۔ عربی میں اس کے معنی لکڑی کے اس طرح چھیلنے کے ہیں کہ اس کی اوپری پرت اتر جائے۔ اس سے خرّاط بنا یعنی وہ آلہ جس سے لکڑی کو اس طرح چھیلا جائے۔ وہ خراط ہمارے ہاں خراد ہوا۔ (نقوش، ۳۲۱)۔

خرافات: کبھی کبھی دل بہلانے کو آپؐ کہانی بھی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں خرافہ کا نام آیا (حضرت عائشہؓ سے) پوچھا کہ خرافہ کو جانتی ہو کون تھا؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کو جن اُٹھا کر لے گئے۔ وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے واپس آکر ان کو لوگوں سے بیان کیا تھا۔ اس بنا پر جب کوئی عجیب بات لوگ سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو خرافہ کی بات ہے۔ (شمائل ترمذی باب حدیث خرافہ و مسند احمد جلد ۶، ص ۱۵۷)۔ ہماری زبان میں اس کی جمع "خرافات" مستعمل ہے۔ (عائشہ، ۵۳)۔

خریطہ: بمعنی نقشہ، جغرافیہ۔ اس کی اصل لاطینی لفظ "چارٹا" ہے۔ (لغات، ۲۲۶)۔

خشوع: "خشوع" کے لغوی معنی یہ ہیں۔ بدن جھکا ہونا، آواز پست ہونا، آنکھیں نیچی ہونا یعنی ہر ادا سے مسکنت، عاجزی اور تواضع ظاہر ہونا (لسان العرب)۔ (سیرت ۵، ۱۶۳، ۱۶۴)۔

خفا: "خفا" فارسی میں "خفہ" ہے اور معنی ۔۔۔ گلے میں اٹکنے اور پھنسنے کے ہیں۔ ہندستان میں خفا ہونا، ناراض ہونے کے معنی میں ہے۔ (نقوش، ۱۴۱، ۳۴۲۳)۔

خلاص: فارغ ہونا، چھٹی پا جانا، اصلی معنی رہا ہونا۔ (لغات، ۵۷)۔

خلاصی: ایک عجیب وغریب لفظ "خلاسی" ہے جس کو ہم غلطی سے "خلاصی" سمجھتے ہیں اور جہازوں کے ادنیٰ ملازموں اور ملاحوں پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ "خلس" عربی میں ملے جلے سیاہ وسپید کو کہتے ہیں اور اس سے "خلاسی" اس بچہ کو کہتے ہیں جس کی ماں کالی اور باپ گورا یا باپ کالا اور ماں گوری ہو۔ "لسان العرب" میں ہے:

"والخلاسی الولد بین ابیض وسوداء او بین اسود وبیضاء" (جہاز، ۷، ۸)۔

خلافت: "خلافت" کے لغوی معنی جانشینی کے ہیں۔ مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے کہ "نوع انسانی" اس سطح خاکی پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے جانشین ہے۔ (مقالات ۳، ۳۸۹)۔

خمر: "خمر" کہتے ہیں "چھپا جانے" کو۔ اسی لیے ہر وہ شے جس کا کھانا یا پینا عقل وہوش کو چھپا لے وہ خمر میں شامل ہے۔ (سیرت ۳، ۷، ۸)۔

خناق: (ڈپتھیریا" گلے کی بیماری)۔ اصلی معنی پھانسی کا پھندا۔ (لغات، ۵۸)۔

خوان: فارسی بواسطہ ترکی جس کے اصلی معنی دسترخوان کے ہیں۔ (لغات، ۵۸)۔

خوگیر: گیر (لینے والا) لگا کر فارسی میں اسم مرکب بنائے جاتے ہیں۔ جیسے دلگیر، جہاں گیر، ہم نے اس سے لفظ بنا کر بہت سی چیزوں کے نام رکھ دیئے جیسے خوگیر، "خو" کے معنی فارسی میں پسینہ کے ہیں۔ (نقوش، ۳۴۷)۔

خیانت: ایک کا جو حق دوسرے کے ذمہ واجب ہو اسکے ادا کرنے میں ایمانداری نہ برتنا خیانت اور بددیانتی ہے۔ (سیرت ۶، ۲۲۴)۔

خیر:
خیرات:
خیریت: خیر عربی کا لفظ ہے۔ اس کے معنی بھلے اور نیک کے ہیں۔ ہماری زبان میں یہ لفظ ایک تکیۂ کلام کی صورت میں ہے اور اکثر ذرا وقفہ کے طور پر یہ بول دیا جاتا ہے۔ پھر ہم نے اس میں "ی" اور "ت" لگا کر اس کو "خیریت" بنا دیا اور اس کے معنی "اچھی خبر" کے ہو گئے۔ "ات"

لگا کر اس کی بے قاعدہ جمع "خیرات" بنا دی تو "صدقہ" کے معنی ہو گئے۔ (نقوش، ۲۳۶)۔

د

دارالصناعہ: جنگی جہازات جہاں بنتے تھے۔ ان کو عربی میں "دارالصناعۃ" کہتے تھے۔ یہی لفظ ہے جو اسپین کی راہ سے یوروپین زبانوں میں جا کر "ڈرسنا" اور "ارسنل" بن گیا ہے۔ DARSEEN (FRENCH) ARSENAL (ENGLISH) (جہاز، ۱۸)

دام: اس لفظ کی تاریخ کے لیے آج سے دو ہزار برس پہلے ہم کو لوٹ کر جانا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یونان کے کشور کشا اور سوداگر پورے ایشیا پر چھا گئے تھے۔ مصر و شام و عراق سے ایران اور ہندستان تک کے ڈانڈے مل گئے تھے۔ ان ملکوں میں یونانی حکم اور یونانی سکے چلتے تھے اور ان کے یونانی نام زبانوں پر تھے۔ یونانیوں کے چاندی کے سب سے کم قیمت سکّہ کا نام درخم (DRACHMA) تھا اس نے عربی میں "درہم" اور فارسی میں بیچ سے ایک حرف گرا کے "درم" کی صورت اختیار کی اور ہندستان میں ایک حرف اور گرا کر اور اس کی جگہ ایک لمبی آواز بڑھا کر "دام" ہو گیا... اکبر کے زمانہ میں دام چاندی کے سب سے چھوٹے سکّہ کے بجائے تانبے کے سکّہ کا نام تھا۔ (آئین اکبری، ص ۱۸۔ نولکشور) اس کو پہلے پیسہ کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ یہ روپیہ کا چالیسواں حصّہ تھا۔ پھر ایک دام کے ۲۵ حصے کر کے ہر حصّہ کو "جیتل" کہتے تھے۔ اب اس کو "گنڈہ" کہتے ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں بھی اس کا نام ملتا ہے (ص ۱۲)۔ اسی تقسیم سے ایک محاورہ پورب کی زبان میں اور چلا ہے۔ ہر گاؤں یا ہر زمیندار کی ملکیت ۱۶ آنے فرض کی جاتی اور یہ آنے پھر پائی اور دام پر بانٹے جاتے۔ ایک دام کا آدھا "ادھیلا" اور $\frac{1}{4}$ "پاؤلا" اور $\frac{1}{8}$ "دمڑی" کہلاتا ہے... آئین اکبری کے مطابق ایک من تانبے میں ایک ہزار چوالیس دام (پیسے) تیار ہوتے تھے۔ (نقوش، ۲۹۱، ۹۳)

دان: فارسی میں "دان" لگا کر بھی ظروف بنتا ہے جیسے "خاکدان" یعنی زمین۔ ہندستانی اس سے اپنے بیسیوں لفظ بنائے جیسے پاندان، اگالدان، خاصدان، عطردان، گلدان، جزدان، چائے دان، دودھ دان، شکردان، روشن دان، نابدان، سنگاردان، شمع دان۔ تصغیر کے لیے "دان" کو ہم نے کبھی "دانی" بھی کر دیا جیسے سرمہ دانی، گوندانی، مچھردانی، تیلے دانی (سوئی تاگا رکھنے کے لیے)۔ (نقوش، ۲۴۷)۔

درم: یونانیوں کے چاندی کے سب سے کم قیمت سکّہ کا نام درخم (DRACHMA) تھا۔ اس نے عربی میں "درہم" اور فارسی میں بیچ سے ایک حرف گرا کے "درم" کی صورت اختیار کر لی... تغلقوں کے زمانہ میں۔

"درم سنگ" خرید و فروخت کی تول میں باٹ کے معنی میں بولا جاتا تھا (فیروز شاہی، ضیا برنی، ص ۳۱۹)۔ (نقوش ۲۹ تا ۹۳)

درہم : دیکھیے "درم"۔

دقت : عربی میں اس کے معنی "باریکی" ہیں اور اردو میں "مشکل"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

دلیل : اصل معنی "راہبر"۔ (لغات، ۶۳)۔

دمڑی : دیکھیے "ڈمڑی"۔

دنیا : "دنیا" کے لفظی معنی "قریب ترین" کے ہیں اور یہ صفت ہے۔ اس کا موصوف الحیاۃ (زندگی) یا الدّار (گھر) ہے۔ اس لیے "الدنیا" کا مفہوم "الحیاۃ الدنیا" (قریب ترین زندگی یعنی اس عالم کی موجودہ زندگی) یا "الدار الدنیا" قریب ترین گھر یعنی موجودہ عالم ہے (سیرت ۴، ۶۳۲)۔

دودھ : اس کی اصل ہندی لفظ "دُودھ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

دولت : عربی لفظ ہے۔ معنی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جانا۔ عربی میں جب مختلف سلطنتیں یکے بعد دیگرے بنیں اور مٹیں تو سلطنت کو دولت کا نام دیا گیا اور جمع دُوَل بنائی گئی۔ ان معنوں میں آج بھی دولتِ برطانیہ اور دُوَلِ یورپ ہم بولتے ہیں۔ سلطنت اور بادشاہی خوش قسمتی سے ہاتھ آتی ہے۔ اس لیے ایرانی دولت کو خوش قسمتی کے معنوں میں بولنے لگے جس کی یادگار فارسی کے بدولت ہماری ہندستانی میں بھی لفظ "بدولت" بولا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں آپ کے بدولت یہ ملا اور پھر "بدولت" ذریعہ کے معنی میں ہوگیا۔ خوش قسمتی کی بڑی نشانی زر و مال ہے اس لیے یا اس لیے کہ یہ زر و مال ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتا ہے اس کو بھی دولت کہنے لگے اور اسی سے دولت، دولت مند اور دولت مندی کے لفظ ہندستانی کو ہاتھ آئے۔ (النقوش، ۳۴۱)

دھاوا : تغلقوں کی تاریخ میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ ابن بطوطہ نے سفر نامہ میں بعینہ یہی لفظ لکھا ہے۔ (ص ۲، امصر) برنی نے فیروز شاہی میں اسی لفظ کا استعمال کیا ہے۔ (ص ۴۴۴، کلکتہ) ... ابن بطوطہ ... کہتا ہے کہ "دھاوا" کے معنی اہل ہند میں تہائی میل کے ہیں چونکہ یہ ہرکارے ہر تہائی میل پر مقرر ہوتے تھے اس لیے اس کو "دھاوا" کہتے تھے اور استعمال سے راستے کے بجائے خود راستے والے پیادے کو دھاوا کہنے لگے۔ لیکن غریب نا آشنائے زبان کو اس میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ "دھاوا" کے معنی سنسکرت میں دوڑنے کے ہیں۔ چوں کہ یہ دوڑ کر چلتے تھے اس لیے ان کی چال کو "دھاوا" کہنے لگے۔ پھر وہ دھاوا ہوگئے اور تہائی میل پر جہاں ٹھہرتے تھے وہ دھاوا ہوگیا۔ دھاوے کے ان پیادوں کی چوکیاں ہر

تہائی میل پر دلی سے لے کر دولت آباد تک بنی ہوئی تھیں۔ پیادہ گھنگرو دار لاٹھی کو کندھے پر رکھ کر تیزی سے دوڑتا ہوا اگلے دھاوے پر پہنچتا تھا۔ وہاں دوسرا پیادہ گھنگرو کی آواز سن کر تیار رہتا تھا وہ فوراً اس سے ڈاک لے کر آگے کے دھاوے کو دوڑتا تھا۔ اس طرح سندھ سے دلی پانچ دن میں ڈاک پہنچتی تھی (ابن بطوطہ)۔ اس دھاوے کی یادگار ہماری زبان میں دھاوا کرنا' دھاوے پر چڑھنا' دھاوا بول دینا اور دھاوا مارنا آج بھی موجود ہے ... مگر معلوم ہوتا ہے کہ آل تیمور نے جب ہندستان پر دھاوا کیا تو یہ لفظ یہاں سے مٹ چکا تھا۔ چنانچہ اکبر کے زمانہ میں جب بدایونی نے اس لفظ کا استعمال کیا تو اس کو اس کے ترجمہ کی ضرورت ہوئی۔ سلطان محمد تغلق کے حال میں کہتا ہے:

"در ۷۲۷ھ سلطان محمد تغلق عزیمت دیوگر کردہ از دہلی تا آنجا بر سر کروہے دھاوا یعنی پائکان خبردار نشاندہ"۔

فرشتہ نے جہانگیر کے زمانہ میں اپنی کتاب لکھی تو "دھاوہ" کا لفظ مٹ کر ڈاک چوکی کا لفظ پیدا ہو چکا تھا (نقوش، ۲۹۹، ۳۰۰)۔

دہشت: عربی میں اس کے معنی "تعجب و حیرانی" ہیں اور اردو میں 'خوف'۔ (نقوش، ۲۴۶)۔

دہی: اس کی اصل ہندی لفظ "دوہے" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

دید بان: خالص فارسی ہے اور عرب جہازرانوں میں عام طور پر مستعمل ہے۔ جہاز کے بلند ستون پر ایک چھوٹا سا صندوق بنا رہتا تھا۔ اس پر ایک آدمی بیٹھ کر جہاز کا سامنا دیکھتا رہتا تھا کہ سامنے سے کوئی دوسرا جہاز یا طوفان یا پہاڑ یا کوئی اور آفت تو نہیں آ رہی ہے۔ اس کو "دیدبان" کہتے تھے (جہاز، ۹۸)۔

دیس: اس کی اصل ہندی لفظ "دیش" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

دینار: طلائی سکہ کے لیے سب سے پرانا نام "دینار" ہے اور یہ بھی یونانی ہے۔ جرجی زیدان نے اس کو لاطینی لکھا ہے (تاریخ تمدن اسلامی ص ۱۱۹ ج ۱) مگر چونکہ عربوں میں یہ سکہ جاری تھا اس لیے انھوں نے عبدالملک کے زمانہ میں ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۸) جب اپنا سکہ ڈھالا تو اس کا نام دینار ہی رہنے دیا۔ جب ان کے قدم ہندستان پہنچے تو ان کا دینار بھی ان کے ساتھ آیا۔ (نقوش، ۲۹۲-۲۹۳)۔ اس کی اصل لاطینی لفظ "ڈیناریوس" ہے۔ (لغات، ۲۲۷)۔

دیوار گیر: پہلے اس کپڑے کو کہتے تھے جو دیوار پر آرائش کے لیے لگاتے تھے تاکہ دیوار سے پیٹھ لگنے

میں کپڑا خراب نہ ہو۔ اب اس لیمپ کو کہتے ہیں جو دیوار میں لٹکایا جائے۔ (نقوش، ۴۴۳)۔

ڈ

ڈاک : فرشتہ نے جہانگیر کے زمانہ میں اپنی کتاب لکھی تو۔۔۔ ڈاک چوکی کا لفظ پیدا ہو چکا تھا۔۔ سلطان علاء الدین کے حال میں لکھتا ہے :

”از دہلی تا آنجا ڈاک چوکی کہ بزمانِ سلف یام می گفتند می نشانند“

۔۔۔ ڈاک کا لفظ جہانگیر کے عہد میں یا اس سے کچھ پہلے سے بولا جانے لگا۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اس کے معنی منزل کے ہوں گے چوں کہ یہ منزل بمنزل جاتے تھے۔ اس لیے اس کو ڈاک کہنے لگے اور اس کے ہر پڑاؤ کو ڈاک چوکی۔ چوکی بمعنی پہرہ جس کی ایک یادگار چوکیدار ہمارے پاس موجود ہے۔ اسی لیے انگریزوں نے اسی اصول پر بنگال سے الہ آباد تک اپنے منزل بمنزل سفروں کے لیے جو مخصوص قیام گاہیں بنائیں ان کو ڈاک بنگلہ کہا اور اب بھی وہ یہی کہے جاتے ہیں۔ اور اگر لغت گڑھنے کا الزام نہ قائم کیا جائے تو جی چاہتا ہے کہ یہ کہوں کہ ہندستان و افغانستان کے سر پر ڈکہ اور بنگال کی حد پر ڈھاکہ اور دوسری طرف موتی ہاری میں نیپال کے پاس دوسرا ڈھاکہ اسی منزل گاہ کے باقی نشان ہیں۔ بہرحال منزل نے راستے کی اور راستے نے خط و لفافہ و اشیائے ڈاک کی صورت اختیار کی اور اب وہ ریل گاڑی جو بہت کم منزل کرتی ہے مگر ڈاک لے کر چلتی ہے ڈاک گاڑی کہلاتی ہے۔ ڈاک کے پچھلے معنی کی یادگار ڈاک بٹھانا، ڈاک لگانا یعنی جلدی جلدی منزل بمنزل یا ہاتھوں ہاتھ چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا رہ گیا ہے۔ ع فیضِ ساقی نے مرے ڈاک لگا رکھی ہے (راسخ)

؎ روح ہے ہر جسم میں مشتاق اخبار اجل   اس لیے یہ آمد و رفتِ نفس کی ڈاک ہے (ناسخ)

اسی سے ڈاک بولنا بھی ایک محاورہ ہے یعنی نیلام میں منزل بمنزل کسی چیز کی قیمت بڑھانا۔

کچھ دن ہوئے ایک قلمی ہندستانی فارسی لغت برادرم پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی (اسماعیل کالج بمبئی) کے پاس نظر سے گذرا۔ یہ لغت کسی ایرانی یا پارسی نے لکھا ہے۔ تالیف کا سن نہیں معلوم۔ اس میں ایک لفظ ”ڈانکیہ“ دیکھا جس کے معنی ”نقیب“ کے لکھے ہیں۔ نقیب شاہی درباروں میں درباریوں کو باادب رہنے کے لیے زور سے آواز لگایا کرتے تھے۔ ڈانکنا کے معنی زور سے آواز لگانے کے ہیں۔ اس سے دوسرا خیال یہ ہوتا ہے کہ ”ڈاک“ کی اصل ”ڈانک“ اور ”ڈاکیہ“ کی ”ڈانکیہ“ ہے۔ چونکہ ڈاک کا

چوبدار آواز دیتا ہوا چلتا تھا اس لیے اس کو "ڈانکیہ" اور اس کے کام کو "ڈانک" کہا گیا اور "ڈانک" نے ڈاک کی صورت بدل کر منزل بمنزل رفتار کے معنی اختیار کر لیے۔ (نقوش، ۳۰۰ تا ۳۰۲)۔

ڈاک کے لیے ہندستان میں پہلے مسلمانوں کے ساتھ "برید" کا لفظ آیا۔ پھر ترکی لفظ "اولاغ" چلا (برنی۔ ص ۷۴۴ کلکتہ) مگر فوراً ہی اس کی جگہ ایک ہندستانی لفظ نے رواج پایا اور وہ لفظ "دھاوہ" ہے چنانچہ مغلوں کی تاریخ میں یہ لفظ بولا گیا ہے ... دکن میں مدراس سے لے کر پونا تک اس کے لیے ٹپہ، ٹپال اور ٹپہ خانہ بولا جاتا ہے۔ ریاست حیدرآباد کا سرکاری لفظ یہی ہے۔ (نقوش، ۲۹۹ تا ۳۰۱)۔

ڈرام: عربی طب میں دواؤں کا وزن "درہم" اور فارسی طب میں "درم" سے بتایا جاتا تھا۔ اسی لفظ نے جب فرنگستان کی ٹوپی پہنی تو "ڈرام" ہو گیا۔ (نقوش، ۲۹۰)۔

ڈمڑی: ایک دام کا ... ۱/۸ ڈمڑی ہے اور یہ ... لفظ "دام" کی تصغیر یا تحقیر ہے۔ (نقوش، ۳۹۱)۔

ڈونگی: عربوں کے ہندستانی سواحل پر دریائی آمد و رفت کا اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھ گئے۔ ان میں سے ایک ... لفظ "دونیج" ہے جس کی جمع "دوانیج" آتی ہے۔ (یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الہند بزرگ ص ۶۹ مطبع بریل لیڈن) یہ ہندی "ڈونگی" کی عربی شکل ہے۔ (تعلقات، ۶۳)۔

ڈھاکہ: دیکھیے "ڈاک"۔

ذ

ذرا: کیا یہ عربی کا "ذرہ" نہیں جس کو آپ "ذرۂ بے مقدار" کی صورت میں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ مگر استعمال کی کثرت سے مخفف ہو کر "ذرا" کے بہت ہی تھوڑے کے معنی ہو گئے۔ (نقوش، ۳۲۴)

ذیابیطس: اس کی اصل یونانی لفظ "ڈیابیٹیس" ہے (لغات، ۲۴۱)۔

ر

راج: ایک دفعہ میں عربی کا مشہور لغت "تاج العروس" دیکھ رہا تھا کہ لفظ "راز" پر نظر پڑی۔ اس کے معنی اس میں استاد اور ماہر کے لکھے تھے۔ دفعۃً میرا دھیان اپنے ہندی راج اور راجگیر (معمار) کی طرف گیا ... پروفیسر نجیب اشرف ندوی سے پٹنہ میں "نصاب الصبیان" کی طرح کا ایک قلمی رسالہ فارسی عربی ہندی کا ملا جس میں فارسی اور عربی الفاظ کے مقابل ہندی الفاظ جمع کیے گئے ہیں اور شاید کسی ایرانی

یا پارسی کی تصنیف ہو۔ مصنف کا نام اور زمانہ نہیں دیا ہے۔ رسالہ کا نام "لسانِ فارسیات" لکھا ہے۔ تصنیف کا مقام گجرات ہے۔ اس میں پیشہ وروں کا باب دیکھ رہا تھا کہ لفظ "راجگر" پر نظر پڑی جس کے معنی اس کے "کریا" یعنی کرنے والے کے لکھے تھے ۔ ۔ معلوم ہوا کہ صحیح لفظ "راجگر" ہے ۔ ۔ ۔

فرہنگ رشیدی عبدالرشید ٹھٹوی میں یہ عبارت نکلی!

"راز" معمار و سردارِ گلکاراں بہ ہندی راج گویند لیکن بدیں معنی عربی است، عسجدی گوید:

به یکے تیر ہمہ فاش کند سرِّ حصار
در بر و کرده بود، قیر گل کار راز

۔ ۔ ۔ "برہانِ قاطع" میں دیکھا تو یہ لکھا پایا:

"و بنا و گل کار را نیز گویند و بعربی طیان خوانند و بعضے گفتہ اند راز در عربی کلانتر و بزرگِ بنایان باشد"

یعنی جس معنی میں ہم "مستری" کا لفظ بولتے ہیں۔ (النقوش ۳۱۹، ۳۲۰)۔

راوت: اعظم گڑھ کے نومسلم خاندانوں میں ۔ ۔ ۔ دو قومیں پیدا ہوئیں۔ ایک وہ لوگ جو اپنی اصل و نسل میں بالکل خالص رہے، ان میں قابلِ ذکر اعظم گڑھ کے راجاؤں اور سدھاری متصل اعظم گڑھ کے بابوؤں کے خاندان ہیں ۔ ۔ ۔ دوسری قوم وہ ہے جو مغلوں، پٹھانوں، شیوخ اور دوسرے خاندانوں میں شادی بیاہ کرنے لگی۔ ان کو عرفِ عام میں عام طور سے "روتارہ" کہتے ہیں جو حقیقت میں اصلی ہندی لفظ "راوت" کی خرابی ہے۔ "راوت" کا لفظ پہلے راجپوتوں کے لیے بولا جاتا تھا اور اب بھی کہیں کہیں بولا جاتا ہے۔ امیر خسرو دہلوی "قرآن السعدین" میں کہتے ہیں ع "راوت ز ویں زن و خارا شگاف" (ص ۳۲ مطبوعہ علیگڑھ) مرہٹی میں "راوت" سوار سپاہی کو کہتے ہیں اور وہ بہت سے خاندانوں کا سرنام ہے۔ (شبلی ۵۱)۔

رباعی: "رباعی" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "چار والے" کے ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ ہر چار مصرعوں سے مرکب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو رباعی کہتے ہیں۔ لیکن محمد بن قیس رازی نے جو سعدی کے معاصر ہیں: "معجم فی معائر اشعار العجم" (ص ۹۰) میں یہ لکھا ہے کہ اہل عرب اس کو رباعی اس لیے کہتے ہیں کہ بحرِ ہزج جس میں رباعی کہی جاتی ہے چار اجزا سے مرکب ہوتا ہے اور اس لیے اس کا ایک مصرعہ عربی میں دو دو جز کا ایک شعر ہو جاتا ہے۔ اس طرح چار مصرعوں میں چار شعر ہو جاتے ہیں۔ لیکن دولت شاہ کا بیان اس وجہ تسمیہ کی نسبت وہی ہے جو عام خیال ہے یعنی یہ کہ "تا فضلاً لفظ دو بیتی را نکو ندیدند گفتند کہ ایں چہار مصرعے است رباعی می شاید گفتن"۔

رباعی کا ابتدائی نام دوبیتی ہے کہ یہ دو ہم قافیوں سے مرکّب ہوتی ہے اور عجیب بات ہے کہ عربی میں اس کو آج تک دوبیتی ہی کہتے ہیں اور رباعی جو عربی نام تھا' اس نے زبانِ عجم میں فروغ پایا۔ صاحب معجم نے ذرہ ذرہ سے فرق سے اس کے حسب ذیل نام بتائے ہیں:

قول: ''ہر چہ ازاں جنس بر ابیات تازی (عربی) سازند' آں را قول خوانند''

غزل: ''و ہر چہ بر مقطعاتِ فارسی باشد آں را غزل خوانند''

ترانہ: اہل دانش ملحونات ایں وزن را ترانہ نام کردند''۔

دوبیتی: ''شعر مجرد آں را دوبیتی خوانند از برائے آنک بنا' آں بر دو بیت بیش نیست''۔

رُباعی: ''و مستندہ آں را رباعی خوانند از بہر آنک بحر ہزج در اشعار عرب مربع الاجزاء آمدہ است۔ پس ہر بیت ازیں وزن دو بیت عربی باشد''۔

محمد بن قیس رازی کی تصریح کے مطابق اس کا پہلا نام ''ترانہ'' رکھا گیا (معجم فی معائر اشعار العجم ص ۸۹ گب) اور دوسرے نام بعد کو رکھے گئے۔ لیکن دولت شاہ کا بیان ہے کہ پہلے اس کا نام ''دوبیتی'' رکھا گیا (تذکرہ دولت شاہ ص ۳۰ گب) پھر رباعی' دوبیت یا دوبیتی کا لفظ تو عربی میں ہمیشہ کے لیے رہ گیا (ابن خلکان)۔ مگر فارسی میں چھٹی صدی تک اس لفظ کا استعمال رباعی کی جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ محمد بن علی راوندی نے ''راحۃ الصدور'' ۵۹۹ھ میں ہر جگہ ''دوبیتی'' لکھا ہے۔ انوری نے سلطان سنجر کی مدح میں جو رباعیاں لکھی ہیں ان کو بھی دوبیتی کہا ہے۔ (راحۃ الصدور ص ۲۰۲ گب) لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ قدما عربی میں رباعی کو صرف دوبیتی کہتے تھے۔ رباعی نہیں کہتے تھے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ رباعی بھی کہتے تھے۔ چنانچہ ''نشوار المحاضرہ'' میں جو چوتھی صدی کے وسط کی مستند عربی تصنیف ہے۔ رباعیات کا لفظ موجود ہے۔۔۔ باخرزی المتوفی ۸۶۸ھ نے بھی ''خریدۃ القصر'' میں رباعیات کا لفظ استعمال کیا ہے (ص ۱۷۴)۔۔۔ صورتِ واقعہ کچھ بھی ہو اور وہ شاعر کوئی بھی رہا ہو۔۔۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں رباعی کی صنف پیدا ہوئی۔ رباعی'' موصوفیہ بلکہ شعرا کے ضمن میں تذکروں میں سب سے پہلا نام حضرت بایزید بسطامی المتوفی ۲۳۴ھ کا ملتا ہے۔ چنانچہ ''مجمع الفصحا'' میں تین رباعیاں ان کے نام سے ہیں۔ لیکن زبان کی صفائی اور رباعی کا وزن جو تیسری صدی کے خاتمہ تک غیر معروف تھا اس نسبت کی صحت میں شک پیدا کرتا ہے۔ اور اس شک کی تائید والہ داغستانی کے بیان سے ہوتی ہے۔۔۔ رباعی گو شعرا میں

اگر دولت شاہ کا اعتبار کیا جائے تو ابو دلف عجلی اور ابن الکعب نے جو یعقوب صفار المتوفی ۲۹۷ھ کے درباری شاعر تھے، سب سے پہلے رباعی موزوں کی۔ اگر قیس رازی کی "معجم فی معائر اشعار العجم" کی روایت کا لحاظ کیا جائے تو اس کے گمان میں سب سے پہلے جس نے رباعی کہی وہ رودکی المتوفی ۳۰۴ھ ہے (مقالات ج۲، ۸۱ تا ۸۳)۔

رپٹ: "رپورٹ" انگریزی لفظ ہے۔ تھانے والوں کی زبان میں یہ "رپٹ" ہو گیا اور اس کے خاص معنی ہو گئے یہاں تک کہ لسان العصر اکبر نے کہا :

رپٹ لکھوائی ہے یاروں نے جا جا کر یہ تھانے میں ؛ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں
(نقوش، ۹۷ و ۹۸)۔

رحم: دیکھیے "رحیم"

رحمٰن: خدا کے لیے رحمٰن کا لفظ اسلام سے پہلے عام طور پر عربوں میں مستعمل نہ تھا۔ اصل میں یہ عبرانی لفظ ہے اور صرف یہود و نصاریٰ اور بعض دیگر ارباب مذہب اس کو بولتے تھے۔ چنانچہ یمن کے آخری کتبات میں رحمٰن ہی کا نام ملتا ہے۔ سدّ عرم کے عیسائی کتبہ کا آغاز "بنعمۃ الرحمٰن الرحیم" سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے جب ابتداءً رحمٰن کا نام لیا تو قریش کو اچنبھا ہوا کہ یہ کون نیا نام ہے۔ (سیرت ابن ہشام) صلح حدیبیہ میں جب حضرت علیؓ نے عہد نامہ کی پیشانی پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا تو قریش نے ماننے سے انکار کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے (صحیح بخاری)۔ (ارض ج۲، ۲۳۴)۔ اللہ کے بعد یہ دوسرا لفظ ہے جس کو عَلَم کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے معنی رحم والے کے ہیں۔ ... رحمٰن کا لفظ اسلام سے پہلے صرف عیسائی عربوں میں مستعمل تھا۔ عام اہل عرب میں اللہ کا لفظ مستعمل تھا۔ قرآن مجید کے ہر سورہ کے شروع میں نیز اور مقامات میں اللہ کو الرحمٰن کہہ کر سینکڑوں جگہ استعمال کیا ہے۔ بظاہر تو یہ وصف موصوف کی معمولی ترکیب ہے مگر درحقیقت یہ بدل و مبدل منہٗ ہیں اور اس سے اس رمز کی طرف اشارہ ہے کہ عام عربوں کا اللہ اور عرب عیسائیوں کا رحمٰن دو اجنبی ذاتیں اور دو بیگانہ ہستیاں نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں اور ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ (سیرت ج۴، ۵۰۶)۔

رحیم: "رحم کرنے والا"۔ "رحم" کا لفظ اس "رِحَم" سے نکلا ہے جس سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ اس لیے لغت کے لحاظ سے اس لفظ میں بھی مربیانہ محبت کا جذبہ نمایاں ہے۔ (سیرت ج۴، ۵۰۶)۔

رُخ: اصل "رتھ"۔ "رُخ" ہندوستان کی ایک سواری ہے جو شطرنج کا ایک مہرہ ہے۔ (لغات، ۲۲۲)۔

رزم: "رزم" کے معنی جمع کرنے اور باندھنے کے ہیں۔ (لغات، ۶۸)۔

رسم : "رسم" کے اصلی معنی نشان اور آئین کے ہیں۔ (لغات، ۶۸)۔

رسم خط : ابوریحان بیرونی نے جو سلطان محمود غزنوی کا معاصر تھا اور جس نے ہندستان میں سالہا سال رہ کر یہاں کے علوم و فنون اور زبانوں کو سیکھا تھا۔ ایک موقع پر ہندستان کے رسم خطوں کے سلسلہ میں لکھا ہے :

"ہندی خط بائیں طرف سے چلتا ہے۔ ان کے مشہور رسم کا نام سدھ ماترک ہے جو کشمیر کی طرف عموماً منسوب ہے اور یہی بنارس میں جاری ہے اور یہی مدھ دیس یعنی صوبہ متوسط میں جو قنوج کے اطراف کا نام ہے جس کو آریاورت" کہتے ہیں چلتا ہے۔ مالوہ کے حدود میں ایک خط جاری ہے جس کو ناگر کہتے اور اسی کے بعد اردناگری خط ہے یعنی آدھا ناگر کیونکہ یہ ناگرا اور دوسرے خطوں سے ملا جلا ہے اور یہ بھاتیہ اور کچھ سندھ میں مروج ہے۔ اس کے بعد ملواری خط ہے۔ جو ملوشا یعنی جنوبی سندھ میں رائج ہے اور کنڑی کرناٹک میں اور انتری (آندھری) انتر (آندھر) میں اور دراوڑی دراوڑ دیش میں اور لاری لار دیش (گجرات و کاٹھیاواڑ) میں اور گوڑی (بنگالی) پورب دیش میں اور بیکشک اور دنپور میں اور یہ بودھوں کا خط ہے"۔ (ص ۸۳)۔ نقوش، ۲۲، ۲۳)۔

رسول : لفظی معنی پیغامبر اور قاصد کے ہیں۔ (سیرت ج ۴، ۱۹۴)۔

رشوت : کسی کے مال سے ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھانے کی ایک عام صورت رشوت ہے۔ رشوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرے (مجمع البحار، علامہ فتنی) (سیرت ج ۶، ۱۰۷)۔

رفیق : رفق و لطف کے معنی یہ ہیں کہ معاملات میں سختی اور سخت گیری کے بجائے نرمی اور سہولت اختیار کی جائے۔ جو بات کی جائے نرمی سے، جو سمجھایا جائے وہ سہولت سے اور جو مطالبہ کیا جائے وہ میٹھے طریقہ سے کہ دلوں کو موہ لے اور پتھر کو بھی موم کر دے ... حدیثوں میں اس کا (اللہ کا) نام رفیق آیا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ باب فضل الرفق - ۱۲)۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے ہر قسم کے بندوں کے ساتھ ان کی خبرگیری اور رزق کا سامان پہنچانے میں رفق و لطف فرماتا ہے۔ (سیرت ج ۶، ۵۰۹، ۵۱۰)۔

رقم : آج ہم "رقم" روپے کی ایک مقدار کو کہتے ہیں۔ "رقم" کا لفظ یقیناً عربی ہے مگر اس معنی میں نہ عربی میں مستعمل ہے نہ فارسی میں بلکہ یہ خالص ہندستانی ہے۔ "رقم" کے معنی عربی میں نشان بنانے کے اور کپڑے کی دھاری کے ہیں۔ حدیث میں ہے: الا رقما فی ثوب۔ اس سے لکھنے کے معنی ہوئے جیسے

کالرقم علی الماء۔ عربی میں حساب اور ریاضیات کی کتابوں کے ترجمے ہوئے تو عدد کے نشان کے لیے "رقم" کا لفظ پسند کیا گیا اور اس پسندیدگی کی وجہ شاید یہ ہے کہ "رقم" اور "قلم" ایک قافیہ کے لفظ ہیں اور "قلم" خط یا اسکرپٹ کے معنی میں استعمال ہو چکا تھا۔ اسی لیے اسی کے وزن کا لفظ "رقم" اعداد کے لیے مناسب معلوم ہوا۔ یہ جمع کے ساتھ اقلام اور ارقام بولے جاتے تھے۔ بیرونی نے "کتاب الہند" میں خطوط اور ارقام استعمال کیا ہے (ص ۸) اسی سے اعداد کے علامات خصوصاً روپیے کے اعداد کے علامات کے لیے جو خاص ہندستان کی چیز ہے "ارقام ہندیہ" مستعمل ہوا اور جب حساب کی اصطلاح میں ارقام اور رقم کا لفظ آ گیا تو نقد روپیے کے لیے اس کا استعمال پا جانا کتنی بڑی بات تھی۔ (نقوش، ۳۰۸)۔

کابدار: دیکھیے "رکابی"۔

کابی: "رکاب" فارسی میں ہشت پہل پیالہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے "رکابی" بنی اور اب وہ پھیلے ہوئے چوڑے ظرف کو کہتے ہیں اور اسی سے ہندستانی امرا کے لیے "رکابدار" پیدا ہوئے جو کھانے کا انتظام کرتے تھے یا عمدہ عمدہ کھانے تیار کرتے تھے۔ (نقوش، ۳۱۶)[1]

کھ: اس کی اصل ہندی لفظ "رکھشا" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

وپیہ: روپیہ کا لفظ اور سکہ شیر شاہ کا چلایا ہوا ہے۔ (آئین اکبری ص ۱۸) اور عجب نہیں ہے کہ "روپا" سے بنا ہو۔ (نقوش، ۲۹۴) خلجی کے زمانہ میں۔۔۔ روپیہ کو تنکۂ نقرہ کہتے تھے اور تنکۂ نقرہ ایک تولہ چاندی کا ہوتا تھا۔ (فرشتہ ص ۱۱۴)۔ نقوش، ۲۹۴)۔

ؤف: یہ لفظ "رافت" سے نکلا ہے۔ "رافت" کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ (دبیر ۳، ۵۴۴)

ہیلہ: یہ پشتو لفظ ہے جس کے معنی "پہاڑی" کے ہیں۔ (مقالات ۱، ۴۰۸)۔

یا: "ریا" کے لغوی معنی دکھاوا اور نمائش کے ہیں۔ (سیرت ۶، ۴۹)۔

یاض
یاضت } عربی میں روض کے دو معنی ہیں: زمین کی سرسبزی و شادابی۔ اس نے باغ و بہار کا مفہوم پیدا کیا اور ریاضِ جنت کے پھول کھلائے۔ دوسرا مفہوم سواری کے جانوروں اور خصوصاً گھوڑے سدھانے، سکھانے اور پھیرنے کا ہے۔ عربی میں فعالۃ کا وزن پیشہ، فن اور صنعت کے کام آتا ہے۔ اس سے "ریاضۃ" بن کر گھوڑا پھیرنے کا فن یا پیشہ پیدا ہوا۔ گھوڑے کو پھیر کر سیدھا اور

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "رکابی اس مفہوم میں بھی جو ہندستان میں معروف ہے، فارسی میں موجود ہے۔" (معارف۔ ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۷۱)۔

شائستہ بنانے سے صوفیہ نے نفس کو رام کر کے شائستہ بنایا اور "ریاضتِ روحانی" اس کا نام رکھا۔ ادھر گوشت پوست اور جوڑ بند کے حسن کے شائقوں نے جسمانی مشق و ورزش کو "ریاضتِ جسمانی" کہا۔۔۔ جاہل اہلِ پیشہ نے کہا کہ ہم کو بھی اپنے کاموں میں محنت کم نہیں پڑتی۔ انھوں نے بھی اپنی صنعت کاری اور دیدہ ریزی کا نام "ریاض" رکھا۔ لیکن اس معنی میں یہ خالص ہندستانی ہے۔ (نقوش، ۳۱۰)۔

ریاضیات: (اس کی اصل کے لیے دیکھیے "ریاض"، "ریاضت")۔ ریاضت بن کر گھوڑا پھیرنے کا فن یا پیشہ پیدا ہوا۔ گھوڑے کو پھیر کر سیدھا اور شائستہ بنانے سے صوفیہ نے نفس کو رام کر کے شائستہ بنایا اور "ریاضت روحانی" اس کا نام رکھا۔۔۔ اہلِ علم کیوں چپ رہتے انھوں نے حساب و ہندسہ وغیرہ مشقی علوم کو "ریاضیات" کا خطاب دیا۔۔۔ اصلیت یہ ہے کہ ہندیوں کی طرح یونانیوں میں بھی بچوں کی تعلیم کا آغاز ریاضیات سے ہوتا تھا۔ اسی لیے جب شروع شروع میں عربی میں یونانی علوم آئے تو ریاضیات کا نام تعلیمات پڑا کیوں کہ تعلیم کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔۔۔ لیکن تعلیمات کی جگہ بہت جلد اس سے بہتر لفظ "ریاضیات" نے لے لی۔ (نقوش، ۳۱۰)۔

ز

زاویہ: اصلی معنی "گوشہ" (لغات، ۲۷)۔

زبور: عبرانی ہے یا حبشی الاصل ہے۔ اصل لفظ مزمور یا زمور ہے۔ عربی زبان میں "زمور" کی میم ب سے بدل گئی ہے۔ "زمور" گیت کو کہتے ہیں۔ "زبور" جن کو "مزامیر داؤد" کہتے ہیں چونکہ وہ حضرت داؤد کی مناجاتوں کا مجموعہ ہے اس بنا پر اس کا نام "زبور" رکھا گیا۔ (مقالات ۴، ۴۲)۔

زخمہ: آہستہ آہستہ ٹھوکر یا ضرب جیسے ستار یا ہارمونیم پر بجانے والے کے ضربات۔ "زخم" سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی ڈھکیلنا ہیں۔ (لغات ۳۳)۔

زعیم: (DEMAGOGUE) کے لیے ایک لفظ مشکل سے ملے گا۔۔۔ ایک لفظ "زعیم" ہے۔ یہ کسی قدر اردو میں معروف بھی ہے۔ اسی کو اس معنی میں استعمال کرنا چاہیے۔۔۔ اس کے لغوی معنی یہ ہیں:

"سردار جماعت و سخن گوینده از طرف ایشاں"۔ (مکتوبات ۱، ۲۹)۔

زکوٰۃ: زکوٰۃ کے لغوی معنی "پاکی" اور "صفائی" کے ہیں۔ یعنی گناہ اور دوسری روحانی، قلبی اور اخلاقی برائیوں سے پاک و صاف ہونا، قرآن پاک میں یہ لفظ اسی معنی میں بار بار آیا ہے:

قد افلح من تزکّٰی (اعلیٰ۔۱) مراد پایا وہ جو پاک صاف ہوا۔ (سیرت ۵، ۲۴۲)۔ (مزید دیکھیے "تزکیہ")

زمیندار: زمیندار اور زمینداری بھی لفظوں میں فارسی ہیں اور معنی میں سراسر ہندی۔ (نقوش، ۳۴۸)۔

زنجبیل: (سونٹھ یا ادرک) اس کی اصل سنسکرت لفظ "زرنجابیرا" ہے۔ (تعلقات ۶۹) یہ قرآن پاک میں جنت کی تعریف میں استعمال ہونے والے تین ہندستانی الفاظ میں سے ایک ہے۔ (دوسرے الفاظ "مسک" اور "کافور" ہیں)۔ (تعلقات، ۷۲)۔

زورق: ابو علی محسن تنوجی المتوفی ۳۸۴ھ نے اپنی کتاب "نشوار المحاضرہ" میں ... "زورق" کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۳۶، طبع مارگولیتھ) جو چھوٹی سی تفریحی کشتی ہوتی تھی۔ (جہاز ۴) اس کی اصل فارسی لفظ "زورہ" ہے (جہاز، ۴)

س

سامرہ: شہر سامرہ جس کی عربی اصل "سرّ من رائے" (جو اس کو دیکھے وہ خوش ہو) ہے۔ یہ شہر معتصم عباسی نے ۳۲۷ھ بسایا تھا۔ (مقالات ۱، ۴۲۲)۔

ساہول: معماروں کے ایک ضروری آلہ کا نام ہماری زبان میں "ساہول" ہے۔ لمبے تاگہ میں ایک وزنی لوہا یا کوئی دھات گول سی بندھی ہوتی ہے۔ اس کو نیچے لٹکا کر اونچائی سے دیوار کی سیدھ دیکھتے ہیں۔ خوارزمی نے "مفاتیح العلوم" میں ایک آلہ کا نام "شاقول" لکھا ہے اور اس کی تشریح یہ کی ہے... "وہ ایک بوجھل چیز جو رسی کے کنارے باندھ کر نیچے لٹکائیں اس کی ضرورت بڑھئیوں اور معماروں کو ہوتی ہے" (لیڈن، ص ۲۵۵)۔

اس تشریح سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہندی "ساہول" کی عربی صورت "شاقول" ہے۔ عربی میں "شقل" کے معنی "وزن" کے لکھے ہیں۔ مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ "شاقول" ش سے نہیں "ثاقول" ث سے ہو۔ یعنی ثقل اور بوجھ کے معنی۔ مگر ہئیت کی کتابوں میں بھی "شاقول" ہی دیکھا گیا ہے۔ کیا وہاں بھی تصحیف ہوئی ہے؟ (نقوش، ۳۲۲)۔

سائل: مانگنے والے کو کہتے ہیں۔ لیکن عام شہرت کی بنا پر سائل کے معنی صرف "بھیک منگے" کے لینا ٹھیک نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ ضرورت مند مراد ہو سکتا ہے جو تم سے کسی چیز کا خواستگار ہو۔ (سیرت ۶، ۳۰۱-۳۰۲)۔

سائیس: اس کا اصل مادہ "سوس" ہے ... "سوس" کے اصل معنی نگرانی و انتظام کے ہیں۔ اسی مناسبت سے چرواہے کو بھی "سوس" ابتداءً کہتے ہوں گے جس سے منتقل ہو کر گلہ بانی سے جہاں بانی کے لیے عربی میں یہ لفظ مستعمل ہوا۔۔ گلہ بانی و چوبانی کا اثر صرف ایک لفظ میں ہمارے یہاں باقی ہے یعنی "سئیس" خادمِ اسپ۔ عجب نہیں کہ عربی میں یہیں سے لفظ "صوص" گھوڑے کے لیے مستعمل ہوا ہو۔ (ارض ۱، ۱۴۹)۔ ہماری زبان میں سائیس اور سئیس کا لفظ اسی "سیاست" سے بنا ہے۔ اس کی اصل "سائس" ہے۔ مگر پیسے اور نوکری

کے لحاظ سے "سائیس" کا یہ مفہوم خالص ہندستانی ہے، نہ عربی ہے اور نہ فارسی... سیاسی اور سئیس دونوں کی اصل ایک ہی ہوئی، دونوں نگرانی اور نگہبانی کرتے ہیں۔ (نقوش، ۳۱۳)۔

سبب : عربی میں اس کے معنی رسّی اور ڈوری کے ہیں جس سے کسی کو باندھا جائے۔ اس سے عربی میں ذریعہ کے معنی پیدا ہو گئے۔ اس سے اہلِ فلسفہ اور فارسی اور اردو والوں نے اس کو علّت اور وجہ کے معنی میں بول دیا... اس کی جمع اسباب بنائی اور اس کے دو معنی قرار دیے۔ جب اس کو مفرد کے طور پر بولیں تو سامان سمجھیں اور جب جمع بولیں تو وہ سبب کی جمع ہے۔ (نقوش، ۳۳۳)۔

سچ : اس کی اصل، ہندی لفظ "ست" یا "سانچ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

سرخی : پہلے زمانہ میں قلمی کتابوں میں باب اور عنوان کو امتیاز کے لیے سرخی سے لکھا کرتے تھے۔ اب ہمارے زمانہ میں جب چھاپہ ایجاد ہوا تو خود باب کے یا مضمون کے عنوان کو سرخی کہنے لگے، چاہے آپ اس کو سیاہی ہی سے لکھیں... شیخ نصیر محمود چراغ دہلی کے مرید سید محمد حسنی اپنے مکتوبات میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "کیفیت دیباچہ کہ بقلم مبارک آں محبوب نبشتہ بودند برائے سرخی بنشستن آں سپیدی بنشستہ عین فرستادہ شدہ است در دیباچہ بنویسند... ذات لفظ صلوٰۃ سرخی بنویسند"

(نقوش، ۳۲۵)۔

سفینہ : خالص عربی لفظ ہے۔ "سفن" کے معنی بسولے (تیشہ) سے لکڑی چھیلنے کے ہیں۔ سفین و سفینہ کے معنی بسولے سے چھیلی ہوئی لکڑی۔ اس سے ظاہر ہے کہ کشتی کا نام سفینہ کیوں پڑا۔ (جہاز، ۵) (بیاض کے معنی میں "سفینہ" کے لیے دیکھیے "بیاض")

سکت : اس کی اصل، ہندی لفظ "شکتی" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

سلطان / **سلطنت :** عرب کی صحیح روایات میں فاتح مصر کا نام "شدّاد" ظاہر کیا گیا ہے۔ مانیتو (مصر کا قدیم مورخ جس نے مسیح سے ۲۶۰ برس پیشتر یونانی میں مصر کی تاریخ لکھی تھی) نے "سلاط" لکھا ہے حقیقت میں یہ دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ "شدّاد" کے معنی "قوی" اور "جابر" کے ہیں اور "سلاط" بھی سامی زبانوں میں یہی معنی رکھتا ہے جس سے عربی زبان میں "سلطان" اور "سلطنت" نکلے ہیں۔ (ابن، ۱۴۹)۔

سُلفہ : ناشتہ کے طور پر جلدی جلدی جو کھانا پہلے تیار کر کے مہمان کے سامنے رکھ دیا جائے عربی میں اس کو "سلفہ" کہتے ہیں یہ اسی سے سَلَف (اگلے لوگ) کا لفظ نکلا ہے[1]۔ عربی کا یہ سُلفہ ہمارے ملک میں کھانے

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "یہ کہنا کچھ ٹھیک نہیں ہے کہ سُلفہ سے سلف نکلا ہے۔" (معارف ستمبر ۱۹۳۹ء — ص ۱۷۱)۔

کے دسترخوان پر تو بار نہ پا سکا۔ مگر پینے کی یارانہ محفل میں ایک ہزار برس کے بعد اس کو جگہ مل گئی۔ نورالدین جہاں گیر کے زمانہ میں تمباکو امریکہ سے ہندستان آیا اور حکیم گیلانی کی پر حکمت ترکیبوں سے توا، چلم، حقہ اور نَے کی شکل پیدا ہوئی۔ یہ تو امیروں کی باتیں تھیں، اس حقّہ کی تیاری کے لیے بڑا وقت، بڑا سامان اور ایک دو ملازم چاہیے اور غریبوں کے پاس نہ اتنا وقت، نہ اتنا سامان، نہ ملازم، انھوں نے اپنے ہاتھ سے بھر کر سلفہ جلدی جلدی تیار کر لیا اور پی پلا کر اپنے کام پر روانہ ہو گئے۔ (نقوش، ۳۱۵) ۔

سُلوک: روش، اخلاق، اس لفظ کا ٹھیک ترجمہ "چال چلن" ہے۔ (لغات ۸۰) ۔

سماں: اس کی اصل، ہندی لفظ "سمے" ہے۔ (نقوش، ۲۵۲) ۔

سمدھی: اس کی اصل، ہندی لفظ "سمبندھی" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶) ۔

سمرقند: رواۃ عرب، تبابعۂ یمن کی نسبت بڑے بڑے عظیم الشان فتوحات اور ملک گیری ۔ ۔ ۔ کے عجیب غریب واقعات بیان کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ شمر یرعش کی تیغ کشورکشا عرب سے ترکستان تک بلند ہو کر ایک شہر کو ویران کر دیتی ہے اور اس کا نام "سمرکند" پڑتا ہے یعنی شمر نے اس کی بیخ و بنیاد کھود ڈالی ۔ ۔ ۔ ۔ انھوں نے "کند" کو فارسی لفظ "کندن" سے مشتق سمجھا۔ حالانکہ قدیم ترکستانی زبان میں "کند" شہر کو کہتے ہیں۔ سمرکند، تاشکند، خوکند، یہ سب ترکستانی شہروں کے نام ہیں۔ ترکستان کی زبان بہ زمانۂ اسلام فارسی ہو گئی تھی۔ لیکن شمر یرعش کے زمانہ میں تو فارسی نہ تھی جو "کند" فارسی "کندن" سے ماخوذ ہوتا۔

(ارض ۱، ۲۹۲) ۔ شمر یرعش کا زمانۂ حکومت ۲۸۶ تا ۳۱۵ء (ارض ۱، ۲۸۹) ۔

سنّت: "سنّت خالص عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لفظی معنی رستے کے ہیں۔ لیکن بول چال میں اس کے معنی اس طریقۂ عمل کے ہیں جس پر ہمیشہ کوئی عمل جاری رہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہے۔ قد مضت سُنّۃُ الاولین (انفال) گذشتہ قوموں کا طریقِ عمل گذر چکا ۔ ۔ ۔ "سُنّۃُ اللہ" کا لفظ قرآن مجید میں اس معنی میں کئی دفعہ آیا ہے۔ ولن تجدَ لِسُنّۃِ اللہِ تبدیلا (احزاب و فتح) خدا کے طریقِ عمل میں تم تبدیلی نہ پاؤ گے۔ ۔ ۔ ۔ اصطلاح میں اس کے معنی وہ طریق ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر قائم رہے۔ (مقالات ۲، ۱۸۰، ۱۸۱ و ۱۹۶) ۔

سند: سارٹیفکٹ، دستاویز، اصلی معنی تکیہ گاہ جس پر ٹیک لگایا جائے۔ (لغات ۸۱) ۔

سوڈان: سودان، اسود کی جمع ہے۔ حبشی چونکہ کالے ہوتے ہیں۔ عرب ان کو سودان کہتے تھے اور ان کے ملک کو "بلاد السودان" کہتے ہیں۔ کثرت استعمال سے اب خود ملک کو بھی سوڈان کہنے لگے۔ (لغات، ۸۲) ۔

سوسی: ہمارے ملک میں رنگین باریک دھاریوں کا ایک سوتی کپڑا ہوتا جس کو "سوسی" کہتے ہیں... شمالی افریقہ کے ایک صنعتی مقام کا نام... سوسہ ہے۔ یہ عربوں کی ترقی کے عہد میں پارچہ بافی کا بڑا مرکز تھا اور یہاں کے بُنے ہوئے کپڑے کو سوسی کہتے تھے۔ پھر اس نمونہ پر جہاں جہاں کپڑے بُنے جانے لگے ان کو سوسی کہنے لگے۔ یہ گویا ایک طرز کا نام ہو گیا۔ یہ کپڑے کبھی اس شان کے بُنے جاتے تھے کہ ان کے ایک ایک تھان کی قیمت آٹھ آٹھ اشرفی ہوتی تھی۔ جغرافی ڈکشنری "معجم البلدان" کا مصنف یاقوت حموی رومی جس نے ۶۳۶ھ میں وفات پائی ہے سوسہ کے ذکر میں لکھتا ہے:

> "صحیح یہ ہے کہ سوسہ ایک چھوٹا سا شہر افریقہ کے اطراف میں ہے... یہاں کے اکثر باشندے کپڑے بننے والے ہیں۔ یہ بیش قیمت (باریک) سوسی کپڑے بنتے ہیں اور جو کپڑا دوسری جگہوں پر ایسا بنا جاتا ہے وہ ان ہی کی نقل ہے (یا ان ہی کے مشابہ ہے)۔ ان میں سے ایک تھان کی قیمت وہاں دس دینار ہے... اور جو دھاگا وہاں کتتا ہے اس کے ایک مثقال کی قیمت دو مثقال سونا ہے۔"

لیکن ہماری ہندستانی سوسی بہت سستی ہے اور غریبوں کی ستر پوش ہے۔ اکثر غریب عورتوں کے پاجاموں میں کام آتی ہے۔ چیز وہ نہیں رہی طرز رہی ہے۔ وہ ریشمی ہوگی یہ سوتی ہے۔ (نقوش، ۳۰۵، ۳۰۶)۔

سہی: "صحیح" کو ہم نے "سہی" کر دیا ہے اور اس سے ایک نئے معنی پیدا کر لیے ہیں۔ (نقوش، ۳۳۱)۔

سیاس: "سیاسی" آج کل جس کو کہتے ہیں، ہمارے تازہ دکھنی نوجوانوں نے اس کے لیے "سیاس" کا ایک نیا لفظ گھڑا ہے مگر بالکل بے اصل اور بے قیاس ہے۔ یہ لفظ واوی ہے یائی نہیں۔ دھوکا سیاست اور سیاسی کی "ی" سے ہوا ہے۔ مگر واؤ کی جگہ یہ "ی" قاعدے سے ہے اور "سیاس" میں واؤ کی جگہ "ی" بے قاعدہ ہے۔ اگر یہ لفظ بن سکتا تو "سواس" ہوتا "سیاس" نہیں۔ اب یہ "سیاس" جب تک چل نہ جائے غلط العام فصیح کے حدود میں نہیں آسکتا۔ (نقوش، ۲۱۲)۔

سیاست: "سیاست" کا اصل مادہ لغت میں "سوس" ہے... "سوس" کے اصلی معنی نگرانی و انتظام کے ہیں۔ اسی مناسبت سے چرواہے کو بھی "سوس" ابتداءً کہتے ہوں گے جس سے منتقل ہو کر گلہ بانی سے جہاں بانی کے لیے عربی میں یہ لفظ مستعمل ہوا۔ اسی ماخذ سے "سیاست" کا لفظ اب عام طور سے اس معنی میں بولتے ہیں۔ (ارض ط ۱۴۹)۔ لغت میں اس کے اصلی معنی جانوروں کی دیکھ بھال اور نگرانی ہے اور اسی سے امیر کی اپنی جماعت کی اور بادشاہ کی اپنی رعایا کی نگرانی اور خدمت کا مفہوم پیدا ہوا۔

ظالم بادشاہ ہو گئے ظلم نے اس کے معنی بدل دیے۔ اسی سے "سیاست کردن" سزا دینے کے اور اردو میں قہر و غضب کے معنوں میں استعمال ہوا ہے:

عوض اللہ اس کا محکمہ میں حشر کے لے گا   کرے گا جو سیاست، حاکم ظالم رعیت پر (صبا)

... مجھے پروفیسر ٹی، ڈبلیو، آرنلڈ کی تحقیق سے اختلاف مقصود تھا۔ "سواء السبیل فی معرفت المولد و الدخیل" میں وہ کہتے ہیں کہ "سیاست" ترکی سے ہے۔ چنگیز خاں نے اپنی اولاد کے لیے جو چند ملکی قاعدے بنائے تھے ان کا نام "سہ یاسہ" تھا۔ اسی سے عربی میں سیاست آیا۔ مگر یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ یہ لفظ عربی میں اتنا پرانا ہے کہ حدیث تک میں موجود ہے: ان الناس کان یسوسھم الانبیاء (صحیح مسلم)۔

پہلی صدی ہجری کے آخر میں محمد بن قاسم نے جب ۱۷ برس کی عمر میں سندھ فتح کیا تو ایک شاعر نے اس کی مدح میں کہا: ساس الرجال لسبع عشرۃ حجۃ   اس نے ۱۷ برس کی عمر میں لوگوں کی سیاست کی۔

ابن ندیم نے "فہرست" میں جو ۳۷۵ھ میں تاتاریوں سے صدیوں پہلے لکھی گئی "سیاسیات" کا لفظ سیاسی ملکی کتابوں کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ پھر قدیم کتب لغت میں اس کی اصل موجود ہے۔ (النقوش، ۳۱۱، ۳۱۲)۔

سینی: بمعنی طشت، عربی میں "صینی" جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ چینی اصل کا لفظ ہے (لغات، ۲۱۲)۔ (مزید) "صحن" پہلے "طبق" کو کہتے تھے۔ (لغات، ۹۹)۔

ش

شاباش: شاد باش، مرحبا، فارسی (لغات، ۵۷)۔

شاطر: دھوکا دینے والا... (مصدر کے) قدیم معنی شوخی و بیباکی۔ (لغات، ۹۰)۔

شاگرد پیشہ: "گلستاں"... میں وہ حکایت آئی جس میں پردہ اور علم کا مناظرہ ہے:

این حکایت شنو کہ در بغداد   رایت و پردہ را خلاف افتاد

علم شاہی نے جھک کر پردۂ شاہی سے شکایت کی کہ سفر میں اور لڑائیوں میں تو مارا مارا میں پھرتا ہوں اور قرب سلطانی تم کو حاصل ہے۔ تم نازنین کنیزوں کے ہاتھوں میں رہتے ہو اور من فتادہ بدست شاگرداں۔ اس سے خیال آیا کہ شاہی ملازم اور خدم و حشم کے معنوں میں یہ "شاگرد" پرانا لفظ ہے اور اسی سے "شاگرد پیشہ" ہے اور ہماری زبان میں محلوں کے اس حصہ کو کہنے لگے جو خاص طور سے ان کے لیے بنائے جاتے ہیں (النقوش، ۳۱۹)۔ "شاگرد" بمعنی شاہی خدام کی اصل مولانا شروانی "شاہ گرد" بتاتے ہیں یعنی جو لوگ بادشاہ کے ارد گرد رہتے ہوں۔ (النقوش، استدراک من الف)۔

شاہد: لفظ "شَہِدَ" کے لغوی معنی کسی مقام یا زمانہ میں موجود اور حاضر رہنے کے ہیں۔ اسی سے "شہادت" اور "شاہد" کے الفاظ نکلے ہیں۔ (سیرت ۵، ۳۰۱)۔

شبلی: شبلی مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ شبلی بغدادی المتوفّٰی ۳۳۴ھ کا نام مشہور ہے۔ مگر درحقیقت یہ نام نہیں۔ ان کا نام ابوبکر دلف بن محجد ربتایا جاتا ہے اور شبلی ان کے وطن شبلیہ (واقع اشروسنہ ترکستان) کی طرف منسوب ہے (انساب سمعانی) یہ نسبت ان پر ایسی غالب آئی کہ اس نے نام کی جگہ لے لی۔ (شبلی ۶۸)۔

شخص: اصل معنی سواد الانسان من بعید۔ (لغات، ۸۰)۔

شدّاد: دیکھیے "سلطان، سلطنت"۔

شدید: (قرآن میں) "شدید" کے مشترک معنی یہ ہیں کہ جو اپنی مخالف قوت کے سامنے نہ جھکے بلکہ اس کے مقابلے میں مضبوط اور سخت رہے۔ (سیرت ۶، ۱۷۲)۔

شذرات: شذرہ کی جمع ہے۔ عربی میں سونے کے ٹکڑوں کو "شذرہ" کہتے ہیں۔ مصر کے بعض رسالے استعارۃً متفرق نوٹس کو شذرات کہتے ہیں۔ (لغات، ۸۷)۔

شراب، شربت: عربی میں "شرب" (پینا) سے ایرانیوں نے "شراب" اور "شربت" تیار کیا اور ہم ہندستانیوں نے قبول کرلیا۔ "شراب" کے عربی معنی ہیں جو چیز پی جائے۔ یہاں تک کہ قرآن میں دودھ کو بھی شراب کہا ہے۔ ایرانیوں نے جس کو شراب کہا اس سے متوالی شراب مراد ہے۔ اسی سے یورپی زبانوں میں "سیرپ" (SYRUP) تیار ہوا جو شکر پڑ کر میٹھا ہوگیا۔ لیکن ایرانیوں کے اثر سے ہم نے پانی میں شکر گھول کر جو چیز تیار کی اس کو "شربت" کا نام دیا۔ لفظ عربی اور معنی عجمی۔ عربی میں اسکے معنی فقط پینے کے ہیں۔ (نقوش ۳۱۶، ۳۱۷)

شرح: "شرح" کے لغوی معنی عربی میں "چیرنے پھاڑنے" کے ہیں۔ اسی سے طب کی اصطلاح "علم تشریح اجسام" نکلی ہے۔ چونکہ چیرنے پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایاں ہوجاتی ہے۔ اس لیے اس سے "تشریح امر" اور "تشریح کلام"، "شرح بیان" اور "شرح کتاب" وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوئے ہیں۔ اسی سے ایک اور محاورہ "شرح صدر" کا پیدا ہوا ہے جس کے معنی "سینہ کھول دیے" کے ہیں اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت واضح کر دینا ہوتا ہے۔ (سیرت ۳، ۴۹۹)۔

شرک: "شرک" کے یہ معنی ہیں کہ ایک خدا کو مان کر اُسکی اعانت و امداد کے لیے اسکے اعوان و انصار کا یقین رکھا جائے۔ (ارض ۲، ۳۱۶)۔

شطرنج: شطرنج کا نام بھی ہندستان کا مقبوضہ ہے۔ اس کی اصل "چترنگ" (چار عضو والا) ہے۔ (سوا البیل

فی معرفۃ المولد والدخیل، پروفیسر آرنلڈ)۔ (التعلقات، ۱۸۴)۔

شعبہ : اصلی معنی "شاخِ درخت" (لغات، ۹۱)۔

شعشعہ : چمکنا، درخشاں ہونا، قدیم معنی پراگندہ ہونا۔ موجودہ معنی اس لفظ سے اس طور سے پیدا ہوئے۔ شعرائے مولدین نے روشنی کی صفت میں اس لفظ کو پہلے استعمال کیا۔ علامہ شامی کا شعر ہے ؎

یزید علی الانوار فی النور والھدیٰ　　نشاھد فی عدنٍ ضیاءً مشعشعاً

ضیاء مشعشع یعنی بہ ضیاءً منتشراً۔ اس استعمال سے رفتہ رفتہ چمکنے کے معنی پیدا ہو گئے۔ (لغات، ۹۱)۔

شفاعت : اصل لغت میں "شفع" میں سے نکلا ہے جس کے معنی جوڑا بننے، ایک ساتھ دوسرے کے ہونے کے ہیں۔ چونکہ "شفاعت" اصل میں یہی ہے کہ درخواست کنندہ اور عریضہ گذار کے ہم آہنگ ہو کر کسی بڑے کے سامنے اس کی عرض و درخواست کو قبول کر لینے کی خواہش کا اظہار کرنا۔ آپ صلعم کی شفاعت بھی یہی ہوگی کہ آپ گنہگاروں کی زبان بن کر ان کی طرف سے خداوند ذوالجلال کے اذن سے اس کے سامنے ان کی بخشائش و مغفرت کی درخواست پیش کریں گے۔ (سیرت ۳، ۸۶۲، ۸۶۳)۔

شکر : لغت میں "شکر" کے اصلی معنی یہ ہیں کہ:

"جانور میں تھوڑے سے چارہ ملنے پر بھی تروتازگی پوری ہو اور دودھ زیادہ دے"۔

اس سے انسانوں کے محاورہ میں یہ معنی پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا سا بھی کام کر دے تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے۔ (سیرت ۵، ۴۸۴)۔ (مزید دیکھیے "شکریہ")۔

شکریہ : اصل عربی ہے مگر شکل عربی نہیں۔ اب اس سے ہم نے دو لفظ بنائے ہیں، "شکر" اور "شکریہ"۔ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور انسانوں کا شکریہ۔ (نقوش، ۹۸)۔ (مزید دیکھیے "شکر")۔

شکل : عربی میں اس کے معنی "مثل"، "مشابہ" ہیں اور اردو میں "صورت"۔ (النقوش، ۳۴۴)

شکیل : عربی میں اس کے معنی "ہم مثل" ہیں اور اردو میں "خوبصورت" (النقوش، ۳۴۴)۔

شوربا : عربی کا "شربہ" ہے مگر معنی بدل گئے ہیں۔ عربی میں شُربۃٌ اس کو کہتے ہیں جتنا ایک دفعہ پی لیا جائے۔ اس سے ایرانیوں نے "شوربا" بنا لیا اور گوشت کے پانی کو کہنے لگے۔ انھوں نے "شوربا" کو پھر "شوربا ج" بنا لیا مگر ہماری ہندستانی میں "شوربا" ہی رہا۔ بگڑا تو "شروا" ہو گیا۔ (نقوش، ۳۱۶)۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بڑی قابلیت سے "معارف" میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ "شوربا" فارسی لفظ و ترکیب ہے۔

”شور“ نمکین اور ”با“ پُرانی فارسی میں کھانے کو کہتے ہیں چنانچہ اسی سے ہماری زبان میں شکنبا، باورچی، نان بائی وغیرہ لفظ ہیں جن میں ”با“ کا جز ان ہی معنوں میں ہے[1] (نقوش، استدراک ص الف)۔

شہادت: دیکھیے ”شاہد“۔

شہوت: عربی میں لفظ ”شہوت“ مطلق خواہش کے معنی میں ہے جو کھانے، پینے، مطالعہ، کتاب ہر ایک کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ مگر ہماری ہندستانی میں ایک خاص معنی میں بولا جاتا ہے۔ (نقوش، ۹۸)۔ اردو میں اس کے معنی ”جنسی خواہش“ ہوتے ہیں۔ (نقوش، ۲۴۶)

ص

صاحب: ”صاحب“ کے عربی معنی ”ساتھی“ کے ہیں۔ اس سے عربی میں ”والا“ کے معنی پیدا ہوئے، جیسے صاحب علم (علم والا)۔ اس کے بعد وزیروں کو جو بادشاہوں کے ساتھی اور مصاحب ہوتے تھے، ”صاحب“ کہنے لگے جیسے صاحب ابن عباد وغیرہ۔ اب ”صاحب“ کے معنی آقا کے ہوئے اور ہر نام کے آخر میں تعظیم کے لیے لگنے لگا۔ انگریز آئے تو وہ سارے ہندستانیوں کے آقا ٹھہرے۔ اس لیے وہ صاحب ہوئے۔ (نقوش، ۲۲۸)۔

صادر: ”صدور“ سے مشتق ہے جس کے قدیم معنی مویشی کا گھاٹ سے پانی پی کر واپس جانا ہے۔ (لغات، ۳۶)۔

صبر: ”صبر“ کے لغوی معنی ”روکنے“ اور ”سہارنے“ کے ہیں یعنی اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ ثابت قدم رکھنا۔ (سیرت، ج ۵، ۳۴۵)۔

صحافت: اخبار نویسی ”صحیفہ“ سے مشتق ہے جس کے معنی ”کاغذ“ ہیں۔ (لغات، ۶۰)۔

صحن: پہلے بڑے طبق کو کہتے تھے۔ (لغات، ۹۹)۔

صدر: انسان کے دھڑ کا اوّل اور اعلیٰ حصہ ہے۔ (لغات، ۱۰۰)۔

صدور: کسی اخبار یا رسالہ کا نکلنا۔ حکم کا جاری ہونا۔ ”صدر“ کے قدیم معنی گھاٹ سے اونٹ کا واپس ہونا۔ عجمی زبانوں میں ”صدور“ کے معنی آنے اور صادر ہونے کے پیدا ہو گئے اور اسی سے موجودہ معنی نکلے ہیں۔ (لغات، ۱۰۰)۔

صفیر: حقیقت میں پرندوں کی آواز کو کہتے ہیں۔ (لغات ۱۰۱)۔

صلوٰۃ: ”صلوٰۃ“ کے معنی عربی اور عبرانی زبانوں میں ”دعا“ کے ہیں۔ اس لیے نماز کی لفظی حقیقت

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: ”عربی مادہ ش ر ب سے ذرا بھی تعلق نہیں ... دو لفظوں ”شور“ اور ”با“ سے مل کر بنا ہے اور یہ دونوں فارسی اور ٹھیٹ فارسی ہیں۔ ”با“ کے معنی محض کھانے کے ہیں۔“ (معارف، ستمبر ۱۹۳۹ء - ص ۱۷۴)۔

خدا سے درخواست اور التجا ہے۔ (سیرت ج۶، ۴۴۴)۔

صلہ رحمی: عربی زبان میں قرابت کا حق ادا کرنے کو وصلِ رحم (رحم ملانا) کہتے ہیں۔ اسی لفظ کی دوسری معروف شکل صلۂ رحم (رحم ملانا) ہے اور قرابت کے حق کو نہ ادا کرنے کو قطعِ رحم (رحم کاٹنا) کہتے ہیں کہ رحم مادری ہی تعلقاتِ قرابت کی جڑ ہے۔ (سیرت ج۶، ۲۷۴)۔ آپس کے تعلقات میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا جو برتاؤ کیا جاتا ہے اس کو صلۂ رحم کہتے ہیں کیونکہ قرابتوں کے سارے رشتے رحمِ مادری سے پیدا ہوئے ہیں۔ (سیرت ج۶، ۴۴۴)۔

صمد: "صمد" کے معنی لغت میں اونچی پتھریلی زمین یا چٹان کے ہیں جو کسی ایسے علاقہ میں ہو جہاں سیلاب آتا ہو تو اس پر نہ چڑھتا ہو اور لوگ اس وقت دوڑ دوڑ کر اسی پر چڑھ کر اپنی جانیں بچائیں۔ پھر "صمد" کے اس لغوی معنی سے اس سردار کے معنی پیدا ہوئے جو بزرگی اور شرافت میں انتہائی معراجِ کمال پر ہو اور اس سردار کو بھی کہنے لگے جس کی موجودگی کے بغیر مجلس میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکتا ہو اور اس سردار کو بھی کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی سردار نہ ہو اور اس جائے پناہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوا جو سب کو مصیبت کے وقت اپنے دامن میں پناہ دے سکے۔ اور اس مرجع و مرکز کے معنی میں بھی آیا جس کی طرف ہر شخص دوڑ دوڑ کر جاتا ہے۔ "صمد" ٹھوس کو بھی کہتے ہیں جس کے اندر جوف نہ ہو۔ اسی سے اس کو بھی کہتے ہیں جو کھاتا پیتا نہ ہو اور جس کے آل و اولاد نہ ہو۔ اس کو بھی کہتے ہیں جس سے کوئی بے نیاز نہ ہو۔ اس بہادر کو بھی کہتے ہیں جس کو لڑائی میں بھوک اور پیاس نہ لگتی ہو۔ "صمد" اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو حمل نہ رہا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "صمد" وہ سردار ہے جو اپنی بزرگی اور سرداری میں درجۂ کمال پر ہو۔ وہ شریف جس کی شرافت کامل ہو۔ وہ بڑا جس کی بڑائی میں کوئی نقص نہ ہو۔ وہ بردبار جس کی بردباری بدرجۂ اتم ہو۔ وہ بے پرواہ بے نیاز جس کی بے پروائی و بے نیازی کی کوئی حد نہ ہو۔ وہ زبردست جس کے جبروت کی انتہا نہ ہو۔ وہ علم والا جس کا علم بدرجۂ اتم ہو۔ وہ حکیم جس کی دانائی بمرتبۂ کمال ہو یعنی وہ جو بڑائی اور بزرگی کی ہر صنف میں کامل ہو۔ (کتاب الاسماء والصفات۔ امام بیہقی۔ ص ۴۳)۔

ان معنوں کے علاوہ صحابہ و تابعین نے اس کی تفسیر میں حسب ذیل معانی بھی لکھے ہیں:

"ابن عباسؓ" وہ جس کی طرف مصیبت کے وقت لوگ رجوع کریں۔ "حسن بصریؒ" وہ حی و قیوم جس کو زوال نہ ہو اور جو باقی ہو۔ "ربیع بن انسؓ" جس کے اولاد نہ ہو، نہ ماں باپ۔ "عبداللہ بن مسعودؓ" جس کے اندر معدہ وغیرہ جسمانی اعضا نہ ہوں۔ "بریدہؓ" جس میں جوف نہ ہو۔ "عکرمہ و شعبیؒ"

جو کھاتا نہ ہو۔" عکرمہؓ "جس میں سے کوئی دوسری چیز نہ نکلے۔" قتادہؒ "باقی و غیر فانی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام معانی اس ایک لفظ کے اندر پوشیدہ ہیں اور یہ سب صرف ایک حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں ۔ ۔ ۔ اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی چٹان کے ہیں جو لڑائی اور مصیبتوں کے وقت جائے پناہ کا کام دے ۔ (سیرت ۲، ۵۰۰ تا ۵۰۲)۔

صندل: اس کی اصل، ہندی لفظ "چندن" ہے۔ (لغات، ۲۲۱)۔

صنم: اصنام و اوثان جن کا واحد صنم اور وثن ہے، یہ انسانی شکل و صورت کے بت تھے۔ اگر وہ لکڑی کے ہوتے تو نعیم کہلاتے اور اگر رنگ اور مسالے سے بنتے تو ان کو دمیہ کہتے۔ اور انصاب اور نصب بِن گھڑے پتھر ہوتے تھے جن کو کھڑا کر کے ان پر چڑھاوے چڑھاتے اور جانور ذبح کرتے تھے۔ بیوت جس کا واحد بیت ہے۔ چند گھر تھے جیسے رضا، رئام، قلیس وغیرہ جن میں بت پرستانہ رسوم ادا کیے جاتے تھے۔ جن بتوں کے ارد گرد چکر لگاتے تھے ان کو دوار کہتے تھے اور ان پر جو قربانی کی جاتی تھی اس کو عتیرہ کہتے تھے۔ پتھروں کا ڈھیر لگا کر اس کے چاروں طرف چکر لگاتے۔ اس ڈھیر کو رجمہ کہتے تھے (سیرت ۲، ۳۵۵)

صُور: "صور" کے لفظی معنی نرسنگھا کے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قدیم الایام میں بابلیوں، کنعانیوں، آرامیوں اور عبرانیوں وغیرہ تمام پرانی قوموں میں بادشاہی جلال و جلوس اور اعلانِ جنگ کے موقعوں پر نرسنگھا پھونکا جاتا تھا۔ اس لیے نرسنگھا پھونکنے کے معنی شاہی جلال کا اظہار یا غیر معمولی خطرہ کا اعلان ہے۔ چنانچہ توراۃ میں یہ محاورہ بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اس دن (روزِ قیامت) ندا ہوگی:

لمن الملکُ الیوم ۔ آج کس کی بادشاہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دے گا: للہ الواحدُ القہار ۔ اس ایک سب پر غالب آنے والے کی۔

غرض وہ دن آسمان و زمین اور نظم کائنات کے شہنشاہِ مطلق کے اظہارِ جلال اور شدید خطرۂ حساب کے اعلان کا ہوگا۔ اس لیے نفخ صور اور نرسنگھا پھونکنے کا قدیم محاورہ اس کے لیے استعمال کیا گیا۔ (سیرت ۴، ۶۹۲، ۶۹۳)۔

صوم: لفظی معنی "رکنے اور چپ رہنے" کے ہیں۔ (سیرت ۵، ۲۸۳)۔

ض

ضابطہ: عربی میں اس کے معنی "نگاہ رکھنے والا" ہیں اور اردو میں "قاعدہ" (نقوش ۳۴۴)۔

ضبط: عربی میں اس کے معنی "نگاہ رکھنا" ہیں اور اردو میں "ضبط کر لینا" حاکم کا چھین لینا۔ (نقوش ۳۴۴)۔

"ضبط" کے اصلی معنی کسی چیز کی خبرداری کے ساتھ حفاظت کرنے کے ہیں۔ (لغات، ۱۰۲)۔

ضد: پہلے ضدُّ الشیءِ نقیضہٗ کے معنی میں آتا تھا۔ (لغات، ۱۰۲)۔

ضرب: "ضرب" کے معنی سکّہ ڈھالنے کے بھی ہیں۔ (لغات، ۱۰۳)۔

ضمیر: انسان کی نفسیاتی کیفیت کا وہ زندہ احساس جس کے ذریعہ سے وہ بُرائی اور بھلائی میں تمیز کرلیتا ہے اور جس کے سبب سے اس کے دل کے اندر سے خود نیکی کی دعوت کی آواز اٹھتی ہے۔ (سیرت ۶، ۵)۔

ط

طاغوت: لغت میں ہر اس شے کو کہتے ہیں جس کو خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر معبود بنایا جائے۔ کل معبود من دون اللہ۔ اور اہل تفسیر نے شانِ نزول کا لحاظ کر کے اس سے کاہنوں اور جادوگروں کو اور کبھی یہودی حاکموں کو مراد لیا ہے۔ (مقالات ۳، ۲۷۶)۔ یہ لفظ سریانی اصل کا ہے۔ (لغات، ۲۲۲)۔

طاق: اصلی معنی محراب وغیرہ کی طرح کمان دار حصۂ عمارت، فارسی۔ (لغات، ۱۰۴)۔

طاقت: "طاقت" کے معنی "لسان العرب" اور "تاج العروس" وغیرہ میں یہ لکھے ہیں:

"طوق کے معنی طاقت کے ہیں یعنی قوت کی انتہائی غایت اور وہ اس مقدار کا نام ہے جس کو کوئی مشقت و مشکل کے ساتھ کر سکے"۔ (سیرت ۵، حاشیہ ۳۰۴)۔

طباعت: "طبع" کے اصلی معنی مُہر کرنا ہیں۔ چھاپنا، مُہر کرنے کے قریب قریب ہے اس لیے فن طبع ایجاد ہونے پر اس کو بھی طبع کہنے لگے۔ (لغات، ۹۷)۔

طُرّہ: اصلی معنی ـــــــ پیشانی کے بالوں کی لٹ۔ (لغات، ۱۰۶)۔

طوطمیت: "طوطمیت (ٹوٹمزم) اس کا نام ہے کہ "اشخاص و قبائل کا اپنے کو دیویوں، ستاروں، حیوانوں اور درختوں کی طرف منسوب کرنا"۔ قدیم زمانہ میں جب انسان بچہ تھا۔ جب کوئی بڑا شخص پیدا ہوتا تھا تو وہ انسانوں کی ولدیت سے نکل کر دیویوں کی نسل قرار پاتا تھا۔ وہ دیویاں خواہ ستارے ہوں یا حیوانات ہوں یا درخت ہوں، ہندوؤں میں سورج بنسی اور چندر بنسی وغیرہ قبائل تھے جو اپنے کو انسانوں کے نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کے بیٹے کہتے تھے۔ (ارض ۱، ۲۱، ۲۲)۔

طومار: اس کی اصل یونانی لفظ "ٹوماریاں" بمعنی کاغذ ہے۔ (لغات، ۲۴۲)۔

طیلسان: طیلسان ایک چھوٹی سی چادر ہوتی ہے۔ جو عمامہ کے اوپر سے دونوں کندھوں پر اوڑھ لی جاتی

ہے۔ شیعہ مجتہدین کو تو آپ نے دیکھا ہوگا۔ مغربی علماء (تونس و الجزائر) میں اب تک مروج ہے۔ یہ طریقۂ لباس علماء کے امتیاز کی غرض سے قاضی ابو یوسف صاحب نے اختیار کیا تھا۔ بعد کو علماء نے اس کی تقلید کی۔ اس طرح "طیلسان" "عالم کے معنی میں مستعمل ہوا۔ مصر کے موجودہ لٹریچر میں اس کا استعمال کمتر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو حیدرآباد والوں نے کیوں اختیار کیا۔ (حاشیہ عبدالماجد دریابادی: حیدرآباد میں یہ لفظ بطور "گریجویٹ" کے ترجمہ کے چلا ہوا تھا)۔ (مکتوبات ج ۱، ۲۳۶، ۲۳۷)۔

ظ

ظلم: "ظلم" کا لفظ قرآن پاک میں کئی معنوں میں آیا ہے۔ یہاں تک کہ کفر و شرک اور عصیان کے معنوں میں بھی کثرت سے آیا ہے مگر یہاں مراد اس ظلم سے ہے جو بندے بندوں پر کرتے ہیں۔ قرآن میں اس کے لیے دو اور لفظ "بغی" (سرکشی) اور "عدوان" (تعدی) آئے ہیں۔ (سیرت ج ۶، ۲۷)۔

ظلمات: عرب جہازرانوں نے یہ لفظ اٹلانٹک کے لیے استعمال کیا ہے جیسے انھوں نے بحر محیط بھی کہا ہے: "جانو کہ بحر محیط جو دنیا کو گھیرے ہے اور زمین سمندر کے بیچ میں اس طرح ہے جیسے گیند تالاب میں۔ یہ وہ سیاہ سمندر ہے جس کا نام بحر ظلمات ہے۔" (تحفۃ الالباب از ابو حامد اندلسی المتوفی ۵۶۵ھ۔ ص ۹۱۔ مطبوعہ پیرس)۔ (جہاز ۸۶، ۸۷)

ع

عبادت: عبادات کے معنی عام طور سے وہ مخصوص اعمال سمجھے جاتے ہیں جن کو انسان خدا کی عظمت اور کبریائی کی بارگاہ میں بجا لاتا ہے۔ لیکن یہ عبادت کا نہایت تنگ مفہوم ہے۔۔۔ "عبادت" کے لفظی معنی اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار ہے اور اصطلاح شریعت میں خدائے عز و جل کے سامنے اپنی بندگی اور عبودیت کے نذرانہ کو پیش کرنا اور اس کے احکام کو بجا لانا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں عبادت کا مقابل اور بالضد لفظ استکبار اور غرور استعمال ہوا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ من عبادتی سیدخلونَ جَهَنَّمَ داخرین (مومن ۶) جو میری عبادت سے غرور کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر جائیں گے۔ (سیرت ج ۵، ۱، ۴۵، ۴۶)۔

عدل: کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دو میں سے کسی میں ذرا بھی کمی یا بیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں "عدل" کہتے ہیں (مفردات راغب اصفہانی) اور اس سے وہ معنی پیدا ہوتے ہیں جن

میں ہم اس لفظ کو اپنی زبان میں بولتے ہیں یعنی جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں اس میں سچائی کی میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے۔ (سیرت ج۱، ۴۵۲)۔

عدن: یمن و حضرموت کے حدود پر عدن کا نام ایک مشہور شہر واقع ہے... عہدِ قدیم میں عموماً سامی مذاق یہ رہا ہے کہ شہر کا نام بعینہٖ بانیٔ شہر کے نام پر رکھتے تھے۔ عرب کے شہر رقیم، سبا، حضرموت، عمان، مدین، اوفر، حویلہ، تیما، وغیرہ کے اسی قسم کے نام ہیں۔ اس بنا پر اگر یمن کے قدیم شہر "عدن" کو جس کے قریب وہ تمام عمارات واقع ہیں جن کو عرب عادیات کہتے ہیں اور تاریخ جس کے قریب عاد کی آبادی کا نشان بتاتی ہے۔ اگر ہم "عادیین" کا مخفف سمجھیں تو کیوں غلط ہوگا؟ عادیین کی جمعیت پر اعتراض نہ کرو۔ عموماً قدیم طریقہ یہی رہا ہے کہ پدرِ قبیلہ کے نام کی جمعیت سے قبیلہ کا نام پیدا کر لیتے ہیں مثلاً لودیم، مصرایم، جراہیم وغیرہ... فارسٹر عدن کو عدنان سے نسبت دیتا ہے حالانکہ عدنان کو یمن سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کا مسکن تو عرب کا شمالی حصہ تھا۔ (جلد ۲، ص ۲۴۷)۔ نیوبھر (NEW BHER) اٹھارویں صدی کا ایک یوروپین سیاح عدن کو نبیم کے ددن (یسیعیاہ ۲۱-۱۳) کے ساتھ تطبیق دیتا ہے۔ لیکن شاید نیوبھر کو حزقیال کے اس درس کی خبر نہیں جس میں عدن اور ددان ایک ساتھ واقع ہیں۔ (حزقیال ۲۷-۲۰-۲۳)۔ (ارض ج۱، ۱۸۴، ۱۸۵)۔ اہل جنت کے دوام کی نسبت... (خدا نے) عدن فرمایا ہے جس کے معنی "قیام" اور "بسنے" کے ہیں۔ (سیرت ج۱، ۴۸۷)۔

عراق: لفظ "عراق" کے معنی اس شاداب چراگاہ کے ہیں جو ساحل پر واقع ہو۔ (لسان العرب) (جہاز، ۱۰)۔

عرب: عرب "اعراب" سے مشتق ہے جس کے معنی زبان آوری اور اظہار مافی الضمیر کے ہیں۔ چونکہ عرب کی قوم نہایت زبان آور اور فصیح اللسان تھی اس لیے اس نے اپنا نام عرب رکھا اور اپنے سوا تمام دنیا کو اس نے عجم یعنی "بے زبان" کے نام سے پکارا۔ لیکن حقیقت میں یہ صرف نکتہ آفرینی اور دقت رسی ہے۔ دنیا میں ہر قوم اپنی زبان کی اسی طرح جوہری ہے جس طرح عرب۔

علمائے انساب کہتے ہیں کہ اس ملک کا پہلا باشندہ یعرب بن قحطان تھا جو یمنی عربوں کا پدرِ اعلیٰ ہے۔ اس لیے اس ملک کے باشندوں کو اور نیز اس ملک کو عرب کہنے لگے۔ لیکن یہ بالکل خلافِ قیاس اور معلومات تاریخی کے مخالف ہے۔ نہ یعرب اس ملک کا پہلا باشندہ تھا۔ اور نہ عرب لفظ کسی قاعدۂ لسانی کے موافق یعرب کی طرف منسوب ہو سکتا ہے... یعرب کا مسکن یمن تھا۔ اس لیے سب سے پہلے خود یمن

یعنی جنوبی عرب کو عرب کہنا چاہیے لیکن اس کے برخلاف "عرب" کا لفظ پہلے شمالی عرب کے لیے مستعمل ہوا...

اہل جغرافیہ کہتے ہیں اور بالکل صحیح کہتے ہیں کہ عرب کا پہلا نام "عَرَبہ" اور "عربہ" تھا جو تخفیفاً بعد کو عموماً "عرب" بولا جانے لگا اور اس کے بعد ملک کے نام سے خود قوم کا نام بھی قرار پا گیا۔ چنانچہ شعرائے عرب کے اشعار سے بھی جو عرب کی تنہا ڈکشنری ہیں۔ اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (اسد بن جاہل، بن منقذ ثوری، ابو سفیان اور ابو طالب کے اشعار)۔

...اصل یہ ہے کہ تمام سامی زبانوں میں "عربہ" صحرا اور بادیہ کا مفہوم رکھتا ہے۔ عبرانی میں "عربا" بیابان اور میدان کو کہتے ہیں اور خود عربی زبان میں اس مفہوم قدیم کے بقایا موجود ہیں۔ "عرابۃ" کے معنی بدویت کے ہیں اور "اعراب" اہل بادیہ اور صحرا نشینوں کے لیے اب تک مستعمل ہے۔ چونکہ عرب کا ملک زیادہ تر ایک بیابان بے آب و گیاہ ہے۔ اور خصوصاً وہ حصہ جو حجاز سے بادیۂ عرب و شام اور سینا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے اس کا نام "عربا" قرار پایا اور پھر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندوں کو عرب کہنے لگے۔

قرآن مجید میں لفظ "عرب" ملک عرب کے لیے کہیں نہیں بولا گیا ہے۔ حضرت اسماعیل ؑ کی سکونت کے ذکر میں وادٍ غیر ذی زرعٍ یعنی "وادی ناقابل کاشت" اس کو کہا گیا ہے۔ اکثر لوگ اس نام کو عرب کی حالتِ طبعی کا بیان سمجھتے ہیں۔ لیکن اوپر جو تحقیقی بیان ہے اس سے واضح ہے کہ یہ لفظ "عرب" کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ چونکہ اس عہد میں اس غیر آباد ملک کا کوئی نام نہ تھا، اس لیے خود لفظ "غیر آباد ملک" اس کا نام پڑ گیا۔ توراۃ میں بھی اسماعیل کا مسکن "مُدبار" بتایا گیا ہے جس کے معنی بیابان اور غیر آباد قطعہ کے ہیں اور جو بالکل "عرب" کا ترجمہ اور "وادی غیر ذی زرع" کے مرادف ہے۔

توراۃ میں لفظ "عربا" عرب کے ایک خاص قطعۂ زمین کے معنی میں متعدد بار آیا ہے۔ لیکن یقیناً اس وسعت کے ساتھ اطلاق نہیں ہوا ہے جس وسعت کے ساتھ اب یہ کہا جاتا ہے۔ لفظ "عربا" سے صرف وہ قطعۂ زمین مراد لیا گیا ہے جو حجاز سے شام و سینا تک وسیع ہے (استثناء ۱-۱، ۷ و ۲-۱)۔

لفظ "عرب" سب سے پہلے ۱۰۰۰ ق م میں حضرت سلیمان ؑ کے عہد میں سننے میں آتا ہے ــــ (سفر الملوک ۱۰-۱۵) اور پھر اس کے بعد عام طور سے اس کا استعمال عبرانی، یونانی اور رومانی تاریخوں میں نظر آتا ہے۔ اسیریا کے کتبات میخی میں ۸۰۰ ق م میں عرب کا نام "عربی" لیا گیا ہے۔ (تاریخ بابل و آشور

جلد ۲۔ ص ۱۲۱)۔ اسلام سے پہلے ہی یہ لفظ پورے ملک کو جو یمن سے شام تک وسیع ہے محیط تھا۔ (ارض ج۱، ۵۷ تا ۵۹)۔

عرصہ: عربی میں اس کے معنی "میدان" ہیں اور اردو میں "مدت"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

عرض: عربی میں اس کے معنی "پھیلانا" ہیں اور اردو میں "پیش کرنا"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

عزیز: "عزیز" کے معنی ہیں عزت والا اور غالب۔۔۔ "عزت" کا لفظ قرآن میں شدت، غلبہ، عزت و شرف اور نخوت (حمیت) کئی معنوں میں آیا ہے۔۔۔ اس کا اصل مفہوم جو اس کے سب معنوں میں مشترک ہے یہ ہے: کسی کا ایسی حالت و منزلت میں ہونا کہ اس کو کوئی دبا نہ سکے۔ (دیکھو لسان العرب و مفردات راغب اصفہانی و ابن جریر طبری)۔ (سیرت ج۶، ۵۲۴، ۵۳۵ وحاشیہ ۵۳۵)۔

عزیمت: قدیم معنی "ارادہ"۔ (لغات، ۱۱۲)۔

عسکر: فارسی لفظ "لشکر" کا معرب ہے۔ (لغات ۱۱۲)۔

عقد: "عقد" کے معنی گرہ اور گرہ لگانے کے ہیں اور اس سے مقصود لین دین اور معاملت کی باہمی پابندیوں کی گرہ ہے اور اصطلاح شرعی میں یہ لفظ معاملات کی ہر قسم کو شامل ہے۔ (سیرت ج۶، ۴۷۳)۔

علاقہ: ہندستانی میں زمینداری کے گاؤں کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کے معنی "لگاؤ" کے ہیں۔ اسی لگاؤ سے ہر چیز جس سے آپ کو لگاؤ ہے، آپ کا علاقہ ہے۔ (نقوش، ۳۳۷)۔

علم لدنی: ہر وہ شے جو انسان کی ذاتی محنت، کوشش اور جد و جہد وغیرہ معمولی ذرائع کے بغیر حاصل ہوتی ہے وہ من جانب اللہ کہی جاتی ہے۔ اسی طرح خدا کے پاس سے علم عطا ہونے کے معنی اس علم کے ملنے کے ہیں جو انسان کے طبعی ذرائع علم و استدلال اور تلاش و تحقیق کے بغیر خود بخود عطا ہو۔ یہی علم خداداد ہے اور اسی لیے صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو علم لدُنّی (پاس والا علم) کہتے ہیں۔ (سیرت ج۴، ۱۶۶)۔

عمارت: عربی میں اس کے معنی "آبادی" ہیں اور اردو میں "بڑا مکان"۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

عود: عود چونکہ کار و منڈل سے جاتی تھی اس لیے عربوں نے اس کا نام ہی "مندل" رکھ دیا۔ (آثار البلاد قزوینی ص ۸۲۔ گوٹنجن ۱۸۴۸ء)۔ (تعلقات، ۷۰)۔

عہد: عام طور پر لوگ "عہد" کے معنی صرف قول و قرار کے سمجھتے ہیں۔ لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ وہ اخلاق معاشرت، مذہب اور معاملات کی ان تمام صورتوں پر مشتمل ہے جن کی پابندی انسان پر عقلاً، شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً فرض ہے۔ (سیرت ج۶، ۴۶۷)۔

عبادت: عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ " عیادۃ المریض " کے معنی صرف بیمار پرسی کے ہیں، یعنی کسی بیمار کو بیماری کی حالت میں دیکھنے کو جانا۔ لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے۔ بیمار کی عیادت کے معنی بیمار پرسی کے بھی ہیں اور اس کی تیمارداری، غم خواری اور خدمت گذاری کے بھی ہیں۔۔۔ عرب کا ایک قدیم شاعر جو حجاج کے زمانہ میں تھا، کہتا ہے:

ذھب الرقاد فما یحس رقاد
مما شجاک ونامت العواد

تجھے جو غم پہنچا اس سے نیند چلی گئی تو نیند نہیں معلوم ہوتی اور عیادت کرنے والے سو گئے۔۔۔ اگر " عیادت " کے معنی صرف بیمار پرسی کے ہوتے تو عیادت کرنے والوں کے سو جانے کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ " عیادت " کی وسعت میں خدمت گزاری اور تیمارداری سے لیکر بیمار پرسی تک سارے مدارج داخل ہیں۔ (تیرۓ حاشیہ ۳۰۶)

غ

غارت: عربی میں اس کے معنی " لوٹ " کے ہیں اور اردو میں " بربادی "۔ (نقوش، ۳۴۲)۔

غالیچہ: جس چیز کو ہم " غالیچہ " کہتے ہیں عجب نہیں کہ وہ " قالیچہ " ہو یعنی چھوٹا قالی۔ اب آخر کا نون جو " قالین " میں ہے وہ " ین " ہے جو نسبت کے معنی بخشتا ہے جیسے رنگ سے رنگین۔ " قالین " کے معنی وہ فرش جو قالی کی طرح ہو۔ ایک " ی " چونکہ پہلے سے موجود تھی اس لیے دوسری " ی " نہیں لگی۔ یہ تحقیق میری ایجاد ہے۔ معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط[1] (نقوش ۳۱۸)۔ (مزید دیکھیے " قالین ")۔

غایت: عربی میں اس کے معنی " گھوڑدوڑ کی اخیر حد " ہیں اور اردو میں " غرض " آخری حد۔ (نقوش، ۳۴۵)

غداری: غداری اور دغابازی کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو زبان دے کر اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پا کر اس کے خلاف کیا جائے۔۔۔ عربی میں اس کو عام طور سے " غدر " کہتے ہیں۔ (تیرۓ، ۶۲۸)۔ (مزید دیکھیے " غدر ")۔

غدر: " غدر " کے معنی عربی میں بے وفائی کرنے کے ہیں۔ اس سے اس بے وفائی کو کہنے لگے جو فوج اپنے عہد کو توڑ کر اپنے افسروں سے کرے۔ اس فوجی بے وفائی کا نتیجہ بدامنی ہے۔ یہ دونوں معنی ہندستان میں پیدا ہوئے اور بڑے شہروں میں بدامنی کے واقعے زیادہ پیش آتے ہیں تو بڑے شہر کو ہم نے غدار شہر کو دیا۔ (نقوش، ۳۴۷)۔

غربال: بمعنی چھلنی: اس کی اصل لاطینی لفظ " کریبولم " ہے۔ (لغات، ۲۲۷)۔

غرض: عربی میں اس کے معنی " نشانہ " ہیں اور اردو میں " مقصد "۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

غرہ: عربی میں اس کے معنی " دھوکا " ہیں۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: " ق فارسی حرف نہیں۔ عربی اور ترکی لفظوں کے ساتھ فارسی میں داخل ہوگیا۔ مگر عام طور پر ایرانی اسے غ سے بدل دیتے ہیں۔ اس لیے آقا " آغا " ہوا۔ قالی سے غالی اور چہ لگ کر غالیچہ " (معارف، ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ص ۱۸۴)۔

غریب : عربی میں اس کے معنی "مسافر" ہیں اور اردو میں "مفلس"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

غصّہ : عربی میں "غصّہ" کے معنی حلق میں کسی چیز کے اچھو ہو جانے یا اٹک جانے کے ہیں۔ ہندستانی میں اس کے معنی غیظ و غضب کے ہو گئے۔ (نقوش، ۳۴۱)۔

غلام : عربی میں اس کے معنی "لڑکا" ہیں اور اُردو میں "بندہ"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

غلّہ : پیداوار۔ اصلی معنی "الداخل من کراء دارٍ واجر غلام وفائدۃ ارضٍ"۔ اسی آخری معنی کی مناسبت سے غالباً موجودہ معنی پیدا ہو گئے۔ (لغات، ۱۱۹)۔

غلیظ : عربی میں اس کے معنی "موٹا" ہیں اور اُردو میں "نجس"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

غنی : انگریزی گنّی کا مولد افریقہ کا ملک گنا یا گینی قرار پایا ہے جس کو عرب "غانہ" کہتے تھے اور بلاد التبر (سونے کا ملک) کے نام سے پکارتے تھے اور وہیں سے سونا لاتے تھے۔ وہم پہنچتا ہے کہ غانہ کا تعلق عربی کے "غنی" اور "غنا" سے تو نہیں۔ (نقوش، ۲۹۴، ۲۹۵)۔

غوغا : اصلی معنی الکثیر المختلط من الناس (لغات، ۱۲۰)۔

غول : قدیم زبان میں صحرائی بھوت، چڑیل کو کہتے تھے۔ (لغات، ۱۲۰)۔ یہ مسافروں کو اپنی صورتیں یا لباس بدل بدل کر دھوکا دیتے تھے۔۔۔ یہ مذکر بھی ہوتے تھے اور مونث بھی، مونث کو سعلاۃ کہتے تھے۔ (سیرت ۳، ۳۰۶)۔

غیب : انسانی علم کے طبعی ذریعے وجدان، حواس اور عقلی استدلال وغیرہ ہیں۔ ان طبعی ذریعوں سے جو ہر انسان کو ملے ہیں۔ جو علم حاصل نہیں ہوتا اس کو "علم غیب" کہتے ہیں یعنی اس شے یا اُن اشیا کا علم جو انسان کے ظاہری و باطنی حواس اور دماغی قوی کے نگاہوں کے سامنے سے غائب ہیں اور اس کے مقابل لفظ "شہادت" ہے جس کے معنی حاضر کے ہیں۔ یعنی وہ اشیا، جو ہر انسان کے حواس اور قوئ دماغی کے سامنے ہیں۔ (سیرت ۴، ۲۰۰)

غیبت : لغت کی رو سے غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی بُرائی کے بیان کو کہتے ہیں۔ مگر مذہبی تعلیم میں شخص کی غیر موجودگی غیبت کے لیے کوئی ضروری قید نہیں ہے۔۔۔ اس لفظ کے اشتقاق کی مناسبت سے اہل لغت کے نزدیک غیبت صرف اس بدگوئی کا نام ہے جو کسی کے پیٹھ پیچھے یعنی اس کی عدم موجودگی میں کی جائے۔ باقی کسی کے سامنے اس کے عیوب بیان کرنا تو یہ غیبت نہیں ہے بلکہ سبّ و شتم میں داخل ہے۔ اسی طرح غیبت صرف زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ کے ذریعہ سے بھی غیبت کی جا سکتی ہے۔ کسی شخص کی نقل کرنا، مثلاً ایک شخص لنگڑا ہے تو اس کے اس عیب کے نمایاں کرنے کے لیے لنگڑا کر

چلنا بھی غیبت ہے۔۔۔ قرآن مجید میں متعدد آیتوں میں غیبت کے ان ہی مخفی طریقوں کی برائی بیان کی ہے۔۔۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (ہمزہ ۱) ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب چینی کرتا ہے (اور ان پر) آوازے کستا ہے اسکی (بھی بڑی) تباہی ہے۔

۔۔۔ اس کے لیے اہلِ لغت کی تصریحات پیش نظر رکھنی چاہئیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) "ھمز" سامنے اور "لمز" پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا (۲) "ھمز" خاص طور پر لوگوں کے نسب کی بُرائی کرنا (۳) "ھمز" ہاتھ کے اشارے سے اور "لمز" زبان سے غیبت کرنا (۴) "ھمز" زبان سے اور "لمز" آنکھ کے اشارے سے غیبت کرنا (۵) "ھمز" بُرے لفظوں سے ہم نشینوں کی دل آزاری کرنا (۶) "لمز" آنکھ، ہاتھ، سر اور ابرو کے اشارے سے ہم نشینوں کی بُرائی بیان کرنا۔ (سیرت ج ۶، ۶۴۹ تا ۶۵۱)۔

غیرت: عربی میں "غیرت" کا لفظ "حیا" سے خاص ہے۔۔۔ "غیرت" کے اصلی معنی رقابت سے ملتے جلتے ہیں جو محبت میں شرکت کو نہیں چاہتی۔ (سیرت ج ۶، حاشیہ ۴۳۷)۔

ف

فحش: اصلی معنی حد سے بڑھ جانے کے ہیں (الصحاح جوہری)۔ اور اس کے دوسرے لازمی معنی قبح یعنی بُرائی کے ہیں کیوں کہ جس چیز کی جو حد خالقِ فطرت نے مقرر کر دی ہے اس کے آگے بڑھنا قبح یعنی بُرائی ہے۔ (سیرت ج ۲، ۵۹۱)۔

فراست: لفظی معنی "تاڑ جانے" کے ہیں۔۔۔ یہ کیفیت ایک ملکہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے جو تجربہ کی کثرت اور عمل کی مہارت اور کمال کے بعد انسان کو حاصل ہو جاتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کے دیکھنے، سننے، چکھنے یا چھونے کے ساتھ ہی صرف بعض علامتوں کے جان لینے سے دوسری متعدد ضروری علامتوں پر تفصیلی نظر ڈالے بغیر اتنی جلدی انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ غیب کی بات بیان کر رہا ہے۔ (سیرت ج ۶، ۶۱)۔

فرج: "فروج" کے اصلی معنی دو چیزوں کے درمیان خلا کے ہیں اور اسی لیے اس سرحدی مقام کو بھی کہتے ہیں جدھر سے دشمنوں کے حملہ کا ڈر ہو۔ اس بنا پر یہ انسانوں کے اعضاء میں سے اس خلاء کا نام ہے جو اُن کے دونوں پاؤں کے بیچ میں ہے اور جدھر سے دشمنوں کی آمد کا خطرہ ہر وقت لگا ہوا اور جس پر پہرہ چوکی بٹھا کر ہر دم پاسبانی اور نگرانی کی ضرورت ہو۔ (سیرت ج ۶، ۴۰۴)۔

فرض: عربی میں اس کے معنی "واجب کرنا" ہیں اور اردو میں "ذمہ داری"۔ (نقوش ۳۴۳)۔

فرقان: جس طرح عبرانی میں "فرقہ" اور "فرق" حصہ اور ٹکڑے کے معنی میں ہیں۔۔۔ بعینہ یہ دونوں لفظ عربی زبان

میں بھی اسی معنی میں آتے ہیں۔۔۔ بعض علمائے اسلام کہتے ہیں کہ "فرقان" کے معنی حصّہ کرنے اور تقسیم کرنے کے ہیں۔ چونکہ قران مجید منزل، پارہ، سورہ، رکوع اور آیت پر منقسم ہے، اس لیے اس کو فرقان کہتے ہیں۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ فرقان کے یہ معنی نہیں ہیں لیکن ہم اس کو کچھ زیادہ مناسب وجہ نہیں سمجھتے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن اپنے ہر معنی کی تفصیل آپ کرتا ہے۔ اس لیے فرقان کے معنی بھی ہم کو خود فرقان میں ڈھونڈنا چاہیے۔ یہ ظاہر ہے "فرقان" مصدر ہے۔ اب اس کے مشتق قرآن مجید میں دیکھو۔

فَالفارِقات فرقاً (مرسلات) قسم ہے ان چیزوں کی جو حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی ہیں۔

اس آیت سے "فارق" کے معنی فیصلہ کن یا ممیز کے ثابت ہوتے ہیں۔ "فرقان" کے معنی کی توضیح کے لیے سورہ انفال کی یہ آیت پڑھو:

ان کنتم آمنتم باللّٰہ وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان (انفال، ۵) اگر تم ایمان لائے ہو خدا پر اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری جو دن حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا تھا۔

۔۔۔ اس بنا پر یہاں "فرقان" کے معنی فیصلہ کن یا حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی قوت اور ممیز یا قوتِ ممیزہ کے ہیں۔ (مقالات ج ۳، ۴۸ تا ۴۹)۔

فرنگ: عرب کے تعلقات اہل یورپ میں سے فرنج کے ساتھ زیادہ تھے اور ان ہی سے ان کو زیادہ تعارف تھا۔ اس لیے وہ تمام یورپ کو "فرنج" اور "افرنج" کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو فارسی لفظ "فرنگ" سے معرب سمجھتے ہیں اور ہماری رائے میں صحیح یہ ہے کہ خود "فرنگ" "فرنج" سے بنا ہے۔ (لغات، ۱۲)۔

فرنگی محل: ملا قطب الدین (سہالوی) کی شہادت کے بعد شاہ عالمگیر نے ان کی اولاد کو لکھنؤ میں شاہی مقبوضات میں سے ایک بڑا مکان مرحمت کیا جس میں کبھی ایک فرنگی سوداگر رہا کرتا تھا اور اسی مناسبت سے وہ فرنگی محل کہلاتا تھا۔ یہی فرنگی محل ہے جو آگے چل کر پورب کا سب سے بڑا دار العلوم بنا۔ ملا قطب الدین کے کئی صاحبزادے تھے۔ مگر ان میں سب سے نامور ملّا نظام الدین ہوئے جن کی نسبت سے عربی کا "درس نظامی" مشہور ہے (اور جنھوں نے ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی) (شبلی، ۲۰، ۲۱)۔

فقہ: "فقہ" کو فارسی میں "دانش" کہہ سکتے ہیں۔ اس لیے علم فقہ کا نام علم دانائی اور فقیہ کا دانا اور دانشمند قرار پایا۔ (مقالات ج ۲، ۵، ۶)

فلاکت: عربی میں "فلک" آسمان کو کہتے ہیں۔ چونکہ نجوم اور جوتش نے ہم کو یہ یقین دلایا ہے کہ ہماری ساری

مصیبتیں آسمان کی گردش کا نتیجہ ہیں، اس لیے ہم نے ”فلک“ سے ”فلاکت“ بنایا اور اسی سے فارسی کی ترکیب دے کر ”فلاکت زدہ“ (فلاکت کا مارا) کیا اور پھر اس کو عربی لفظ سمجھ کر اس کا مفعول ”مفلوک“ بنالیا اور عربی اضافت دے کر ”مفلوک الحال“ کر دیا حالانکہ اس کے ان معنوں کو عرب جانتا بھی نہیں۔ (نقوش، ۳۴۲)۔

فلسفہ: اس کی اصل یونانی لفظ ”فیلاسافیہ“ ہے۔ (لغات، ۲۳۸)۔

فلفل: (گول مرچ) اس کی اصل سنسکرت الفاظ ”پپلی“، ”پپلا“ ہیں۔ (لغات، ۲۲۱)۔ اسی سے غالباً انگریزی لفظ ”پیپر“ بھی ہے۔ (تعلقات، ۶۹)۔

فُلک: ”فُلک“ کے معنی سمندر کی موج کے ہیں۔ اسی سے ”فُلک“ بمعنی جہاز کو شاید کوئی تعلق ہو۔ (جہاز، ۵)۔ اس نے یورپ میں پہنچ کر (FLUGA) کی شکل اختیار کی۔ (جہاز، ۱۸)۔

فوّارہ: مشتق از ”فور“ بمعنی جوشیدن۔ (لغات، ۱۳۲)۔

فوج: عربی میں اس کے معنی ”گروہ، جھنڈ“ ہیں اور اُردو میں ”لڑائی کا لشکر“ (نقوش، ۳۴۳)۔

فیرنی: ”فرنی“ اصل میں فُرنی (بالضم) ہے۔ چوتھی صدی کا مصنف محمد خوارزمی جو غزنویوں کا معاصر تھا۔ اپنی کتاب ”مفاتیح العلوم“ میں (ص ۱۶۶، لیڈن) بیماروں کی غذاؤں کے سلسلہ میں فرانی نام لیتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اس غذا کی تیاری کی صورت یہ ہے کہ وہ مختلف شکلوں کی موٹی تنوری پھولی ہوئی (پاؤ روٹی سمجھیے) روٹی کو دودھ میں بھگو کر شکر ڈال کر تیار کی جاتی ہے (نان بہ شیر کہیے)۔ اس کا واحد فرنی ہے۔ اس کو فُرنی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ موٹی روٹی تنور میں جس کو عربی میں ”فُرن“ کہتے ہیں تیار ہوتی ہے۔ گویا فُرنی کو تنوری کے معنوں میں سمجھیے۔ ہندستان کا اثر یہ ہے کہ موٹی پھولی ہوئی روٹی کے بجائے اس میں چاول ڈالنے لگے اور اب شکر قند ہو، سابودانہ ہو، جس چیز کو آپ دودھ شکر میں پتلا کر کے بنائیے وہ فُرنی ہے۔ مگر اس کے ساتھ اتنی ترمیم اور کیجیے کہ ”ف“ کو پیش کی جگہ زبر دیجیے۔ (نقوش، ۳۰۶، ۳۰۷)۔

فیلسوف: اس کی اصل یونانی لفظ ”فیلاسفر“ ہے۔ (لغات، ۲۳۸)

ق

قاب: عربی میں لفظ ”قَعْب“ ہے۔ اس کے معنی لکڑی کے پیالہ کے ہیں جو لکڑی کو بیچ میں کھود کر بنایا جائے (لسان العرب) لیکن ترکی میں اور اس سے فارسی میں ”قاب“ کے معنی ظرف یا خانہ کے ہیں۔ اسی لیے عینک کے خانہ کو اور قلم دان کو قاب کہتے ہیں اور پھر اسی سے کھانے کے بڑے برتن کو بھی ہمارے ملک میں ”قاب“ کہنے لگے۔ (نقوش، ۳۱۵، ۳۱۶)۔

قاعدہ: "قعود" کے معنی عربی میں بیٹھنے کے ہیں۔ اس سے عربی میں لفظ "قاعدۃٌ" بنا اس کے معنی بنیاد کے ہوئے یعنی دیوار کا وہ حصہ جو زمین کے اندر بیٹھے۔ چونکہ بنیاد ہی کے اوپر ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے اس لیے اہل علم نے اپنی اصطلاح میں ان اصول کو جن پر بہت سے مسئلوں کی بنیاد ہو قاعدہ کہا اور اب ہماری زبان میں قاعدہ قانون کے معنی دینے لگا اور اس کی جمع قواعد بنائی اور اس کو جمع مذکر کے طور پر استعمال کیا تو اس کے معنی جزئی قانون کے ہوئے۔ (نقوش، ۳۳۹، ۳۴۰) ۔ (مزید دیکھیے "قواعد")۔

قالین: ایشیائے کوچک میں آرمینیہ کے علاقے میں ایک شہر کا نام قالیقلا ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں یہ اسلامی حکومت کا آخری شہر تھا۔ اس کی طرف جب نسبت کی جاتی تھی تو "قالی" کہتے تھے۔ عربی زبان کا ایک مشہور ادیب اور لغوی اسی نسبت سے ابو علی قالی کہلاتا ہے۔ یہ فرش قالین اسی شہر کی صنعت اور کاری گری ہے۔ اسی لیے اس کو "فرش قالی" یعنی نسبت کے ساتھ کہا گیا پھر استعمال کی کثرت سے اسکا نام ہی قالی پڑ گیا۔ یاقوت رومی متوفی ۶۲۶ھ نے اپنے جغرافیہ "معجم البلدان" میں 'قالیقلا' کے نیچے لکھا ہے:

> "یہ فرش جس کا نام قالی ہے قالیقلا میں بنایا جاتا ہے۔ لفظ میں ہلکے پن کے لیے نسبت میں اختصار مد نظر رکھا ہے۔" (یعنی قالیقلائی کی جگہ صرف قالی کہا ہے)۔

"مؤید الفضلا" میں جو فارسی کا قدیم لغت ہے اس کو "قالی" لکھا ہے اور ایک شعر نقل کیا ہے فارسی شعرا نے بھی قالی ہی باندھا ہے۔۔۔ اب آخر کا نون جو "قالین" میں ہے وہ "ین" ہے جو نسبت کے معنی بخشتا ہے جیسے رنگ سے رنگین۔ "قالین" کے معنی وہ فرش جو قالی کی طرح ہو۔ ایک "ی" یہ چونکہ پہلے سے موجود تھی، اس لیے دوسری "ی" نہیں لگی۔ یہ تحقیق میری ایجاد ہے، معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط۔ نقوش، ۳۱۷، ۳۱۸) مزید دیکھیے غالیچہ

قاموس: "قاموس" سمندر کے معنی میں ہے۔ اس سے عربی کے مشہور لغت نویس مجد الدین فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ نے اپنے لغت کی کتاب کا نام "القاموس المحیط" رکھا اور وجہ یہ بتائی "لانہ البحر الاعظم"۔ اس لفظ کا ماخذ "قمس" ہے جس کے معنی غوطہ لگانے کے ہیں۔ "قموس" اس گہرے کنوئیں کو کہتے ہیں جس میں ڈول ڈوب جائے۔ "قمیس" سمندر کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع "قمامیس" ہے۔ اسی لفظ کی دوسری صورت "قومس" ہے۔ ایک اور لفظ "قلمس" ہے جس کے معنی بھی اس کنوئیں اور دریا کے ہیں جس میں پانی بہت ہو۔ "خضم" دریا اور "خضم" سمندر کو کہتے ہیں۔ (دیکھو قاموس للفیروز آبادی)۔ (جہاز، ۴۴)۔

قانون: یونانی سے ترجمۂ علوم کے زمانہ میں عربی میں آیا۔ یونانی میں اسکے معنی صرف قاعدہ و دستور کے تھے۔ (لغات، ۱۳۵)

قائد: اصل لغت کی رو سے "قائد" اس شخص کو کہتے ہیں جو خود آگے چل رہا ہو اور پیچھے سے گھوڑے کی باگ کھینچ کر گھوڑے کو کھینچے لیے جا رہا ہو۔ اس مناسبت سے مقتدائے گروہ کے معنی پیدا ہوئے۔ اس معنی میں حضرت علیؓ کا قول موجود ہے۔ زمانۂ عباسی میں اس کی متابعت سے سردار فوج اور سپہ سالار کے معنی پیدا ہوئے۔ (لغات، ۱۳۵، ۱۳۶)

قِران: مفاعلۃ سے مصدر ہے بمعنی باہمی قرب و ملاقات۔ (لغات، ۱۳۹)۔

قرآن: عربی زبان کے ائمۂ لغت لفظ "قرآن" کی تحقیق میں مختلف الآراء ہیں۔ سب سے پہلا اختلاف یہ ہے کہ "قرآن" کا صحیح تلفظ بروزن فعلان ہے یا قُران بروزن فعال ہے۔ جو گروہ شقِ ثانی کا طرف دار ہے اس کی بھی دو جماعتیں ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ صحیح قرأت قُرآن بروزن فعال ہے اور نیز قران کسی مصدر یا اصل سے مشتق نہیں ہے بلکہ خدا نے یوں ہی ایک لفظ کلام مجید کے نام کے لیے وضع کر دیا ہے۔ اس لیے سوائے نام ہونے کی حیثیت کے اور سوائے علمیت کے قرآن کے کوئی اور لغوی معنی نہیں ہیں جس کی مناسبت سے قران کا قران نام رکھا گیا۔ فرا اور امام اشعری امام شافعی کے ساتھ یہاں تک تو شریک ہیں کہ صحیح لفظ قران بلا ہمزہ ہے لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس لفظ کی از روئے لغت کوئی اصل نہیں یا بجز علمیت اس کے کوئی اور مناسب معنی نہیں۔ اسی کے ساتھ فرا اور امام اشعری کی یہ بھی رائے ہے کہ قرآن میں نون اصلی نہیں ہے۔ یہاں پہنچ کر فرا اور اشعری میں ایک اور اختلاف شروع ہوتا ہے۔ امام اشعری کہتے ہیں "قران" "قرن" سے مشتق ہے۔ "قرن" کے لغوی معنی ملانے کے ہیں۔ چونکہ قرآن سُوَر، آیات اور حروف کو باہم ملاتا ہے اس لیے اس کا نام "قران" رکھا گیا۔ فرا کی رائے ہے قران "قرآئن" سے ماخوذ ہے۔ "قرائن" "قرینہ" کی جمع ہے۔ "قرینہ" کے معنی "دلیل اور شبیہ" کے ہیں چونکہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کے اکثر مشابہ ہے اس لیے اس کو قران کہتے ہیں۔

امام شافعی کی رائے جمہور ائمہ لغت کے خلاف ہے۔ اس لیے قابل تسلیم نہیں۔ تمام کتب لغت میں قرآن کے معنی اور تحقیق موجود ہے جس سے اس قول کی پوری تردید ہوتی ہے۔ امام اشعری کی تحقیق اوّلاً صرف اسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے۔ جب قرآن کا صحیح تلفظ قران ہو۔ حالانکہ قرائت مشہورہ میں صحیح روایت قرآن ہے اور زجاج نحوی کی تحقیق کی بنا پر جس قرأت میں لفظ قران ہے وہ بھی دراصل قرآن ہے۔ ہمزہ تخفیفاً ساقط کر کے اس کی حرکت ماقبل کو منتقل کر دی گئی ہے۔ ثانیاً حروف، آیات اور سُوَر کے اجتماع اور اتصال کی بنا پر قران کہنا کوئی مستحسن اور قبول خاطر وجہ

نہیں ہے۔ فرا کی رائے قطعی غلط ہے۔ اگر اس کی رائے کا اعتبار کیا جائے تو اس کی تعلیل کی بنا پر صحیح لفظ قران ہوگا جو عام متواتر روایت کے خلاف ہے۔ اسی بنا پر زجاج نے فرار کی اس تحقیق کی ہنسی اڑائی ہے۔

ان چند اشخاص کے علاوہ تمام ائمۂ لغت، قراء، اور مفسرین قرآن بروزن فعلان پڑھتے ہیں اور اس امر پر بھی ان کا اتفاق عام ہے کہ "قرآن" نقصان، غفران وغیرہ کی طرح مصدر ہے۔ زجاج اور ان کے بعض ہم زمانوں کی رائے ہے کہ "قرآن" صیغہ وصف ہے۔ لیکن بہرحال یہ کوئی جوہری اختلاف نہیں ہے جو لوگ اس کو مصدر سمجھتے ہیں وہ بھی بمعنی اس کو صیغۂ وصف مانتے ہیں۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ از روئے لغت "قرآن" دو لفظوں سے ماخوذ ہو سکتا ہے۔ پہلا قرء، قراءۃ، قرآناً ہے۔ اس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ دوسرا قرء، قرءً، قرأناً ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں ارباب علم نے دونوں راہیں اختیار کی ہیں اور لفظ قرآن کی تحقیق کے متعلق درحقیقت یہی دونوں راہیں درست ہیں۔ (ان مختلف اقوال کے لیے دیکھو اتقان فصل ۱۷، اور تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۱۸۲)۔

(۱) پہلے معنی کے طرفدار قدماء میں حضرت ابن عباسؓ (ابن جریر طبری، جلد ۲۹، ص ۱۰۲)۔ اور متاخرین میں (اتقان فصل مذکور) لحیان (ایک مشہور لغوی) اور چند اشخاص ہیں۔ ان کے نزدیک یہاں مصدر وصف مفعول کے معنی میں ہے۔ یعنی قرآن مقرو کے معنی میں ہے۔ اس بنا پر اس گروہ کی تحقیق میں قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بار بار پڑھا جاتا ہے . . .

(۲) قرآن کے دوسرے معنی یعنی جمع کرنے کے معنی میں لینے پر جمہور مفسرین اور ماہرین لغت کا اتفاق ہے اور درحقیقت یہی صحیح بھی ہے۔

"اکثر لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ قرآن قرء سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔"
(تفسیر فتح البیان جلد ۱، ص ۳۳ . . .)

"حضرت قتادہ نے قرآن کے معنی کی توجیہہ جمع کرنے کے ساتھ کی ہے۔" (تفسیر طبری ج ۲۹، ص ۱۰۲)۔

"ابو اسحاق زجاج نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔" (تاج العروس ج ۱ ص ۱۰۳)۔

"زجاج اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ قرآن قرء سے ماخوذ ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔" (تفسیر کبیر ج ص ۱۸۲)

"ابن اثیر نے کہا ہے کہ قرآن کے اصل معنی جمع کرنے کے ہیں۔" (نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۳)۔

"راغب اصفہانی نے لکھا ہے: قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس نے جمع کیا ہے۔" (اتقان ص ۱۱۹۔ کلکتہ) . . .

مفسرین کے اقوال، ائمہ لغت کی تصریحات اور شعرائے جاہلیت کے استعمال سے گو قرآن کے معنی بالکل واضح ہو گئے ہیں، لیکن قرآن مجید اپنے ... معنی کی توضیح آپ کرتا ہے ...

(انّ علینا جمعہ وقرانہ (قیامہ) بیشک اس کا اکٹھا اور جمع کرنا ہم پر ہے۔

اس تفصیل کے بعد کہ "قرآن" کے معنی جمع کے ہیں اور نیز جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ قرآن یا مصدر بمعنی وصف ہے یا خود صیغہ وصف ہے۔ یہ ثابت ہو گیا کہ "قرآن" کے معنی جامع (جمع کرنے والا) کے ہیں۔ (مقالات ۳، ۵۶ تا ۶۲)۔

قرطاس: کاغذ۔ عربی میں یونانی سے آیا۔ (لغات، ۱۴۰)۔ اس کی اصل یونانی لفظ "کارتیس" ہے" (لغات، ۲۴۲)۔

قرعہ: لاٹری۔ یعنی چِٹھی ڈال کر لوگوں کے فوج میں داخل ہونے کے لیے اسم نویسی۔ اکثر سلطنتوں میں یہ طریقہ رائج ہے (لغات، ۱۴۰)

قرمز: (رنگ) اس کی اصل ہندی لفظ "کرمج" ہے (تعلقات، ۷)۔

قرنطینہ: اس کی اصل اطالوی لفظ "کورنٹینا" ہے۔ (لغات، ۲۲۳)۔

قرنفل: "لونگ۔ اس کی اصل سنسکرت لفظ "کنتک پھل" ہے۔ (لغات ۲۲۱)۔

قریش: فہر کا لقب قریش تھا۔ اس بنا پر اس کی نسل قریش اپنا خاندانی عَلَم قرار دیا۔ لفظ "قریش" کے عربی میں متعدد معنی ہیں۔ اس کا ایک ماخذ تقریش و تقرش ہے جس کے معنی "اکتساب و تحصیل" ہیں۔ خیال ہے کہ چونکہ اس خاندان کا اصلی پیشہ تجارت تھا۔ اس لیے قریش کے نام سے موسوم ہے۔ قریش ایک دریائی درندہ جانور کا بھی نام ہے جو دریائی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ فہر نے اپنے استیلاء و قوت کے اظہار کے لیے یہ لقب اختیار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسی دوسری تاویل کو اختیار کیا۔ (ارض ۲، ۹۸)۔

قرینہ: عربی میں "قرن" کے معنی ملانے کے ہیں۔ "قرین" ان دونوں جانوروں میں سے ہر ایک کو کہتے ہیں جن کے پاؤں ایک رسّی میں ملا کر باندھ دیے جائیں۔ اس سے "قرین" کے معنی عربی میں "ہمسر" کے اور "قرینہ" کے معنی بیوی کے ہو گئے۔ لیکن اردو میں "قرین" کے معنی قریب، نزدیک اور پاس کے ہیں اور "قرینہ" کسی شے کے ہونے کے قیاسی لوازم۔ جیسے قرینہ یہ کہتا ہے، قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے (نقوش، ۳۲۴)

قزاق: قازق کی صورت میں روس کے ایک مسلمان قبیلہ کا نام جس کا پیشہ لوٹ مار تھا۔ اس سے "قزاق" ڈاکو کے معنی پیدا ہو گئے۔ (مقالات ۲، حاشیہ ۸، ۴۰)۔

قسم: اصل معنی "حصّہ" (لغات، ۱۴۱)۔

قسمت: اس کے اصل معنی درحقیقت "حصّہ" کے ہیں۔ (مکتوبات ۱، ۱۲)۔

قصر: اس کی اصل، لاطینی لفظ "کسٹرم" ہے۔ (لغات، ۲۲۷)۔

قضا و قدر: دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا، جو کچھ اب ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق اور فیصلۂ ازلی کے مطابق ہوا ہے، ہوتا ہے اور ہوگا... وحی محمدیؐ نے اس اصطلاح کے لیے دو لفظ اختیار کیے ہیں۔ ایک "قدر" ہے جس کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور دوسرا "قضا" جس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں۔ (سیرت ۳، ۸۶ و ۶۲۶)۔

قطب: "قطب" اصل میں چکّی کی اس کیل کو کہتے ہیں جس پر چکّی گھومتی ہے۔ (لغات، ۱۳۰)۔

قطب نما: قطب نما سے مقصود وہ مقناطیسی آلہ ہے جس سے سمت دریافت کی جاتی ہے۔ اس کی صحیح تاریخ قدامت کی تاریکی میں گم ہے۔ تاہم اگر اس کی ایجاد کے دعوے کا کوئی تحریری ثبوت پیش کر سکتا ہے تو اہلِ عرب ہی ہیں... قطب نما کو بحر روم کے عرب جہاز راں اگر کمپاس کہتے تھے تو اس لیے نہیں کہ اس کو انھوں نے رومیوں سے لیا تھا بلکہ اس لیے کہ وہ شروع میں کمپاس اس بحری نقشہ کو کہتے تھے جس میں دریا، ساحل، جزیرے اور ان کے طول البلد اور عرض البلد لکھے ہوتے تھے۔ بعد کو یہی نام وہ قطب نما پر بھی اطلاق کرنے لگے۔ نویں صدی ہجری کے بحرِ عرب کے عرب ملاح اس کو دائرہ اور بیت الابرہ (سوئی کا گھر) کہتے تھے۔ (جہاز، ۱۲۶، ۱۲۷)۔ کنپاص کی پوری تحقیق ابن فضل اللہ عمری المتوفی ۷۴۹ھ / ۱۳۴۷ء نے "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" کی دوسری جلد کے پہلے باب میں لکھی ہے۔ یہ لاطینی لفظ (CAMPAS) کا معرّب ہے اور غالباً یہ رومی جہاز رانوں سے ماخوذ ہے۔ بحرِ عرب اور خلیج فارس کے ملّاح اس نقشہ کو "رہنامہ" کہتے ہیں۔ (جہاز، ۱۲۲)۔

قطعاً: عربی میں اس کے معنی ہیں "کاٹ کر یعنی ہر شک کو کاٹ کر" اور اُردو میں "یقینی طور سے"۔ (نقوش ۳۴۲)۔

قلعی: یہ لفظ گو پُرانی عربی کا نہیں پھر بھی عربی لغتوں میں ملتا ہے۔ "قَلْعِی" عربی میں (لسان العرب) اور اس سے فارسی میں (موید الفضلا) رانگے کو کہتے ہیں۔ مگر رانگے کو قلعی کیوں کہتے ہیں۔ "لسان العرب" کا بیان ہے کہ قلع ایک کان کا نام ہے جس سے رانگے کی بہترین قسم نکلتی تھی۔ اس لیے اس کی طرف نسبت کر کے اچھے رانگے کو قلعی کہتے ہیں اور چونکہ اسی رانگے سے تانبے کے برتنوں پر سپیدی پھیری جاتی ہے۔ اس لیے اس کو قلعی کرنا کہنے لگے۔ پھر چونے سے بھی اگر مکانوں پر سپیدی پھیری جاتی ہے۔ اس لیے اس کو قلعی پھیرنا کہہ دیا۔ ہماری زبان میں ان استعمالوں سے یہ معنی پیدا ہوئے کہ کسی داغ دھبّے اور عیب کو ظاہر کر کے سب کو

دکھایا جائے تو وہ قلعی کھولتا ہوا۔ (نقوش، ۲۲۷، ۲۲۸)۔

قلق: (دل کی) بے چینی۔ ایچی ٹپش... واصل القلق ان لا یستقر الشی فی مکان واحد۔ (لغات، ۱۴۴)۔

قلیہ: قلیہ کی شکل عربی ہے لیکن معنی عربی نہیں۔ قلیہ کی عربی شکل قلیہ ہو سکتی ہے۔ عربی میں قلی بھوننے کو کہتے ہیں۔ اس سے قلیہ بن سکتا ہے اور بھونے ہوئے گوشت کو کہہ سکتے ہیں۔ ہماری زبان میں قلیہ اس شوربہ دار گوشت کو کہتے ہیں جس میں کوئی ترکاری پڑی ہو بلکہ اسی ترکاری کو قلیہ کہنے لگے ہیں۔ (نقوش، ۲۱۶)۔[1]

قُمری: یہ نام عربی و فارسی سے آیا ہے۔ مگر اس کی اصلیت کے بتانے سے یہ دونوں زبانیں قاصر ہیں۔ فارسی کے خالص لغتوں میں یہ لفظ سرے سے نہیں۔ "مؤید الفضلا" میں جو عربی آمیز فارسی کا پُرانا لغت ہے یہ لفظ ملتا ہے اور "تاج" نام کسی لغت کے حوالے سے لکھا ہے کہ فاختہ کو کہتے ہیں پھر اس نے اختلاف کیا کہ فاختہ اور چڑیا ہے اور قمری اور فاختہ کا رنگ خاکستری ہوتا ہے اور اس کی آواز "یکے تو" یا "کوکوکو" کی ہوتی ہے۔ گلے میں طوق ہوتا ہے اور قمری کی دو قسمیں ہیں ایک سفید کافوری اور دوسری صندلی اور اس کی آواز سے یا غفور کی صدا نکلتی ہے:

"تاج" کے نام سے تو جوہری کی "تاج اللغۃ" کی طرف خیال جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جوہری نے قمری کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ نہیں لکھا ہے کہ فاختہ کو کہتے ہیں۔ بہر حال یہ فارسی نہیں۔ عربی بھی نہیں کیونکہ اوّل تو عرب اس سے واقف نہ تھے۔ ان کے شعروں میں اس کا ذکر نہیں۔ قدیم عربی لغت میں یہ مذکور نہیں۔ اس کی ساخت اصل عربی لفظ کی نہیں۔ اس کے اخیر میں جو یائے مشدّد ہے وہ نسبت کو ظاہر کرتی ہے اور اسی نسبت کی طرف اکثر اہل لغت گئے ہیں۔

جوہری کی تحقیق یہ ہے کہ یہ "قمر" سے مشتق ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں اور اس سے صفت بنی "اقمر" بمعنی سپید۔ اس قمر کی جمع ہوئی "قمر" جیسے احمر سے حُمر اور اب یہ ہوا کہ سپید پرندوں کی جمع کے ساتھ یوں بولے "طیر قمر" اب اس جمع کا واحد جب مراد ہوا تو جمع کی طرف یائے نسبت لے کر "قمری" واحد بنا لیا جیسے روم سے رومی، زنج (زنگ) سے زنجی۔ مگر اس تحقیق میں بڑی کھینچ تان معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں اس محنت سے کسی اور پرندے کا نام نہیں رکھا گیا۔

مجد فیروز آبادی نے "قاموس" میں "قمریہ" لکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کبوتر کی ایک قسم ہے۔ مرتضیٰ زبیدی (بلگرامی) نے "تاج العروس" میں لکھا ہے کہ مجد نے یہ محکم زمخشری سے لیا ہے۔ بعضوں کا دعویٰ ہے کہ

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "قلیہ بلا شبہ عربی ہے۔ البتہ فارسی میں آکر (ی) کی تشدید گر گئی ہے۔" (معارف۔ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ص ۱۷۲)۔

"قمری" عربی کا قدیم لفظ ہے۔ اس کی جمع قُمر۔ ابو عامر نام ایک جاہلی عرب شاعر کے کلام میں ہے:

ما قرقر قمر الواد بالشاهق   مگر اس کا کوئی دوسرا شاید نہیں۔

قمری کے آخر میں جو "ی" ہے اس کو کوئی صاحب یائے مبالغہ سمجھتے ہیں مگر اکثروں کی رائے یہی ہے کہ یہ یائے نسبت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کس کی طرف نسبت ہے تو بعض لوگ اس کو اس نام کے ایک پہاڑ کی طرف نسبت سمجھتے ہیں اور بعض اس نام کے کسی مقام کا ذکر کرتے ہیں۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی نے "تاج العروس" میں اوپر کی تفصیل بتا کر لکھا ہے کہ ان کے استاذ نے "شرح کفایہ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔

اب اہل لغت کے دربار سے اٹھ کر ہم آوارہ گرد جغرافیہ نویسوں کے مسافر خانوں میں پہنچتے ہیں یاقوت رومی "معجم البلدان" میں "قمر" نام کے ایک مصری شہر کا ذکر کرتا ہے اور ابن الفارس سے نقل کرتا ہے کہ قمری پرندہ اسی شہر کی طرف منسوب ہے۔ مقریزی "خطط مصر" میں دریائے نیل کے منبع کی تلاش میں نکلتا ہے اور بحر ہند کے جزیروں کو دیکھتا بھالتا چلتا ہے اور اسی اثنا میں جزیرۂ قمر کا ذکر کرتا ہے اور جس کا دوسرا نام جزیرۂ ملائی بتایا ہے جس کو آج ہم ملایا کہتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک جزیرے کا نام قمریہ بتایا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے:

و الیها ینسب الطائر القمری (ص-۸۱، مصر)   اور اسی جزیرہ کی طرف قمری پرندہ منسوب ہے۔

البیرونی نے "کتاب الہند" میں ملایا کے کچھ جزیروں کا قمیر بتایا ہے (ص ۱۰۲) (ہمارے دوست ڈاکٹر تارا چند نے بتایا ہے کہ انگریزی و فرنچ میں اس کو اب بھی کھمیر KHMER کہتے ہیں)۔

پرندوں کے نام ان مقاموں کی نسبت سے رکھنا جہاں پہلے پہل وہ پرندے کسی خوش مذاق کے ہاتھ آئے ہوں، عام بات ہے۔ ترکی، چینی، شیرازی وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ (نقوش ۳۰۲ تا ۳۰۵)۔

قمیص: اس کی اصل لاطینی لفظ "کامیسا" ہے۔ (لغات، ۲۲۷)

قند: اس کی اصل لاطینی لفظ "گونڈٹیم" ہے۔ (لغات ۲۲۷)۔

قندیل: اس کی اصل لاطینی لفظ "کنڈیلا" ہے۔ (لغات ۲۲۷)۔

قواعد: "قاعدہ" کی جمع قواعد بنائی۔ اور اس کو جمع مذکر کے طور پر استعمال کیا تو اس کے معنی جزئی قانون کے ہوئے۔ لیکن ہم نے فوج کے نظم و ضبط اور ترتیب کے ساتھ چلنے، آگے بڑھنے، پیچھے ہٹنے کے قاعدے بنائے تو ان کا نام بھی قواعد رکھا اور وہ ان معنوں میں واحد مونث ہے اور خالص ہندستانی ہے۔

(نقوش، ۳۳۹، ۳۴۰)، (مزید دیکھیے "قاعدہ")

قوّال: "رباعی" کا ایک نام "قول" تھا اور غالباً اسی سے مشتق کر کے صوفیوں میں "قوّال" کے معنی "گویّے" کے ہیں۔ کیونکہ غالباً اس کے ابتدائی معنی "قول" (رباعی) گانے والے ہوں گے۔ بعد کو ہر صوفیانہ مطرب کو "قوّال" کہنے لگے۔ (خیام، ۲۵۵)۔

قورمہ: "قورمہ" تو ترکی معلوم ہوتا ہے۔ (نقوش، ۳۱۶)[1]

قولنج: اس کی اصل یونانی لفظ "کولیکی" ہے۔ (لغات، ۲۴۱)۔

قہر: "قہر" کے معنی غالب آنا، زبردستی کرنا۔ (لغات، ۲۰۳)۔

قیامت: اس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔۔۔ اس سے مقصود۔۔۔ موجودہ دنیا کے خاتمے کے بعد دوسری دنیا کی زندگی ہے۔ (سیرت ۴، ۶۳۵)۔ یہ لفظ سریانی ہے۔ (لغات ۲۲۳)۔

قیراط: دیکھیے "کیرانت"۔

قیصر: اس کی اصل لاطینی لفظ "کیسر" ہے۔ (لغات، ۲۲۷)۔

ک

کاغذ: چینی اصل کا لفظ ہے۔ شاید بواسطہ فارس آیا ہے۔ (لغات، ۲۲۳)۔

کافور: اس کی اصل سنسکرت لفظ "کپور" ہے۔ (لغات ۲۲۱)۔ قرآن پاک میں استعمال ہونے والے تین ہندی لفظوں میں سے یہ ایک ہے۔ دوسرے الفاظ ہیں: "زنجبیل" اور "مسک"۔ (تعلقات، ۲۷)۔

کباب: صورت عربی ہے۔ معنی عربی نہیں۔ "کبّ" عربی میں اوندھے کرنے کو کہتے ہیں۔ اب گوشت کو اوندھا کر کے آگ پر رکھیے اس کو کباب کہیے۔ (نقوش، ۳۱۷)[2]۔

کبر: دیکھیے "تکبّر"

کُٹُم: (خاندان) اس کی اصل ہندی لفظ "کٹنب" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

کسر: عربی میں "کسْر" کے معنی "توڑنا" ہیں اور اردو میں "کسَر" کے معنی "عیب"، "کمی"۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

کشف: لفظی معنی تو کھولنے اور پردہ اٹھانے کے ہیں۔ مگر اس سے مقصود یہ ہے کہ مادیت کے ظلمانی پردہ کو چاک کر کے مادی چیز روحانی علم میں مشاہدہ کے سامنے آجاتی ہے۔۔۔ وہ کبھی اصلی صورت میں اور

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "قورمہ بھی ترکی ہے۔ ترکی مصدر قاوُرمق (یا قاوُورمق) کے معنی ہیں بھوننا، تلنا (دم پر پکانا) قاورمہ اس طرح کی پکائی ہوئی چیز۔۔۔ اسی سے ہمارا قورمہ بنا۔ فارسی لغت کی کتابوں میں قورمہ نہیں ملتا" (معارف، ستمبر ۱۹۲۹ء ص ۱۷۲)۔ [2] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "حقیقت بھی عربی ہے۔ کبّ کے معنی ہیں اوندھا کیا۔ مگر اسی کے ساتھ لوٹا پوٹا، الٹا پلٹا" (معارف، ستمبر ۱۹۲۹ء ص ۱۸۳)۔

کبھی اپنی مثالی صورت میں نظر آتی ہے۔ عام لوگوں کے سمجھنے کے لیے اس کی بہترین مثال خواب کی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ خواب عالمِ خواب کی بات ہے اور کشف عالمِ بیداری کی۔ (سیرت ۲، ۶۲)۔

کشکول: محاضرات کی کتابوں میں بعض کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن کو "کشکول" کہتے ہیں۔ ان کتابوں کا کوئی خاص موضوع نہیں ہوتا بلکہ ان تمام علوم وفنون کے متعلق نادر اور لطیف نکتے جمع کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے انسان ان سے دل بھی بہلا سکتا ہے اور علمی فوائد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ (شبلی ۷۹۲)۔

کُفر: اس کے لغوی معنی "چھپانے" کے ہیں اور محاورہ میں کسی کام یا احسان پر پردہ ڈالنے اور زبان و دل سے اس کے اقرار اور عمل سے اس کے اظہار نہ کرنے کے ہیں۔ اسی سے ہماری زبان میں "کُفرانِ نعمت" کا لفظ استعمال میں ہے۔۔۔ اللہ پاک کے احسانوں اور نعمتوں کو بھلا کر دل سے احسان مند نہ بننا' زبان سے اس کا اقرار اور عمل سے اپنی اطاعت شعاری اور فرمابرداری ظاہر نہ کرنا کفر ہے۔ (سیرت ۵، ۴۸۴، ۴۸۵)

کلیسا: اس کی اصل یونانی لفظ "اکلیسیا" ہے۔ (لغات، ۳۴۴ ۲)۔

کمپاس: دیکھیے "قطب نما"۔

کمخواب: یہ لفظ چینی اصل کا ہے۔ (لغات، ۳۱۲)۔

کُنیا: خوارزمی کی کتاب "مفاتیح العلوم" میں بڑھیوں کے ایک اوزار کا نام "الکونیا" بتایا گیا ہے اور اس کی تشریح یہ ہے:

یقدّرون بها الزاویة القائمه (ص ۲۵۵)۔ یعنی "اس سے زاویۂ قائمہ نکالتے ہیں"

کوئی کچھ کہے۔ ہو نہ ہو یہ لفظ ہمارا "کونیا" ہے جس کو آج بھی ہمارے کاریگر بولتے اور برتتے ہیں اور اس کا تلفظ "کنیا" ہے یعنی وہ آلہ جس سے کونہ (زاویہ) ناپیں۔ یہ ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ کی دو لکڑیاں ہوتی ہیں جن کو بخطِ مستقیم جوڑ کر کونہ (زاویہ قائمہ) نکالتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے 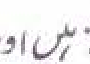 ۔

کوٹ: اصل معنی "قلعہ"۔ (نقوش، ۳۲۳)۔ (مزید دیکھیے "گڑھ")

کھتری: اس کی اصل ہندی لفظ "کھشتری" ہے۔ (نقوش، ۳۵۷)۔

کھیر: کھیر اور شیر (دودھ) ایک ہی چیز ہے۔ سنسکرت میں دودھ کو "کشیر" اور سندھی میں "کھیر" کہتے ہیں جس سے ہماری یہ کھیر پکتی ہے اور اسی لیے کھیر کہلاتی ہے۔ (نقوش، ۳۰۷)۔

کیرانت: اودھ کے دیہاتی کاغذوں میں ۱۶ آنے کی تقسیم آنوں پر اور آنوں کی پائیوں پر اور اس کے بعد "کیرانت" اور جو پر ہوتی ہے۔ لفظی بہرو پیوں کے پہچاننے والوں کو اس کے پہچاننے میں دقت نہیں ہو سکتی

کریکیرانت "عربی" قیراط" کی خرابی ہے۔ ایک عربی دینار میں ۲۰ یا ۲۴ قیراط ہوتے تھے (لسان العرب ج ۹) عربی میں "قیراط" یونانی سے آیا ہے۔ آج کل انگریزی میں یہی لفظ کیرٹ (CARAT) کی صورت میں مستعمل ہے اور انگریزی سونے کے بنے ہوئے زیوروں اور چیزوں میں اتنے کیرٹ گولڈ کی اصطلاح کا عام رواج ہے۔ (نقوش، ۲۹۲)۔

کیوں کہ: اس کی اصل ہندی لفظ "کنتو" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

گ

گڑھ: "گڑھ" ہندی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ ہندستان کے اکثر وہ شہر جن کے نام کا آخری جز گڑھ ہے ان کی آبادی کا آغاز درحقیقت کسی فوجی آبادی سے ہوا یعنی کسی زمیندار یا رئیس نے اپنی اور اپنی رعایا کے لیے کوئی گڑھ بنایا اور اس کو اپنے نام کی طرف منسوب کر دیا۔ اعظم گڑھ بھی اسی قسم کا شہر ہے۔ راجہ اعظم جن کے نام کی طرف یہ نسبت ہے اعظم گڑھ کے مسلمان راجپوت راجاؤں میں سے تھے۔ اس راجہ کا خاندان یہاں اب بھی موجود ہے اور اس کا قلعہ عرف عام میں کوٹ (قلعہ) کہلاتا ہے اور اس کے آس پاس کی آبادی کا نام محلہ کوٹ ہے... اعظم خاں نے ۱۶۶۵ء میں اعظم گڑھ کی بنیاد ڈالی۔ (شبلی ۵۱، ۵۳)

گفش: موٹے کپڑے کو ہم "گفش" کہتے ہیں... فارسی میں اس کی صورت "گبز" ہے۔

"بفتح اول وسکون ثانی وزائے نقطہ دار۔ ہر چیز گندہ وقوی وسطبر را گویند" (برہان قاطع)

اس کی دوسری شکل غفص کی ہے۔ صورت تو عربی ہے مگر عربی نہیں۔ (نقوش، ۲۲۷)[1]

گُن: اس کی اصل ہندی لفظ "گنڑ" ہے۔ (نقوش، ۲۵۶)۔

گنڈہ: ایک دام کے پچیس حصے کر کے ہر حصہ کو جیتل کہتے تھے۔ اب اس کو گنڈہ کہتے ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں بھی اس کا نام ملتا ہے۔ (آئین اکبری جلد اول ص ۱۲)۔ (نقوش، ۲۹۱)۔

گِنّی: انگریزی گنّی کا مولد افریقہ کا ملک گائینا یا گینی قرار پایا ہے جس کو عرب "غانہ" کہتے تھے اور بلاد التبر (سونے کا ملک) کے نام سے پکارتے تھے اور وہیں سے سونا لاتے تھے۔ (نقوش، ۲۹۴، ۲۹۵)۔

گھی: اس کی اصل ہندی لفظ "گھرت" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

گیر: گیر (لینے والا) لگا کر فارسی میں اسم مرکب بنائے جاتے ہیں جیسے دلگیر، جہانگیر۔ ہم نے اس سے لفظ بنا کر بہت سی چیزوں کے نام رکھ دیے جیسے خوگیر، عرق گیر، کفگیر، نم گیر، دیوار گیر، جاگیر۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "غفص جب عربی لفظ نہیں تو "ص" سے کیوں لکھا جائے۔ غفس چاہیے۔ "گف" بھی بولتے ہیں۔ یہ سب اسی "گبز" کے مختلف تلفظ ہیں۔" (معارف ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۸۷)۔

ل

لازم: دیکھیے "لوازم"

لالٹین: "لالٹین" کی اصل "لنٹرن" ہے۔ (النقوش، ۳۳۱)۔

لاوہ: آتش فشاں پہاڑ کا مادّہ۔ اس کی اصل عبرانی لفظ "لابہ" ہے۔ (لغات، ۲۱۶)۔

لچھّن: اس کی اصل، ہندی لفظ "لکھشن" ہے۔ (النقوش، ۶۵۶)۔

لطیف: اللہ تعالیٰ نے کئی آیتوں میں اپنے کو "لطیف" فرمایا ہے۔ راغب اصفہانی "لطیف" کے مختلف معنوں میں سے ایک معنی یہ بتاتے ہیں:

"وہ اپنے بندوں کی رہنمائی میں نرمی (رفق) فرماتا ہے۔" (لفظ لطف)

امام بیہقی ان کی کتاب "الاسماء والصفات" میں نقل کرتے ہیں:

"خدا کا نام لطیف اس لیے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ بھلائی اور آسانی چاہتا ہے اور ان کے لیے صلاح اور نیکی کے اسباب کا فیضان کرتا ہے... لطیف اس لیے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ بھلائی فرماتا ہے ان کے ساتھ اس طرح لطف کرتا ہے جس کا علم بھی ان کو نہیں ہوتا۔ ابن الاعرابی کا قول ہے۔ لطیف وہ ہے جو تمہاری ضرورت کو تم تک ملائمت (رفق) سے پہنچا دیتا ہے۔" (ص ۲۴۴، الہ آباد)۔

امام غزالی کہتے ہیں:

"اس صفت کا مستحق وہی ہے جو نازک اور باریک مصلحتوں کو جانتا ہے۔ پھر ان کو نرمی کے طریق سے، سختی سے نہیں، اس تک پہنچاتا ہے جس کے حق میں وہ مفید ہیں۔ جب عمل میں نرمی اور ادراک میں لطافت ہو تو لطیف کے معنی پورے ہوتے ہیں اور اس کمال کا تصور خدا ہی کے لیے ہے۔" ("روح المعانی"۔ تفسیر سورۂ شوریٰ) (سیرت ۶، ۵۰۹ و حاشیہ ۵۰۹)۔

لعنت: "لعنت" کے معنی، "اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی" کے ہیں۔ (سیرت ۶، ۶۰۰)۔

لفافہ: عربی میں اس کے معنی "لپیٹ" اور اردو میں "خول" کے ہیں۔ (النقوش، ۳۴۴)۔

لکھنؤ: لکھنؤ پہلے گومتی کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ چونکہ قنوج اور جونپور کے بیچ وہ ایک منزل تھی اس لیے رفتہ رفتہ اس کی آبادی بڑھنے لگی۔ تاریخوں میں سب سے پہلے اس کا نام میری تلاش میں تیمور کے حملہ

کے بعد ۸۰۳ھ میں ملتا ہے۔ تیمور کی واپسی کے بعد جب ملک میں طوائف الملوکی کا دور ہوا اور ظفر خاں نے گجرات میں، خواجہ جہاں کے بیٹے مبارک شاہ نے قنوج و اودھ و کڑھ اور جونپور میں اور خضر خاں نے لاہور و دیبال پور میں اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں تو اقبال خاں نے دوآبہ میں اپنی ریاست جمانی چاہی، مبارک شاہ نے پورب میں اس کے پاؤں جمنے نہ دیے۔ اس سلسلے میں "لکھنؤ" کا نام پہلی دفعہ سننے میں آتا ہے۔ فرشتہ میں ہے:

"تلو اقبال خاں بہ قنوج رفتہ خواست کہ بہ جونپور و لکھنؤ در آید" (ص ۱۵۹۔ نولکشور)۔ (شبلی۔ ۱۳)۔

لمبر: ہمارے نامور شاعر غالب نے "نمبر" کو "لمبر" باندھا۔ "مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا" اس سے محاورہ بنا: لمبر لے جانا "لمبر چھینا" لمبر لگانا۔ (نقوش، ۹۷)۔

لنگر: عربی میں اس کے لیے "لنج" اور "انجر" استعمال ہوتے ہیں۔ "لنج" کی اصل فارسی "لنگر" ہے اور "انجر" نے یورپ میں پہنچ کر "اینکر" (ANCHOR) کی شکل اختیار کی۔ (جہاز، ۴ و ۱۸)۔

لوازم: عربی "لزم" اور "لزوم" سے نکلا ہے۔ "لازمہ" کی جمع ہے۔ کسی شے سے چپک جانے کو "لزوم" کہتے ہیں۔ اس سے اہل منطق نے ایسے مفہوم و معنی میں جس کا کسی دوسری شے سے چپکا رہنا ضروری ہے یا وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتا، اس کو استعمال کیا ہے۔ اسی سے ہماری اُردو میں "لازم" کے معنی "ضروری" کے ہو گئے۔ اس کی جمع کسی طرح "لوازم" بنی۔ اب اردو میں اس کی جمع "لوازمات" بنائی گئی اور اس کے معنی کسی شے کے ضروری سامان و اسباب کے ہو گئے۔ "لوازمات" کے اس معنی کا اُردو واحد سنیے "لوازمہ" جس کو عربی سے ادنیٰ تعلق نہیں۔ (نقوش، ۳۳۴، ۳۳۵)۔

لیموں: اس کی اصل ہندی لفظ "لیمو" ہے۔ اسی سے انگریزی "لیمن" ہے۔ (تعلقات، ۱۷)۔

م

ماتحت: عربی کے لحاظ سے بے معنی ہے۔ مگر ہماری زبان کا وہ نہایت صحیح و فصیح اور بامعنی لفظ ہے۔ (نقوش، ۳۳)

ماتم: عربی میں اس کے معنی "میت پر غم کرنے کے لیے جمع ہونے کی جگہ" ہیں اور اردو میں "میت کا غم"۔ (نقوش، ۳۴۶)۔

مادہ: "مادہ" "مد" سے اسم فاعل مونث ہے۔ اس کے معنی پھیلنے پھیلانے کے ہیں اور "مادہ" کے معنی پھیلنے والے کے لیے۔ یونانی زبان سے فلسفہ کا ترجمہ جب عربی میں ہوا تو جسم کی صورت میں جو چیز پھیلی ہوئی ہے اس کا نام گھڑ کر رکھا اور اس کی جمع "مواد" بنائی۔ ہماری زبان میں یہ لفظ "مواد" واحد کی صورت میں زخم کے

اندر جو چیز بھری ہوتی ہے اس کے لیے بولا جانے لگا۔ انگریزی میں "مادہ" کو "میٹر" کہتے ہیں اور کسی مضمون کے معلومات کو بھی "میٹر" کہتے ہیں اس لیے ہماری زبان میں "میٹر" کا ترجمہ بھی "مواد" ہوا اور بولا جانے لگا۔ (نقوش، ۳۴۴، ۳۴۱)

الیخولیا: اس کی اصل یونانی لفظ "ملنکولیا" ہے۔ (لغات، ۳۴۱)۔

ال: اس کی اصل ہندی لفظ "مائی" ہے۔ نقوش، ۲۵۲)۔

انس: جیسے بھلا مانس۔ اس کی اصل ہندی لفظ "منش" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

مبلغ: عربی میں اس کے معنی "کسی حد تک پہنچا ہوا" اور اردو میں "روپیوں کی تعداد" (نقوش، ۳۴۶)۔

مبین: (قرآن مجید میں) دو موقع پر "لسانٌ عربیٌّ مبینٌ" کہا گیا ہے۔ (نمل و شعرا) ... "مبین" کے لغوی معنی ہیں ظاہر کرنے والا، واضح کرنے والا، کھولنے والا۔ اکثر مفسرین نے ان آیتوں میں "بیان" کے یہی لغوی معنی مراد لیے ہیں یعنی قرآن ایسی زبان میں اتارا گیا جو نہایت فصیح ہے ... (لیکن) "مبین" سے یہاں مراد اس کے لغوی معنی نہیں بلکہ یہ لفظ بطور علَم کے ہیں ... ظہور اسلام کے وقت بھی عربی زبان مختلف بولیوں اور لہجوں میں منقسم تھی۔ ان میں جو فصیح ترین اور شیریں ترین زبان تھی۔ اس کا نام "لسانٌ عربیٌّ مبینٌ" تھا۔ مثلاً اردو زبان کا اطلاق لاہور، دلی، لکھنؤ، بنارس، پٹنہ، کلکتہ، ڈھاکہ، حیدرآباد، بمبئی اور مدراس کی تمام اردو زبانوں پر ہوتا ہے ... لیکن ان میں سے بہترین اور فصیح ترین زبان کو ہم "اردوئے معلّٰی" کہتے ہیں جو قلعۂ دہلی میں بولی جاتی تھی یا جو اب ہمارے قلم اور شاعر کی زبان ہے۔ (ارض ۴۴۱)۔ (مزید دیکھیے "بیان")۔

متانت: عربی میں اس کے "بھاری ہونا" ہیں اور اردو میں "مہذب ہونا"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

متداول: "تداول" سے مشتق ہے جس کے اصل معنی "دست بدست لینے" کے ہیں۔ (لغات، ۳۳)۔

متین: عربی میں اس کے معنی "بھاری" ہیں اور اردو میں "مہذب" (نقوش، ۳۴۳)۔

مجلس: جس جگہ بیٹھیں عربی میں اس کو "مجلس" کہتے ہیں۔ بعض علما اور صوفیہ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ خاص دنوں میں بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے یا درس دیتے۔ اس سے اس قسم کی نشست کو اور پھر اس نشست کی تقریروں کو "مجلس" کہنے لگے۔ ہندستان میں ایسی نشستوں کو کہتے ہیں جن میں لوگ مذہبی اور علمی تقریریں کریں یا مرثیے پڑھیں اور اس سے ہم نے علم مجلس بنایا۔ جس میں تہذیب و شائستگی کے ساتھ مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور سلیقہ اور دلچسپی کی باتیں کرنے کے ڈھنگ سکھائے گئے۔ (نقوش، ۳۳۹)۔

مجوسی : عربی میں "مجوس" کا لفظ یونانی سے آیا ہے۔ یونانی ان کو "میجوس" کہتے ہیں۔ اصل فارسی لفظ "مُغ" ہے۔ مجوس یزداں اور اہرمن دو خداؤں کے قائل تھے۔ ایک فاعلِ خیر (یزداں) اور دوسرا فاعلِ شر (اہرمن) یزداں کو نور اور اہرمن کو ظلمت سے بھی تعبیر کرتے تھے۔ (ارض ۱۹۲)۔

محاذ : "محاذ" کی عربی اصل "محاذی" ہے۔ (نقوش ۳۳۱)۔ عربی میں محاذ کے معنی "مقابل" ہیں اور اردو میں "لڑائی کا میدان"۔ (نقوش ۳۴۳)۔

محروم : "محروم" کی تشریح میں اہلِ تفسیر کا اختلاف ہے۔ بعض اس کو محروم کہتے ہیں۔ جس کا مالِ غنیمت میں کوئی حصّہ نہیں۔ کسی نے اس کے مظاہر معنی لیے ہیں کہ جو دولت سے محروم ہو۔ کوئی متعفف کے معنی لیتا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اُن سے مراد وہ مصیبت زدہ ہے جس کی کمائی یا کھیتی پر کوئی آسمانی افتاد پڑ گئی ہو اور اب وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہو گیا ہو۔ اسی معنی کی تائید اہلِ لغت اور بعض اہلِ تفسیر کے بیان اور قرآن پاک سے ہوتی ہے (دیکھو "لسان العرب" لفظ محروم و محارف اور تفسیر ابن جریر)۔ (سیرت ۳۰۲)۔

محصنات : "عفت و پاکبازی کے لیے ("حفظ فروج" کے علاوہ) قرآن کا دوسرا لفظ "احصان" ہے جو "حصن" سے بنا ہے جس کے معنی قلعہ یا محفوظ مقام کے ہیں۔ اس سے "حصان"، "احصان"، "مُحْصِن"، "مُحْصِن" اور "مُحصَن" الفاظ بنائے گئے ہیں۔ پہلا لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ مگر عربوں کے اشعار میں آیا ہے۔ اس کے معنی پاک دامن عورت کے ہیں۔ دوسرے کے معنی حفاظت میں لینے یا حفاظت میں رکھنے کے ہیں۔ قرآن میں تین موقعوں پر آیا ہے۔ (تحریم ۲۔ انبیا ۶ اور نساء ۴)۔۔۔۔ اسی سے اس کا اسم فاعل "محصن" (حفاظت میں لانے والا) اور اسم مفعول "محصنہ" (حفاظت میں لائی گئی) نکاح کے سلسلہ میں قرآن میں آیا ہے۔ (نساء ۴)۔۔۔ قرآن پاک میں اس کے علاوہ "مُحْصَنٰت" (حفاظت میں رکھی ہوئی بیبیاں) دو معنوں میں آیا ہے۔ ایک بیاہی عورتوں کے معنی میں :

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ (نساء ۔ ۴)۔ اور بیاہی عورتیں (یعنی جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہیں اور وہ دوسرے مرد پر حرام ہیں)۔

دوسرے شریف آزاد بی بیوں کے معنی میں جیسے :

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (نساء ۔ ۴)۔ اور جس کو تم میں سے مسلمان شریف اور آزاد بی بیوں کے نکاح کا مقدور نہ ہو (تو مسلمان باندی سے نکاح کرے)۔ (سیرت ۴۰۴ تا ۴۰۸)۔

محصول : عربی میں اس کے معنی "جس کا حصول ہو" ہیں اور اُردو میں "ٹیکس"۔ (نقوش ۳۴۶)۔

محل : اصل معنی "جگہ"۔ (لغات ۱۷۱)۔

محلّہ: اصل معنی "منزل" (لغات، ۱۷۱)۔ یہ لفظ "حل" مشتق ہے جس کے معنی کسی شخص یا قوم کا کسی مقام پر وارد ہونا ہیں۔ (لغات، ۴)۔

محنت: عربی میں اس کے معنی "رنج و تکلیف" ہیں اور اردو میں "پوری کوشش"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

مدّت: عربی میں اس کے معنی "درازی" ہیں اور اردو میں "زمانہ" (نقوش، ۳۴۵)۔

مدمّغ: اُردو میں اس کے معنی "مغرور" ہیں لیکن عربی میں یہ لفظ نہیں ہے۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

مدینہ: قبل ہجرت نبوی اس شہر کا نام "یثرب" تھا۔ ہجرت کے بعد اس کا نام بدل کر مدینۃ النّبی صلعم یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر" ہوا اور کثرتِ استعمال سے "ال" قائم مقام مضاف الیہ ہو کر "المدینہ" رہ گیا... محققین حال کا بیان ہے کہ "یثرب" مصری لفظ "اتھریبس" کی تعریب ہے۔ ہمارے یہاں کے مورخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے یہاں عمالیق آباد ہوئے تھے اور اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ عمالیق ۲۲۰۰ ق م میں مصر کے حکمراں تھے اور ۱۶۰۰ ق م میں وہاں سے نکالے گئے۔ اس بنا پر شہر کی تعمیر کا زمانہ ۱۶۰۰ ق م اور ۲۳۰۰ ق م کے درمیان ہے۔ عمالیق کے بعد یہاں سب سے اوّل یہود آکر آباد ہوئے۔ اس کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں اوس اور خزرج یہاں آباد ہوئیں۔ یہ اوس و خزرج وہی قبائل ہیں جن کا لقب اسلام میں انصار ہوا اور جنھوں نے اسلام کی دعوتِ اولین قبول کی اور مسافرینِ اسلام کو اپنے گھر میں اتارا۔ (ارضِ ۹۸، ۹۹)۔

مذاق: عربی میں اس کے معنی "چکھنا" ہیں اور اردو میں "ظرافت"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

مرہم: اس کی اصل یونانی لفظ "ملگما" ہے۔ (لغات، ۲۴۰)۔

مسالا: "مسالے" کی اصلیت عربی میں "مصالح" ہے اور وہ "مُصلح" کی جمع ہے یعنی وہ چیزیں جو کسی کھانے کی اصلاح کے لیے اس میں ملائی جائیں۔ مگر اب وہ ہماری زبان میں "مسالا" لکھا جاتا ہے اور لکھا جانا چاہیے اور اب وہ کھانے کے مسالے کے ساتھ ہر مضمون کا مسالا بن گیا ہے۔ (نقوش، ۹۱، ۹۲)۔

مستری: یہ اصل میں "مسطری" ہے۔ "مسطر" اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے سطر سیدھی کی جاتی ہے۔ پرانے زمانہ میں ایک موٹے کاغذ پر موٹے تاگہ کو سیدھ سے ناپ کر آج کل کے رول دار کاغذ کی طرح سی دیتے تھے اور اس پر لکھنے کے کاغذ کو دبا کر سطروں کو ابھارتے تھے تاکہ لکھنے میں سطریں سیدھی ہوں۔ یہ تو کاغذ کی بات چیت ہوئی۔ عمارتوں میں دیواروں کی سیدھ قائم کرنے کے لیے جس آلہ سے کام لیا جاتا تھا وہ بھی "مسطر" ہوا اور اس مسطر سے جو ماہر فن دیکھ بھال اور ناپ کر عمارت کی دیواروں کی سیدھ درست کرتا تھا وہ "مسطری" کہلایا اور پھر جب وہ ہندستانی زبانوں سے ادا ہوا تو "مسطری"

کا "مستری" ہوگیا اور اب وہ ہماری زبان کا لفظ ہے اور ماہر کاریگر کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ (النقوش ۲۲۱)

"مستری" کے لفظ کو ڈاکٹر عبدالستار صدیقی عربی کے بجائے پرتگالی فرماتے ہیں۔ اس کی اصل شکل MISTRE[1] ہے۔ مگر پرتگالی میں خود بہت سے عربی لفظ ہیں۔ (النقوش، استدراک ص الف)۔

مسل: اس کی اصل عربی لفظ "مثال" ہے۔ سرکاری شاہی کاغذات کی اصل تو دفتر میں رہی تھی اور اس کی بقیہ نقل (مثال) لوگوں کے پاس بھیجی جاتی تھی۔ اس سے "مثال" کے دوسرے معنی فارسی میں "شاہی فرمان" کے پیدا ہوئے اور اس کی جمع "امثلہ" اور "مثل" بنی۔ "مثال" اور "مثل" نے "مِسل" کی ہندی شکل اختیار کی۔ "مثل" اور "امثلہ" کا استعمال غالباً سلجوقیوں کے زمانے میں رواج پایا۔ تاریخوں میں کثرت سے یہ لفظ آتا ہے۔ (النقوش ۲۲۵)۔ "مسل" اور "مثال" کی تحقیق میں ہے کہ سرکاری کاغذات کی اصل دفتر میں رہتی تھی اور نقل و مثال لوگوں کے پاس بھیجی جاتی تھی۔ اس کی دلیل کے لیے اقتباسات کتاب "آداب الحرب والشجاعہ" مبارک شاہ معروف بہ فخر مدبر شائع کردہ عربک اینڈ پرشین سوسائٹی پنجاب یونیورسٹی ص ۱۲ (غزنویوں کے عہد کی تصنیف) پیش ہے:

"مثالِ توقیع برسانیدند کہ ہرچہ بتعجیل تر بیاید" (النقوش، استدراک ص الف)۔

مُسلِم: "مسلم" کے اصلی معنی "سونپنے والے" ہیں۔ کوئی شخص اپنے دوست کو کسی دشمن کے حوالہ کردے تو عربی میں اسے "مسلم" کہیں گے اور یہ مذموم معنی ہوں گے۔ اس کا ابتدائی استعمال "مُسلِم للہ" اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دینے والا تھا۔ جیساکہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

بلیٰ مَن اسلمَ وجْہَہٗ لِلّٰہ   ہاں جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کیا۔

لیکن کثرتِ استعمال سے صرف "مسلم" رہ گیا اور معنی وہی "مسلم للہ" کے سمجھے جانے لگے اور اب کسی کو خطور نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی بُرا مفہوم بھی ہے۔ (ار ص ۲، ۲۱)۔

مُشک: اس کی اصل سنسکرت لفظ "موشکا" ہے۔ (مقالات ۲، ۱)۔ "مشک" کے لیے عربی لفظ "مِسک" ہندی اصل کے ان تین لفظوں میں سے ایک ہے جو قرآن پاک میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرے الفاظ "زنجبیل" اور "کافور" ہیں۔ (تعلقات، ۷۲)۔

مشکور: عربی میں "مشکور" اس کو کہتے ہیں جس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مگر ہماری زبان میں اس کو کہتے ہیں جو کسی کا شکریہ ادا کرے۔ اسی لیے "مشکور" کی جگہ بعض عربی کی قابلیت جتانے والے اس کو غلط سمجھ کر

---

[1] ڈاکٹر صدیقی کے مضمون میں اس کے ہجے MESTRE چھپے ہیں۔ (معارف ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ص ۱۸۵)۔

صحیح لفظ "شاکر" یا "متشکر" بولنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ اصلاح شکریہ کے ساتھ واپس کرنی چاہیے (النقوش ۹۸)۔

مصحف: صحابہؓ میں سے وہ لوگ جنھوں نے حبشہ کا سفر کیا تھا انھوں نے اہلِ حبشہ کو اپنی مذہبی کتاب کو "مصحف" کہتے سنا تھا اس لیے (باختلاف روایات) ان حضرات نے عموماً ... یا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یا سالم غلام ابو حذیفہ نے کہا کہ اس (قرآن) کا نام مصحف رکھا جائے۔ لوگوں نے پسند کیا اور اس وقت سے قرآن مجید کو مصحف کہا جانے لگا ... مسٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب سوار السبیل فی معرفۃ المعرب والدخیل" میں لکھتے ہیں کہ "مصحف" حبشی لفظ ہے ... "مصحف" حبشی زبان میں کتاب کو کہتے ہیں ... اصل وجہ یہ ہے کہ مصحف 'اصحاف' کا صیغہ 'مفعول ہے۔ اصحاف' صحیفہ سے ماخوذ ہے۔ صحیفہ چند اوراق کو کہتے ہیں۔ اصحاف' کے معنی اوراق بندی یعنی منتشر اوراق کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے کے ہیں۔ اس بناپر مصحف ان منتشر اوراق کو کہتے ہیں جو مرتب کر کے کسی کتاب کی صورت میں جمع کر دیے جائیں۔ عربی زبان کا مستند لغوی ابن مکرم مصنف "لسان العرب" لکھتا ہے:

"مصحف اس کو کہتے ہیں جو لکھے ہوئے اوراق کو دو دفتیوں میں جمع کرے" (لسان العرب جلد ۱۲، ص ۸۸)۔

یہی مصنف آگے چل کر "مصحف" کے متعلق مشہور نحوی فرار کی رائے نقل کرتا ہے:

"مصحف 'صحف' سے ماخوذ ہے یعنی اس کے اوراق جمع کیے گئے۔"

مشہور لغوی ازہری کی تحقیق ہے:

"مصحف کا مصحف اس لیے نام ہے کہ اس کی اوراق بندی کی گئی یعنی دو دفتیوں میں لکھے ہوئے اوراق کا جامع ہے۔" (لسان العرب' جلد ۱۲، ص ۸۸)۔

ان ائمہ لغت کی شہادت سے "مصحف" کے معنی بالکل واضح ہو گئے۔ قرآن مجید عہدِ رسالت میں تحریری حیثیت سے اجزا اور اوراق میں یکجا مرتب نہ تھا۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب قرآن اجزا' اوراق میں تحریری حیثیت سے مرتب ہو کر کتاب کی صورت میں آیا تو مقتضائے واقعہ کے لحاظ سے اس کے لیے "مصحف" سے زیادہ موزوں نام نہیں ہو سکتا تھا۔ اب یہ عقدہ بھی نہایت آسانی سے حل ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں قرآن کا نام "مصحف" کیوں نہیں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا عہدِ رسالت میں نزول ہو رہا تھا وہ اس وقت مصحف نہ تھا یعنی مرتب کتاب تھا۔ (مقالاتِ سی، ص ۵۳-۵۴)۔

مطلق: "اطلاق" کے معنی رہا کرنے' چھوڑنے کے ہیں۔ (لغات-۱۱)۔

معاش: تنخواہ، مزدوری، اصلی معنی ماتعیش بہ من المطعم والمشرب۔ (لغات ۱۸۰)۔

معجزہ: ہمارے متکلمین کے نزدیک معجزہ وہ امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کے دعوے کی صداقت کے لیے دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لیے چند شرائط ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ خارقِ عادت ہو تو گویا معجزہ کی عام تعریف یہ سمجھنی چاہیے کہ معجزہ اس خارق عادت چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغمبر کی تصدیق کے لیے صادر ہو۔ (سیرتؐ ۲۹)۔

معجم: لغت کی کتاب، ڈکشنری۔ اس دور سے پہلے اس لفظ کا اس کتاب پر اطلاق ہوتا تھا جس کی ترتیب بہ ترتیب حروف ہجا ہوتی تھی۔ (لغات ۱۸۰)۔ عربی زبان میں ابتداءً حروف ہجا میں نقطے نہیں ہوتے تھے اس لیے اکثر اہل عجم کی نظر میں حروف باہم متشابہ معلوم ہوتے تھے اور وہ ان کو صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی ... نے چند علما کی مدد سے نقطے ایجاد کرائے۔ اس پر بھی غلطی رفع نہ ہوئی تو قرآن کے الفاظ پر شکل یعنی زبر، زیر، پیش لگائے۔ اکثر عربی کتابوں میں تم نے "اعجام" اور حروف "معجم" پڑھا ہوگا۔ اس کے اصلی معنی یہ ہیں کہ "لفظ عربی کو عجمی بنانا"۔ چونکہ یہ نقطے عجمیوں کی خاطر ایجاد کیے گئے تھے اس لیے حروف ہجا پر نقطے لگانا گویا "اعجام" ہونا تھا یعنی عربی لفظ کو عجمی بنانا تھا۔ (مقالاتؐ ۲۴۴)۔

معراج: "عروج" سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ چونکہ احادیث میں آپ سے "عُرِجَ بِیْ" مجھ کو اوپر چڑھایا گیا" مروی ہے۔ اس لیے اس کا نام معراج پڑا۔ (سیرتؐ ۲۹۲)۔

معروف: احسان کے اسی وسیع معنی میں اسلام نے ایک اور جامع لفظ "معروف" استعمال کیا ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس کی خوبی عقلاً و شرعاً معلوم ہو امعروف میں داخل ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ:

"وأمُر بالمعروف" (اعراف ۴۴)۔ اور نیکی کرنے کو کہو۔

(سیرتؐ ۴۰۲)۔ جو کام لوگوں میں عام طور سے پسند کیا جاتا ہے اور جس کا کرنے والا لوگوں میں ممدوح ہوتا ہے وہ تو جانا پہچانا کام ہے۔ اسی لیے اس کو معروف (شناسا) کہتے ہیں۔ (سیرتؐ ۵۹۲)۔

معنی: "معنی" کا لفظ عربی میں واحد ہے مگر اُردو والے اس کو جمع بولتے ہیں۔ (نقوش ۳۳۱)۔

مغرور: عربی میں اس کے معنی "دھوکا کھایا ہوا" ہیں۔ (نقوش ۳۴۴)۔

مفلوک الحال: دیکھیے "فلاکت"۔

مقابلہ: اصلی معنی "آمنے سامنے ہونا"۔ (لغات ۱۸۲)۔

مقالہ: مضمون، آرٹیکل، اصل معنی القطعة من الکتاب۔ (لغات، ۱۸۳)۔

مقدمہ: عربی میں اس کے معنی ”آگے کیا ہوا“ ہیں اور اردو میں ”جو جھگڑا عدالت میں پیش ہو“ (نقوش، ۳۴۴)۔

مقرّر: عربی میں اس کے معنی ”ثابت کرنے والا“ ہیں اور اردو ”تقریر کرنے والا“ (نقوش، ۳۴۵)۔

مکان: عربی میں اس کے معنی ”ہونے کی جگہ“ ہیں اور اردو میں ”گھر“۔ (نقوش، ۳۴۶)۔

مکّہ: قدیم زبانوں کے بعض محققوں کے نزدیک بابلی یا کلدانی لفظ ہے جس کے اصلی معنی ”گھر“ کے ہیں۔ (”تاریخ العرب قبل الاسلام“، جرجی زیدان۔ ص ۴۴ ۱۲ مصر)... قدیم شامی زبان میں ”بک“ کے معنی آبادی یا شہر کے ہیں جیسا کہ آج بھی شام کے ایک نہایت قدیم شہر کا نام بعلبک ہے۔ بعل کا شہر (بعل دیوتا کا نام ہے)۔ یہ اس آبادی کی قدامت کی لغوی شہادت ہے اور کعبہ کی ابتدائی تعمیر کے وقت یہی نام ”بکہ“ قرآن پاک میں آیا ہے: اِنَّ اوّل بیتٍ وضع للناس ببکۃ (آل عمران۔ ۱۰)۔ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ (سیرت ج، ۴۴۳، ۴۴۴، ۳)۔ مکہ کا نام دوسری صدی مسیحی میں بطلیموس کے یہاں سب سے پہلے ”مکاربا“ کی شکل میں نظر آتا ہے... توراۃ میں اس مقام کا نام اوّلاً صرف ”مدبار“ یعنی بادیہ بتایا ہے اور قرآن نے اسی کو وادی غیر ذی زرع (بن کھیتی کی زمین) کہا ہے۔ (ارض ج، ۴۷)۔ یونانی لفظ ”مکاربا“ (MACORA-BA) میں ”ربہ“ کے معنی اعظم کے ہیں۔ (ارض ج ۱، ۲۷)۔

ملّاح: چونکہ سمندر کا پانی کھاری اور نمکین ہوتا ہے اور عربی میں کھاری اور نمکین کو ”ملح“ کہتے ہیں اس لیے سمندر کے پانی سے نمک بنانے والے کو اوّلاً ”ملاح“ کہا گیا۔ پھر سمندر میں جانے والے کو ملّاح کہنے لگے۔ (جہاز۔ ۶)۔

ملائکہ: لفظ ”ملائکہ“ کا واحد ”ملاک“ ہے جو عربی قاعدہ سے ملک ہو گیا ہے۔ یہ ”الوکۃ“ سے مشتق ہے جس کے معنی پیغام کے ہیں۔ اس لیے ”ملائکہ“ کے معنی پیغام رساں اور قاصد کے ہیں۔ (سیرت ج ۳، ۴۴۰)۔ ملائکہ کا لفظ جمع ہے۔ اس کا واحد مَلَک، ملاک اور مالک تین طرح مستعمل ہے۔ اس کے لغوی معنی ”قاصد“ اور ”رسول“ کے ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ملائکہ کے لیے ”رُسل“ کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی قاصد اور پیام رساں کے ہیں۔ ان سے مراد وہ غیر مادی مگر مخلوق نیک ہستیاں یا ارواح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عالم اور اس کے اسبابِ علل کے کاروبار کو چلا رہی ہیں... یونانی مصری (اسکندری) فلسفہ میں ان کا نام ”عقول عشرہ“ (دس عقلیں) رکھا گیا ہے اور ساتھ ہی نو آسمانوں کے اندر بھی الگ الگ ذی الادہ نفوس تسلیم کیے گئے ہیں۔ بلکہ خالص یونانی فلسفہ میں بھی بعض غیر مادی ارواحِ مجرّدہ کا پتہ لگتا ہے جن میں سب سے اہم ”لوگس“ کا تخیل ہے جس سے

مقصود وہ اولین ہستی ہے جس کو خدا نے تمام کائنات کی پیدائش کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا ہے اور جس کو اہل فلسفہ عقل اول سے تعبیر کرتے ہیں۔ پارسیوں میں ان ہستیوں کا نام امشاسپند ہے اور ان کی بے شمار تعداد قرار دی گئی ہے۔ یہودی ان کو "کروبیم" کہتے ہیں اور ان میں سے خاص خاص کے نام جبریل اور میکائیل وغیرہ رکھتے ہیں۔ عیسائی بھی انہی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور جبریل و روح القدس وغیرہ سے بعض کی تعبیر کرتے ہیں۔ (سیرتؒ، ۵۵۴، ۵۵۵)۔

ملّت: قوم۔ اس لفظ کو اس معنی میں اوّل اہل فارس نے استعمال کیا۔ وہاں سے ٹرکی ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ (لغات، ۱۸۵)۔

ململ: انگریزی میں "ململ" کو جو "مسلین" کہتے ہیں وہ موصل کی طرف نسبت ہے۔ (نقوش، ۳۰۵)۔

منارہ: لائٹ ہوس/روشنی خانہ۔ دریا میں جہاز کو روشنی دکھانے کے لیے ایک بلند مینارہ پر روشنی کرتے ہیں۔ پہلے معنی میں "منارہ" نور کا اسم ظرف ہے۔ دوسرے معنی میں یہ لفظ اس طرح ہے کہ منار پہلے نشانِ راہ کے ستون کو کہتے تھے۔ پھر ستون کی مناسبت سے مسجد کے اذان خانہ کو جو بشکل منارہ ہوتا ہے منارہ کہنے لگے۔ پھر عام مینارہ کو منارہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں بھی لفظ MINARET ہے۔ (لغات، ۱۸۶، ۱۸۷)۔

مناقشہ: واصل المناقشۃ الاستقصاء فی الحساب۔ (لغات، ۱۸۷)۔

منّت: عربی میں اس کے معنی "احسان" ہیں اور اردو میں "عاجزانہ خوشامد"۔ (نقوش، ۳۴۶)۔

منتظم: عربی میں اس کے معنی "دھاگے میں پرایا جانے والا" ہیں اور اردو میں "انتظام کرنے والا"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

منجنیق: اس کی اصل یونانی لفظ "میگینیگن" ہے۔ (لغات، ۲۳۸)۔

مندوب: ڈیلی گیٹ، قائم مقام قوم یا قائم مقام رعایا۔ نائب، نمائندہ۔ اصلی معنی "بلایا گیا"۔ (لغات، ۱۸۷)۔

مُنذِر: "منذر" کا ترجمہ خبردار اور ہشیار کرنے والا۔۔۔ "منذر" عربی زبان میں وقت سے پہلے آنے والی مصیبت کو بیان کر کے اس سے بچنے کی تدبیر کے لیے تیار کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (مقالاتؒ، ۳۰۹)۔

منشی: از "انشا" (لکھنا)۔ (لغات، ۱۸۸)۔

منصّہ: مصر میں۔۔۔ اسٹیج کو۔۔۔ "منصّہ" کہتے ہیں۔ لفظ "منصّہ" قدیم ادب میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً منصۂ قدرت، منصۂ ظہور۔ اس لفظ کے حقیقی معنی وہ بلند چبوترہ جس پر عروس رونما ہوتی ہے۔ (مکتوباتؒ، ۱۴۰-۱۴۱)۔

منظور: عربی میں اس کے معنی "دیکھا گیا" ہیں اور اردو میں "قبول"۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

مُنکر: اس کے لغوی معنی ناشناسا کے ہیں۔۔۔ جو کام ہر طبقہ میں ناپسند کیا جاتا ہے اور اس کا کرنے والا

سب کی نگاہ سے گر جاتا ہے وہ منکَر (ناشناسا) ہے ... منکر وہ کام ہیں جن کو ہر شخص فطرۃً اور بداہۃً ناپسند کرتا ہے اور ان کی برائی ایسی کھلی ہوتی ہے کہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہی سبب ہے کہ ہر مذہب و ملت اور ہر اچھے تمدن و تہذیب میں وہ یکساں برے سمجھے جاتے ہیں۔ (سیرتؐ ۵۹۲ تا ۵۹۴)۔

مواد: دیکھیے "مادہ"۔ حکیم برہم مرحوم (مشرق گورکھپور کے اڈیٹر) نے مجھ سے کہا تھا کہ اصول اور مواد ان دونوں لفظوں کو سب سے پہلے مولانا شبلی مرحوم نے اردو میں ان نئے معنوں میں استعمال کیا۔ (نقوش ۳۴۱)۔

مورت: اس کی ہندی لفظ "مورتی" ہے۔ (نقوش ۲۵۷)۔

موریہ: بہت سے عرب خاندان سندھ میں آباد ہو گئے ... اور آہستہ آہستہ وہ مخلوط معاشرت کے خوگر ہو گئے اور پھر خاندان کے نام سندھی تلفظ میں ایسے ہو گئے کہ شناخت مشکل ہو گئی، مثلاً مغیرہ سے موریہ۔ (مقالاتؒ ۲۱۸)۔

موز: اس کی اصل سنسکرت لفظ "موشہ" ہے۔ (مقالاتؒ ۱)

موسیقی: اس کی اصل یونانی لفظ "موسیکی" ہے۔ (لغات ۲۴۱)۔

موضع: عربی میں اس کے معنی "رکھنے کی جگہ" ہیں اور اردو میں "گاؤں"۔ (نقوش ۳۴۶)۔

مؤتمر: کانفرنس، کانگریس، انجمن۔ اصلی معنی "مشورہ گاہ"۔ (ص ت ۱۸۹)۔

مہتمم: عربی میں یہ لفظ مُہتَم ہے اور اس کے معنی "غم کھانے والا" ہیں۔ (نقوش ۳۴۳)۔

مہذب: مصدر "تہذیب" ہے۔ "تہذیب" کے لغوی معنی یہ ہیں کہ درختوں کی شاخیں اس لیے چھانٹ دی جائیں تاکہ ان میں سرسبزی و شادابی پیدا ہو اور ترقی کی نئی زندگی ان کو مل جائے۔ (سیرتؐ ۱۷۷)۔

مُہر: تغلق کے زمانہ میں اشرفی کے لیے دو لفظ ملتے ہیں۔ ایک تنکہ زر ... اور دوسرا مُہرِ زر ہے۔ اس کو مُہر اس لیے کہتے تھے کہ اس پر شاہی نام نقش ہوتا تھا۔ مہر زر کی اصطلاح برنی میں ملتی ہے:

"سلطان محمد مہر مس پیدا آورد و فرماں داد کہ مہر مس را خرید و فروخت۔ چنانچہ مہر زر و نقرہ جاری است" (ص ۲۰۵) یہی مہر زر اکبر کے زمانہ میں بھی زبان و قلم پر تھا۔ آئین اکبری میں اکبری سکوں کے بیان میں بھی یہ لفظ ملتا ہے۔ (ص ۲۱)۔ اگرچہ اکبر نے اشرفی کے لیے سہنسہ، رہس، آتمہ، چگل، لعل جلالی، آفتابی وغیرہ الفاظ بنائے اور چلائے مگر مہر کا نقش بھی مٹا نہیں بلکہ پرانی شاہی اشرفی کو آج بھی مہر کہتے ہیں۔ (نقوش ۲۹۳، ۲۹۴)۔

مُہنال: "منھ" ہندی ہے۔ "نال" نالی اور نلی لمبی سوراخ دار چیز کو کہتے ہیں جیسے بندوق کی نال۔ ویسے ہی نیچہ کی نالی کے منھ پر جو لگایا جائے وہ "مہنال" ہے۔ (نقوش ۳۴۸)۔

میدہ: حکیم سنائی غزنوی (۴۶۴ھ - ۵۴۵ھ) جو بہرام شاہ غزنوی کے معاصر تھے وہ اپنے ایک قصیدہ میں زبانوں کے اختلاف کو غیر اہم بتا کر فرماتے ہیں:

تو بے مرگ ہرگز بجائے نہ یابی زتشکّکِ لغتہاے اینی و آنی
اسامی دریں عالم است از نہ حاشا چہ آب و چہ نان و چہ میدہ چہ پانی

(کلیات سنائی، بمبئی - ص ۹۶)

لفظ "میدہ" فارسی لغات میں گو ملتا ہے (مؤید الفضلا) مگر خیال ہوتا ہے کہ یہ ہندی ہے کیوں کہ یہاں شاعر نے آب اور پانی کو جس طرح بالمقابل استعمال کیا ہے۔ ویسے ہی نان اور میدہ کو بالمقابل شاید رکھا ہے بطور لف و نشر غیر مرتب۔ (النقوش ۳۶ مع حاشیہ)۔

میزان: عربی میں اس کے معنی "تول، ترازو" ہیں اور اردو میں "جمع"۔ (نقوش، ۳۴۳)۔

میعاد: اصل معنی "وقتِ وعدہ"۔ (لغات، ۱۸۹)۔

میگزین: صحیح عربی لفظ "مخزن" تھا۔ یورپین زبانوں میں جا کر "میگزین" ہوا ترکی میں "مغازہ" ہوا اور وہی عربی میں آگیا۔ (لغات - ۱۸۱)۔

مِیل: اس کی اصل لاطینی لفظ "ملیئم" ہے بمعنی میل کا نشان۔ (لغات، ۲۲۷)۔

مینار: دیکھیے "منارہ"

مینھ: اس کی اصل ہندی لفظ "میگھ" ہے۔ (نقوش ۲۵۷)۔

ن

ناخدا: یہ لفظ ہندی فارسی ترکیب سے بنا ہے ... یہ "ناؤ خدا" یعنی خدائے ناؤ کی مقلوبی ترکیب ہے (جہاز ۶)۔

"ناؤ" ہندی ہے۔ "خدا" مالک کے معنی میں فارسی میں ہے۔ خسرو کہتے ہیں:

"ما خدا داریم ما را ناخدا درکار نیست" (تعلقات، ۶۴)۔

نار: ڈاکٹر اقبال: "لفظ نار کا روٹ عربی زبان میں کیا ہے؟" (مکتوب ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء)۔ مولانا سلیمان ندوی "ن و ر" معلوم ہوتا ہے۔ اس روٹ کے اصلی معنی چمک کے معلوم ہوتے ہیں۔ نور: روشنی، نار: آگ نورہ: چونا۔ نورۃ: کلی۔ سب اسی ایک مفہوم کے مظاہر ہیں"۔ (اقبال۔ ۲۱۹ و حاشیہ ۲۱۹)۔

ناس: یعنی خراب۔ اس کی اصل ہندی لفظ "ناش" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

ناشتہ: فارسی میں اس کے معنی اس بھوکے کے ہیں جس نے صبح سے کچھ نہ کھایا ہو (مؤید الفضلا، و برہان قاطع)۔

اب دیکھیے کہ یہ نام تو اس آدمی کا تھا جس کے منہ میں صبح سے کچھ نہ پڑا ہو۔ اور اب ہم اس چیز کو کہتے ہیں جو صبح سویرے ایسے آدمی کو کھلا دی جائے یعنی شخص کے بجائے چیز کا نام ہو گیا۔ (نقوش، ۲۱۴)[1]۔

ناموس: "ناموس" کے معنی محرم اسرار اور راز داں کے ہیں۔ (سیرت، ۳۴۳)۔ اس کی اصل یونانی لفظ "نومس" ہے جس کے معنی رسم رواج، قاعدہ ہیں۔ (لغات، ۳۴۲)۔

نان بائی: "با" پرانی فارسی میں کھانے کو کہتے تھے۔ چنانچہ اسی سے ہماری زبان میں شکنبا، باورچی، نان بائی وغیرہ لفظ ہیں جن میں "با" کا جز ان ہی معنوں میں ہے۔ (نقوش، استاد، راک، ص ۱۱)[2]۔

نبی: ڈاکٹر اقبال: "راغب اصفہانی نے "مفردات" میں لفظ نبی کی تشریح میں لکھا ہے کہ لفظ نبی کے دو معنی ہیں: خبر دینے والا اور مقام بلند پر کھڑا ہونے والا۔ اوّل الذکر نبی ہمزے کے ساتھ اور دوسرا بغیر ہمزے کے۔ اس ضمن میں راغب نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے یعنی حضور رسالت مآب نے فرمایا کہ میں نبی بغیر ہمزے کے ہوں۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں ہے یا نہیں؟" (مکتوب، ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)۔

مولانا سلیمان ندوی: "یہ حدیث صحاح میں نہیں ہے۔ آپ نے اس لیے نبی کہنے سے منع فرمایا کہ لغت کے رو سے منصب دار نبوت کے لیے "نبیّ" لفظ ہے "نبیء" نہیں"۔ (اقبال، ۲۱۸، ۲۱۹، حاشیہ ۲۱۹) عربی، عبرانی اور دوسری سامی زبانوں میں "نبی" یا "نابی" تو پیغمبر کے معنی میں مستعمل ہے اس کے لغوی معنی مخبر اور پیشین گو کے ہیں اور نبوت کے معنی مخبری اور پیشین گوئی کے ہیں۔ (سیرت، ۱۸۶)۔

نجات: ڈاکٹر اقبال: "لفظ نجات کا روٹ کیا ہے اور روٹ کی رو سے اس کے معنی کیا ہیں؟" (مکتوب، ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء)۔

مولانا سلیمان ندوی: "ن ج و۔ معنی بلندی کے یعنی جو سیلاب کے وقت پناہ بن سکے۔ اسی سے 'نجوۃ' ہے۔ اسی سے موجودہ 'نجات' ہے۔" (اقبال، ۲۱۹، حاشیہ ۲۱۹)۔

نجد: (عرب کا) مشرقی حصہ عموماً بلند اور فراز ہے۔ اور وہ کوہ سراوت سے اتر کر وسط ملک کو طے کرتا ہوا عراق تک چلا گیا ہے۔ اس حصۂ مشرقی کا نام "نجد" ہے جس کے معنی فراز و بلند کے ہیں۔ (ارض ۱، ۱۸)۔

نستعلیق: ایک خاص فارسی خط کا نام ہے۔ یہ اصل میں "نسخ" اور "تعلیق" کی ہندی ترکیب ہے۔ ہندی ترکیب

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "ہندستانی ہوریٹ ... یہ لوگوں نے ناشتا کر دن بھی منا [illegible] میں کچھ [illegible] کے [illegible] ناشتا کرنا بولنے لگے ... جب ناشتا کرنا فارسی محاورے کے مطابق ٹھہرا تو ناشتا کا ہندستانی مفہوم فارسی سے دور [illegible] نہیں" (معارف، ستمبر ۱۹۳۵ء ص ۱۷۰)۔

[2] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: غالباً اور لفظوں کے قیاس پر نان با کو لوگ نان بائے بھی بولنے لگے۔ وہی آگے بڑھ کر نان بائی ہو گیا ... "با"، "وا" وغیرہ کے معنی پکانے کے ہیں" (معارف، ستمبر ۱۹۳۵ء، حاشیہ ۱۶۹)۔

کا خاصہ ہے کہ جب دو لفظ ملا کر ایک بنائے جاتے ہیں تو بیچ کا ایک دو حرف لفظ کو ہلکا کرنے کے لیے گرادیئے ہیں۔ اس طرح نسخ و تعلیق مل کر نستعلیق بنا۔ عربی میں "نسخ" لکھنے اور نقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اہلِ عجم نے عربی خط کا نام نسخ رکھا۔ تعلیق اور تعلیقہ کے نام سے اس نے فارسی شکل اختیار کی اور ان دونوں سے مل کر نستعلیق خط بابر کے زمانہ میں بنا۔ یہ وہی خط ہے جس میں آج کل اُردو لکھی جاتی ہے۔ یہ خط دوسرے شکستہ وغیرہ خطوں کے مقابلہ میں بہت بنا کر نہایت تکلّف سے ٹھہر ٹھہر کر لکھا جاتا ہے۔ اس سے نستعلیق آدمی اور نستعلیق بول چال کی شکلیں پیدا ہوئیں۔ چراغِ ہدایت میں ہے:

"نستعلیق گوئی حرفہا را ساختہ گفتن و عبارت را بتکلف ادا ساختن اشرف گوید"

"زنستعلیق گو یا قوت لب، ریحاں خط، داغم"

اس سے ہماری زبان میں یہ وسعت پیدا ہوگئی کہ نستعلیق لباس، نستعلیق چال اور نستعلیق بول چال کہنے لگے"۔ (نقوش، ۳۲۶)۔

نصیب: بمعنی قسمت ... اس کے اصلی معنی درحقیقت "حصّہ" کے ہیں۔ (مکتوبات، ۱۲، ۱۳)۔

نظّارہ: "ناظر" کا اسم مبالغہ ہے۔ (لغات۔ ۱۹۶)۔

نظریہ: تھیوری، مسئلہ ... قدیم منطقی اصطلاح "نظر" سے ماخوذ ہے یعنی وہ مسئلہ جس میں نظر و فکر و ترتیب مقدمات سے کام لیا گیا ہے۔ (لغات، ۱۹۶)۔

نفاذ: اصلی معنی "گھُسنا، نفوذ کرنا"۔ (لغات ۱۹۶)۔

نفسانیت: عربی میں اس کے معنی "جان ہونا" ہیں اور اردو میں "خود غرضی"۔ (نقوش، ۳۴۵)۔

نفس لوّامہ: وہ جذبہ جس کا نام ضمیر ہے اور جو ہم کو ہمارے ہر بُرے کام کے وقت ہشیار کرتا ہے۔ وحی محمدیؐ کی اصطلاح میں اس کا نام "نفس لوّامہ" (ملامت کرنے والا نفس) ہے۔ اور یہ خود ہمارے دل کے اندر ہے۔ سورۂ قیامت میں ہے:

"ولا اُقسِمُ بالنفسِ اللوّامۃ (قیامت ۔۔ ۱) اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو انسان کو اُسکی بُرائیوں پر ملامت کرتا ہے۔ (تیسیر، ۵۳)۔

نقب: قدیم معنی "سوراخ کرنا"۔ (لغات، ۱۹۷)۔

نقد: "نقد" کے عربی معنی پرکھنے کے ہیں۔ اس سے ریویو کے معنوں میں آج کل نقد یا تنقید بولتے ہیں۔ چونکہ پرکھے سکّے جاتے ہیں، اس سے فارسی میں "نقد" کے معنی سکّے کے ہوگئے اور دام کی صورت میں سکے دیے

جاتے ہیں، اس لیے اردو میں نقد دام کے معنی اُس دام کے ہوئے جو فوراً دیے جائیں اور نقد اور ادھار دو مقابل کے اُردو لفظ ہو گئے۔ (نقوش، ۳۳۴)۔

نقل : عربی میں اس کے معنی "کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا" ہیں اور اُردو میں "ایک جگہ کی خبر کو دوسری جگہ بیان کرنا"۔ (نقوش، ۳۴۴)۔

نمط : "نمط" کا لفظ ماندا اور ہر طرح کے معنوں میں پہلے بولتے تھے مگر اب نہیں بولتے۔ (نقوش ۹۲، ۹۳)۔

نم گیر : نم یعنی شبنم۔ چونکہ اس قسم کے خیموں سے شبنم سے بچاؤ مقصود ہے اس لیے "نم گیر" کہہ دیا۔ (نقوش، ۳۴۷)۔

نوائت }: بحرِ روم کے عرب بحریوں میں جہاز چلانے والے کے لیے "نوتی" کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ لفظ شعرائے
نوائط : جاہلیت (اعشیٰ) اور صحابہؓ کے زمانہ میں ہم کو ملتا ہے۔ (لسان العرب فی کلام ابن عباسؓ)

اہلِ لغت اس کے معنی یہ بتلاتے ہیں :

"والنوتی الملاح الذی یدبر السفینہ نوتی، ملاح جو جہاز کا پورا انتظام کرتا ہے۔

اس لفظ کو عربی وزن میں کر کے "نوات" کی صورت میں بھی بولا گیا ہے۔ ایک آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے :

(انھم کانوا نواتین ای ملاحین (لسان العرب) وہ لوگ نوات یعنی ملاح تھے۔

یہ لفظ گو عربی میں قدیم زمانہ سے مستعمل ہے مگر یہ خالص عربی نہیں۔ جوہری نے "صحاح" میں تصریح کی ہے کہ یہ اہلِ شام کا محاورہ ہے۔ (دیکھو "صحاح" میں لفظ "نوت")۔ وھو من کلام اھل الشام

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رومی راستے سے یہ لفظ شام ہو کر عرب میں آیا ہے۔ یہ اصل میں لاطینی لفظ NAUTIANS ہے جس سے فرنچ میں NATIQUE اور انگریزی میں نیوی (NAVY) نیویگیشن (NAVIG-ATION) نیول (NAVAL)، ناٹیکل (NAUTICAL) وغیرہ لفظ بنے ہیں۔

لیکن کیا ہمارا ہندی "ناؤ" ان لفظوں کی اصل نہیں بن سکتا؟

جنوبی ہندستان میں ایک شریف عربی النسل قوم نائت اور نوائت آباد ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ انہی نواتین یعنی عرب جہاز رانوں کی اولاد ہیں۔ جو بعد کو سواحلِ ہند پر آباد ہو گئی تھیں۔ (جہاز رانی، ۶۱، ۷)

نہ : اس کی اصل ہندی لفظ "نا" ہے۔ (نقوش، ۳۵۷)۔

نہار }: نہار منہ۔ یہ بھی فارسی ہے۔ مگر دیکھیے کہ یہ فارسی ہندستانی سے مل گیا ہے کہ گویا ہندستانی ہی ہے۔
نہاری

اس کی اصلیت "ناہار" ہے۔ "نا" نفی کے لیے اور "ہار" کے معنی غذا کے ہیں۔ "ناہار" یعنی نہیں کھایا ہوا۔ (برہان قاطع) اب اس سے ناہاری یعنی "نہاری" نیار ہوئی جو صبح کو نہار منہ کھائی جائے۔ اور لکھنؤ اور دلی میں یہ خاص چیز ہو گئی جو بازاروں میں پکی پکائی بہت چٹ پٹی ملتی ہے[1]۔ (النقوش ۲۱۴، ۲۱۵)۔

نیت: نیت یعنی قلبی ارادہ اور انسان کی اندرونی غرض وغایت۔ (سیرتؐ۔ ۴۴)

نیلوفر: اس کی اصل سنسکرت لفظ "نیلوپل" ہے۔ (لغات۔ ۲۲۱)۔

و

واردات: مشتق از "ورود" (لغات، ۱۳۰۰)۔

والہ } والہانہ: "وَلَہ" کے اصل معنی عربی میں اس غم اور محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی سے بعد میں مطلق عشق ومحبت کے معنی پیدا ہو گئے اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ "والہ" (شیدا) مستعمل ہے۔ (سیرتؐ ۵۲۲)۔

وجہ: عربی میں اس کے معنی "منہ" کے ہیں۔ اس سے رُخ کے معنی پیدا ہوئے اور اس سے سبب کے معنی پیدا ہو گئے۔ (النقوش ۳۴۲)

وحی: وحی کے معنی لغت میں حسب ذیل ہیں:

> "وحی کے معنی اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دل میں ڈالنا، چھپا کر بولنا اور جو کچھ تم دوسرے کے خیال میں ڈالو۔" (لسان العرب)

(لکھنا جیسا کہ عجاج کے شعر میں ہے۔ خط وکتابت جیسا کہ لبید کا شعر ظاہر کرتا ہے۔ حکم دینا جیسا کہ عجاج کے ایک اور شعر سے پتہ چلتا ہے۔ چھپا کر بات کرنا جو ابوذویب کے شعر میں ہے، اشارہ کرنا جیسا کہ ایک اور مصرع میں ہے اور آواز جیسا کہ ابو زبید کے مصرعہ میں ہے)

لیکن اہل لغت کہتے ہیں کہ اس لفظ کے اصلی معنی "دوسروں سے چھپا کر کسی سے چپکے چپکے بات کرنے" کے ہیں۔ کسائی عرب کا محاورہ بتاتا ہے۔

> "وحیت الیہ بالکلام واوحیہ الیہ ھو ان تکلمہ بکلام تخفیہ من غیرہ" یعنی کسی سے اس طرح باتیں کرو کہ اس کو دوسروں سے چھپاؤ۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "ناہار شکستن، ناہار کردن، نہار کردن، فارسی محاورے میں ہے۔ مگر ہم یوں نہیں بولتے پھر بھی ... ایرانی 'نہاری' کہا آتا ہے۔ اس کھانے کو جو نہار منہ کھائیں ایران میں قدیم زمانے میں بھی نہاری کہتے تھے۔" (معارف، ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۷۱)۔

ابو اسحاق لغوی کہتا ہے:

"وحی کا اصل مفہوم اس کے تمام معنوں میں چھپا کر اطلاع دینے کے ہیں۔"

قرآن مجید میں یہ لفظ اپنے اصل مفہوم کے اندر تین معنوں میں آیا ہے:

(۱) فطری حکم۔ وَاوحیٰ ربُّکَ الی النحل (نحل) تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو وحی کیا...

(۲) دل میں بات ڈال دینا۔ واوحینا الیٰ اُمّ موسیٰ ان ارضعیہ (قصص)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کیا کہ اس بچہ کو دودھ پلاؤ...

(۳) چپکے بات کرنا۔ یوحیٰ بعضھم الیٰ بعض (انعام) یہ ایک دوسرے کو چکنی چپڑی بات وحی کرتے ہیں...

وحی کے ان متفرق معنوں میں ایک مفہوم مشترک ہے اور یہ ہے کہ "منہ سے لفظ نکالے بغیر ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مفہوم سمجھا دینا" یا اگر الفاظ ہوں تو وہ اس قدر پوشیدہ ادا ہوں کہ دوسرے ان کو نہ سن سکیں۔ (سیرۃ ۳۲۸ تا ۳۳۱)۔ لغوی معنی، کسی کا اپنے دلی منشا کو لبوں کو جنبش دیے بغیر اخفاء اور آہستگی کے ساتھ دوسرے پر ظاہر کر دینا ہیں اور اصطلاحاً اس کے معنی خدا کا اپنے دلی منشاء سے اپنے خاص بندوں کو کسی غیبی ذریعہ سے مطلع کرنا ہیں۔ (سیرۃ، ۶۳)۔

ورق: پہلے صرف ترشے ہوئے کاغذ کو کہتے تھے۔ یہ لفظ حبشی اصل کا ہے۔ (لغات، ۲۰۱)۔

ورے: دِلّی میں بولا جاتا ہے، اس کی اصل عربی "وراء" ہے۔ (نقوش، ۳۳۱)۔

وظیفہ: اصل الوظیفۃ مایقدر لک کل یومٍ من رزق او طعام۔ یعنی روزینہ (لغات، ۲۰۳)۔

وفور: معنی لغوی "زیادتی"۔ (لغات ۲۰۴)۔

ولایت: صوبہ، ملک۔ اصل معنی انتظام کرنا۔ (لغات، ۲۰۴، ۲۰۵)

ولی: عربی میں اسکے معنی "دوست، دوست متولّی" ہیں اور اردو میں "سرپرست، خدا رسیدہ (خدا کا دوست)"۔ نقوش، ۳۴۳)۔

ہ

ہاتھی: اس کی اصل، ہندی لفظ "ہستی" ہے۔ (نقوش، ۲۵۷)۔

ہجو: اصلی معنی کسی کی برائی کرنا۔ (لغات، ۲۰۶)

ہُن: دکن میں طلائی سکہ کا نام "ہون" تھا جو آخر میں مخفف ہو کر "ہُن" ہو گیا اور آج ہماری زبان میں اس کی نسبت سے دولت کی کثرت کے معنی میں "ہُن برسنا" ایک یادگار رہ گیا ہے۔ (نقوش، ۲۹۴)۔

ہند: اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریائے سندھ کہتے ہیں ... ہندہو رکھا۔ پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں "س" اور "ہ" آپس میں بدلا کرتے ہیں۔ ... اس سے ملک کا نام ہند پڑ گیا۔ عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے۔ انھوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا لیکن اس کے علاوہ ہندستان کے دوسرے شہروں کو ہند قرار دیا اور آخر یہی نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا اور "ہ" کا حرف الف ہوکر فرنچ میں "اند" اور "انڈیا" اور اس کی مختلف صورتیں ہوکر تمام دنیا میں مشہور ہوگیا اور خیبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام "ہندو استھان" رکھا جو فارسی تلفظ میں "ہندستان" بولا جاتا ہے۔ (تعلقات ۱۲، ۱۳)۔

ہندسہ: بعض لوگ غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو "ہندسہ" کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہند کی طرف منسوب ہے اور تعجب ہے کہ علم کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسیٰ خوارزمی کی کتاب "الجبر والمقابلہ" ۱۸۳۱ء میں لندن سے شائع کی ہے اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. ROSEN) ہے وہ بھی اس غلطی میں مبتلا ہونا چاہتا ہے۔ (الجبر والمقابلہ خوارزمی۔ مقدمہ انگریزی ص ۱۹۶ و ۱۹۷۔ ۱۸۳۱ء لندن) حالانکہ یہ فارسی لفظ "اندازہ" کا معرب ہے جس کا عربی میں مصدری استعمال "ہندزہ" اور "ہندسہ" ہے۔ "مفاتیح العلوم" محمد خوارزمی۔ ص ۲۰۳۔ لیڈن) اور یہ اصل میں انجینیرنگ کے معنی میں ہے۔ بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں "ہندسہ" بولنے لگے اور اسی سے رقم مراد لینے لگے ورنہ صحیح لفظ "ہِندسہ" (زیر کے ساتھ) نہیں بلکہ "ہَندسہ" (زبر کے ساتھ) ہے۔ اسی لیے عربی میں "مہندس" "انجنیر" کو کہتے ہیں، حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں۔ (تعلقات ۱۴۴، ۱۴۵)

فارسی لغت "برہان قاطع" کے مصنف بھی اسی غلطی میں گرفتار ہیں کہتے ہیں:

> "ہندسہ بکسر اوّل و ثالث و فتح سین بے نقطہ بمعنی اندازہ و شکل باشد و ارقامے را نیز گویند کہ درزیر حروف کلمات نویسند ہجوا بجد ہوز حُطّی۔"

یہ بیان تمام تر غلط در غلط ہے۔ "ہندسہ" بفتح اوّل و ثالث و رابع بروزن فعللۃ فارسی لفظ "انداز" کا عربی بنایا ہوا مصدر ہے، معنی "اندازہ کرنا" اور اس سے مراد عمارت کا ناپنا اور نقشہ بنانا یعنی فن تعمیر ہے جس کو آج انجینیرنگ کہتے ہیں۔ بعضوں نے اس کو فارسی "اندیشہ" کا معرب بتایا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔

خوارزمی (چوتھی صدی) "مفاتیح العلوم" میں کہتا ہے:

"لیکن ہندسہ تو یہ فارسی لفظ کا معرب ہے۔ فارسی میں اندازہ ہے یعنی مقدا۔ خلیل نے کہا ہے کہ مہندس وہ ہے جو نہروں کے نکالنے کا اندازہ و پیمائش کرتا ہے تاکہ نہریں کھودی جائیں اور "ہندزہ" سے بنا ہے اور وہ فارسی ہے تو "ز" کی "س" نے جگہ لے لی کیونکہ عربی میں ذال کے بعد "ز" نہیں ہے" (نقوش، ۳۰۹)

ہویٰ: فاسد غرض اور باطل خواہش کا نام قرآن پاک میں "ھویٰ" ہے۔ (سیرتؐ، ۱۸۰)

ہیولی: مادہ، میٹر، جس سے کوئی شے بنتی ہے۔ (لغات، ۲۰۸)۔ اس کی اصل یونانی لفظ "ہولا" ہے۔ (لغات ۲۳۸)۔

ی

یم: "یم" کا لفظ بھی (دریا اور سمندر) دونوں معنوں میں آیا ہے۔ قرآن نے رود نیل (طہٰ۔ ۲) اور بحر احمر (طہٰ۔ ۲) دونوں پر اس کا اطلاق کیا ہے۔ (جہاز۔ ۴)۔ یہ لفظ سریانی ہے۔ (لغات، ۲۲۵)۔

ضمیمہ (۱)

نوٹس (NOTES)

گذشتہ صفحات میں علامہ سید سلیمان ندوی نے جن الفاظ سے بحث کی ہے۔ ان کے بارے میں بعض دوسرے نکات دیگر ذرائع سے دستیاب ہوئے ہیں جو نیچے درج کیے جا رہے ہیں۔ ان اندراجات میں جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں ان کے بارے میں ضروری تفصیلات ضمیمے کے آخر میں شامل "کتابیات" کے تحت ملاحظہ کیجیے۔

آٹا: "ہندی شبد ساگر" کے مطابق پراکرت میں "اٹّ" (अट्ट) ہے جس کی اصل سنسکرت لفظ "اَرد" (अर्द) ہے جس کے معنی "زور سے دبانا" ہیں۔ (ج ۱۔ ص ۴۳۰)۔

اچھّا: "ہندی شبد ساگر" نے سنسکرت اصل "اچھک" (अच्छक) بتائی ہے اور پراکرت شکل "اچھا" (अच्छअ) جس کے معنی "صاف، غیر آلود" ہیں۔ (ج ۱۔ ص ۱۱۵)۔

احوال: "حال" کی جمع۔ عربی مصدر "حول" کے معنی "گزرنا اور پورا ہونا" ہیں۔

اُردو: "اُردو" لفظ کے بارے میں "ہابسن جابسن" میں بتایا گیا ہے:

> "ترکی لفظ اُردو سے صحیح طور پر قوم تاتار کے خان کا پڑاؤ یا خیمہ مراد ہے۔ دوسری جانب یہ ہمارے لفظ "ہورڈ" (HORDE) اور روسی "اردا" (ORDA) لفظ کی اصل ہے۔ وولگا کے ساحل پر واقع گولڈن ہورڈ (GOLDEN HORDE) سے اکثر لوگ ایک خاص تاتاری قبیلے کا مطلب لیتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ ایک قسم کا شاہی کیمپ تھا۔ . . اس وقت ترکستان یعنی تاشقند، خوقند وغیرہ میں 'اردو' قلعہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ شاہی کیمپ کے معنی میں 'اُردو' کا لفظ غالباً بابر کے ساتھ آیا اور دہلی میں شاہی رہائش گاہ کو 'اُردوئے معلّٰی' کہا گیا۔ دربار اور کیمپ میں جو ملی جلی زبان ابھری اسے زبان اُردو (کیمپ کی زبان) کہا گیا، اسی کی مختصر شکل اُردو ہوئی۔ پیشاور کی سرحد پر آج بھی اردو لفظ جنگ میں مصروف فوجیوں کے کیمپ کے لیے کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔" (ص ۶۳۹، ۶۴۰)

بھولا ناتھ تیواری نے "بھاشا وگیان کوش" میں لفظ "اردو" کے بارے میں اپنی یہ تحقیق پیش کی ہے:

> "اُردو لفظ کو سبھی لوگوں نے اصلاً ترکی زبان کا کہا ہے اور اس کا اصل مطلب شاہی کیمپ یا خیمہ وغیرہ مانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ . . . یہ لفظ چینی زبان کا ہے۔ ترک، منگول اور تاتار جن میں یہ لفظ مختلف شکلوں

اور معنوں میں ملتا ہے، اصلاً ہنوں کے خاندان سے تھے۔ ہنوں کا اصل وطن شمالی چین میں کہیں تھا۔ "ہُن" لفظ بھی اصلاً چینی زبان کا 'شان یو' ہے۔ 'شان یو' کا مطلب قدیم زمانے میں لڑاکو یا جنگجو وغیرہ تھا۔ ... ان ہنوں کا ایک قبیلہ ہوانگ ہو' ندی کے کنارے تھا جسے چینی اوردو کہا کرتے تھے۔ انھیں کی بنیاد پر دریائے ہوانگ ہو کے کنارے وہ مقام آج بھی چین میں اوردُس کہلاتا ہے۔ اوردو کا اصل مطلب چینی میں آوارہ گرد یا خانہ بدوش تھا۔ ان لوگوں کی آوارہ گردی کے رجحان کی وجہ سے چینی انھیں اوردو کہا کرتے تھے۔ پہلی صدی عیسوی سے کچھ پہلے ہی چینی لوگوں نے ان سبھی لوگوں کو وہاں سے کھدیڑا اور ہنوں کے ساتھ ساتھ یہ وسط ایشیا میں چلے آئے۔ یہ لوگ خیموں میں رہا کرتے تھے۔ اس لیے دھیرے دھیرے اس قبیلے کا اوردو ان لوگوں کے خیمے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ یوں یورپ کی زبانوں میں اوردو سے نکلنے والے الفاظ کا اب بھی اصل معنی (یعنی آوارہ گرد ذات) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزی ہورڈ (HORDE) کا مطلب یہی ہے۔ ... روایتی انداز میں ترکوں میں بھی اوردو لفظ آیا۔ اس وقت اس لفظ کے دونوں معنی (خانہ بدوش ذات' اور خیمہ') چل رہے تھے۔ کبھی کبھی دوسرے معنوں (فوج یا فوجی پڑاؤ) میں بھی اس کا استعمال ہوتا تھا۔ اوردو یا اورد شکل بھی ملتی ہے۔ یورپ میں اس لفظ کا قدیم ترین استعمال تیرھویں صدی کے نصف اوّل میں اوردم (ORDAM) کی شکل میں ملتا ہے۔ یورپ میں یہ لفظ کئی شکلوں میں کئی زبانوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً پولش ہورڈ (HORDA) جرمن ہورڈے (HORDE)، فرانسیسی (HORDE) انگریزی (HORDE) اور روسی اوردا (ORDA) وغیرہ۔ ان زبانوں میں اس کے ترکی کے علاوہ منگولی زبان سے بھی جانے کا امکان ہے۔ 'تاشقند' خوقند میں اُردو "قلعہ" کے معنی میں اور پشتو میں لشکری پڑاؤ کے معنی میں چلتا ہے۔ ترکوں کا ہندستان سے تعلق ہونے پر یہ لفظ ہندستان میں آیا۔

اس طرح یہ لفظ چین سے چل کر منگولیا اور ترکی ہوتا ہوا ترکوں کے ساتھ ہندستان میں آیا۔ ہابسن جابسن' کے مطابق ہندستان میں یہ بابر کے زمانہ میں آیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بابر سے پہلے ہی ترکوں کے ساتھ یہ بھارت آچکا تھا۔ اس وقت اس کا مطلب خیمہ، تنبو، فوجی پڑاؤ وغیرہ تھا اور اس کی شکل اوردو سے اُردو ہو چکی تھی۔ ... یہاں آنے پر اس کا مطلب چھاونی یا لشکر کا بازار یا وہ بازار جہاں سب طرح کی چیزیں ملتی ہیں وغیرہ بھی ہو گیا۔ حملہ آور مسلمان فوجی پڑاؤ میں رہتے تھے اور وہاں ان کا ضروری چیزوں کے لیے بازار بھی ہوتا تھا۔ فوج کے بازار کے معنی میں ہی ہندستان کے کئی شہروں (دہلی، گورکھپور، غازی پور

وغیرہ) میں 'اردو بازار' نام ملتا ہے۔

مغل بادشاہوں کے فوجی پڑاؤ کے لیے بھی اُردو لفظ چلتا تھا۔ ان کے سکے کبھی کبھی پڑاؤ میں ہی ڈھالنے پڑتے تھے۔ اس لیے سکوں پر ٹکسال کا نام اکثر 'اُردو' لکھا ملتا ہے۔ بابر کے کچھ سکوں پر اُردوئے ظفر قرین یا اُردو لکھا ہے۔ جہانگیر نے کبھی جنوب جاتے وقت راستے میں اپنے شاہی پڑاؤ میں سکے ڈھلوائے تھے۔ اس کا ایک سکہ ایسا ملا ہے جس پر ٹکسال کا نام اردو در راہِ دکن لکھا ہے۔ شاہجہاں نے اکبر کی تقلید میں اپنی ٹکسال کا نام ہی اُردوئے ظفر قرین رکھ لیا تھا۔۔۔

ان پڑاؤ والے فوجیوں نے بابر کے زمانے میں دہلی کی عوامی زبان (کھڑی بولی) کو اپنایا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہریانی (مشرقی پنجاب کی زبان) کا بھی اس پر اثر تھا۔ بعد میں جب راجدھانی آگرے چلی گئی تو شاہی فوجی پڑاؤ وہاں گیا اور ان فوجیوں کی زبان پر برج بھاشا کا بھی رنگ چڑھ گیا۔ اس طرح مغل بادشاہوں کے ساتھ رہنے والوں کی زبان وہی تھی جس کے ذخیرۂ الفاظ میں عربی، فارسی، ترکی الفاظ کافی تھے لیکن جس کی قواعد اصلاً کھڑی بولی کی تھی۔ لیکن ساتھ ہی پنجابی، ہریانی، برج وغیرہ سے بھی متاثر تھی۔۔۔ اس وقت تک شاہی پڑاؤ کی زبان بڑی حد تک ایک واضح شکل لے چکی تھی۔ لہٰذا اس زبان کو زبان اردوئے معلیٰ، کہا گیا۔" (ترجمہ مشمولہ "اُردو ہندی دانشوروں کی نظر میں" مرتبہ سید حامد حسین۔ ص ۹۸ تا ۱۱۱)

اصطبل: ویبسٹر ڈکشنری (WEBSTER'S DICTIONARY) میں لفظ اسٹابلم (STABULUM) کو لاطینی لفظ STARE سے ماخوذ بتایا ہے جس کے معنی "کھڑے ہونے" کے ہیں۔ (ص ۲۲۴۹)۔

اصطرلاب: یونانی لفظ "ایسٹرولیبان" (ASTROLABON) دو اجزاء سے بنا ہے۔ پہلے جز کی اصل ASTRON ہے جس کے معنی ستارہ اور دوسرے جز کی LAMANEIN یا LABEIN ہے جس کے معنی "لینے" کے ہیں۔ (ویبسٹر ۱۷۱)

افیون: یونانی لفظ "اوپیان" (OPION) کا مطلب پوست کا عرق ہے۔ یہ لفظ OPOS سے ماخوذ ہے جس کے معنی نباتاتی عرق کے ہیں۔ (ویبسٹر ۱۷۰۹)۔

اقلیم: یونانی لفظ "کلیما" (KLIMA) کے معنی "جھکاؤ" ہیں جس سے مراد زمین کا قطب کی جانب مفروضہ ڈھال ہے یہ لفظ KLINEIN سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے ڈھال رکھنا جھکنا۔ (ویبسٹر ۵۰۲)۔

اکسیر: یونانی لفظ "اکسیرن" (XERION) کے معنی دوا کے طور پر استعمال ہونے والے سفوف کے ہیں اور اس لفظ کی اصل XEROS ہے جس کے معنی "خشک" ہیں۔ (ویبسٹر ۸۳۲)۔

الائچی: "تمل زبان میں الائچی کے درخت کو اور ملیالم میں خود الائچی کو "ایلم" کہا جاتا ہے جس کا مادہ "ایل" ہے تمل میں دانۂ الائچی کے لیے "ایلو۔ ایرچی" اور کنڑ میں الائچی کو "ایل اکی" کہتے ہیں۔ (دراوڑین ڈکشنری، ۶۷)۔

انجیل: یونانی لفظ ENGELION کے معنی "خبر" کے ہیں۔ (اس کی اصل ENGELLIEN ہے جس کے معنی "خبر پہنچانے" کے ہیں۔ (ویبسٹر، ۸۸۳)۔

اوقیانوس: OKEANOS کو یونانی شاعر ہومر (HOMER) نے ایک ایسا دریا بتایا ہے جس کے بارے میں فرض کیا جاتا ہے کہ اس نے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ (ویبسٹر، ۱۶۸۵)

بالوشاہی: "فرہنگ آصفیہ" اور "نور اللغات" دونوں نے یہ بتایا ہے کہ "خستگی کے باعث یہ نام رکھا گیا"۔ (آصفیہ ۱، ۳۵۷ و نور اللغات ۱، ۴۹۷)۔

باورچی: "فرہنگ آصفیہ" نے اس کے لغوی معنی "اعتبار دار" بتائے ہیں۔ (ج ۱، ص ۳۶۱)۔

بربط: "یہ لفظ معرب ہے۔ بربط معنی سینہ بط کا۔ اس باجے کی شکل بط کے سینے کے مشابہ ہوتی ہے"۔ (نور اللغات ۱، ۵۶۱)۔

برسات: "ہندی شبد ساگر" میں اس کی اصل ہندی "برسنا" + آت" بتائی گئی ہے جو سنسکرت "ورشا" سے ماخوذ ہے۔ (ج ۷، ص ۲۳۹۶)۔

بغچہ: "نور اللغات" نے لکھا ہے: "بقچہ لفظ بغچہ کا مفرس ہے جس کے معنی ترکی زبان میں جامہ پیچ کے ہیں۔ ترکی میں بکچا ہے"۔ (ج ۱، ص ۶۰۳)۔

بندر: "دریا کی گذرگاہ۔ اصل میں بند در تھا۔ کثرت استعمال سے بندر ہوگیا"۔ (نور اللغات ۱، ۶۲۴)

بنیا: "ہندی شبد ساگر" میں اس کی اصل سنسکرت لفظ ونرک (वाणिक) بتائی ہے جس کے معنی ہیں "وہ جو بیوپار سے اپنی روزی کمائے"۔ (ج ۷، ص ۳۳۸۳)

بوتام: "فرہنگ آصفیہ" نے اس کی اصل انگریزی لفظ "بٹن" بتائی ہے۔ (ج ۱، ص ۴۱۹) مگر "نور اللغات" نے فرانسیسی لفظ "بوتان" کو اصل بتایا ہے۔ (ج ۱، ص ۶۴۶)۔

بھاتی: اس لفظ کا مطلب "فرہنگ آصفیہ" میں "شادی کا بھات لے کر آنے والے" درج کیا گیا ہے (ج ۱، ص ۴۲۵)۔ اور "نور اللغات" نے بھی اسی طرح کی صراحت کی ہے: "ننہال کے لوگ شادی میں جو کچھ لاتے ہیں اور اس کا عوض نہیں ہوتا وہ بھاتی کہلاتی ہے"۔ (ج ۱، ص ۶۶۰)۔ میت کے کھانے کے لیے دونوں لغتوں میں "بھتی" کا لفظ لکھا گیا ہے۔ (آصفیہ ۱، ۴۳۱ و نور ۱، ۶۷۲)۔

بھانت بھانت: "ہندی شبد ساگر" نے "بھانت" کی اصل "بھانتی" (भाँति) بتائی ہے جو سنسکرت لفظ "بھید" سے ماخوذ ہے۔ (ج ۷، ۳۶۲۴)۔

بھتہ: "ہندی شبد ساگر" نے اسے سنسکرت لفظ بھرنڑ (भरण) یا بھرتی (भृति) سے ماخوذ بنایا ہے (ج ۷، ۳۶۱۳)

بیاض: اس کے لغوی معنی "سفیدی" کے ہیں۔ یہاں اس سے سفید، بغیر لکھا ہوا کورا کاغذ مراد ہے۔

بیڑہ: "ہندی شبد ساگر" نے اس کی اصل سنسکرت لفظ "ویشٹ" (वेष्ट) بتائی ہے جس کے معنی درخت سے نکلنے والی کسی چیز کے ہیں جیسے گوند۔ (ج ۷، ص ۳۵۴۹)۔

بیمہ: "فرہنگ آصفیہ" اور "ہندی شبد ساگر" دونوں اس کی اصل فارسی لفظ "بیم" بتاتے ہیں۔ (آصفیہ ۱، ۴۶۹ و ساگر ۷، ۳۵۲۵)۔

پانی: "مانک ہندی کوش" اس کی اصل سنسکرت لفظ "پانیہ" (पानीय) بتاتا ہے۔ (ج ۳، ص ۲۰۸۴)۔

پلنگ: "فرہنگ آصفیہ" اور "ہندی شبد ساگر" دونوں اس کی اصل سنسکرت لفظ "پل ینک" (पल्यङ्क) بتاتے ہیں۔ (آصفیہ ۱، ۵۳۰ و ساگر ۶، ۱۸۸۵)۔

پون: پرتگالی لفظ "پاؤ" (PAO) ہے۔ (پرتگالی ڈکشنری، ۹۰)۔

تریاق: "فرہنگ آصفیہ نے اسے "تریاک" (فارسی) سے معرّب بنایا ہے۔ یونانی "تھریاکی" (THER-IAKE)، لفظ THERIKOS سے ماخوذ ہے جو جنگلی یا زہریلے جانور کی صفت کے معنی رکھتا ہے۔ (THE-RION) جانور یا جنگلی جانور کو کہتے ہیں اور یہ THER (جانور) کی تصغیر ہے۔ (ویبسٹر، ۲۶۹۸)۔

تعلیقات: اسی مادّہ سے دوسری شکلیں "معلّق" (لٹکا ہوا) اور "متعلق" ہیں۔ (مزید دیکھیے "علاقہ")

تکبُّر: اصل معنی "بڑائی ظاہر کرنا" (فرہنگ آصفیہ ۱، ۶۱۶)۔

تلمیح: اصل معنی "اشارہ کرنا" (مصباح اللغات، ۷۸۹)۔

توقیعات: "توقیع" کے ایک معنی "شاہی مہر لگانا" ہیں۔ اس کا مادّہ "و ق ع" ہے جو گرنے، واقع ہونے کے معنی میں آتا ہے۔

توکل: "از وکل۔ اپنے تئیں خدا کے سپرد کرنا۔" (فرہنگ آصفیہ ۱، ۶۳۹)۔

تیار: "لغوی معنی موج زن۔ جلد رفتار ... بہتر یہ ہے کہ اس کا مادّہ طائے مہملہ سے طیار بمعنی اڑنے والا خیال کیا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اصل میں میر شکاریوں سے لی گئی ہے۔ جو کوئی شکاری پرند کریز سے نکل کر اڑنے اور شکار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اسے طیار کہا کرتے ہیں۔ پس اس سے ہر ایک مہیا چیز کے واسطے اصطلاح

ہو گئی۔ بلحاظ ماحصل اس کا املا دونوں طرح درست ہو سکتا ہے۔" (فرہنگ آصفیہ ۱۔ ۶۴۹)

ٹکا: "ہندی شبد ساگر" میں اس کی اصل سنسکرت لفظ "ٹنک" (टङ्क) بتائی گئی ہے۔ (ج ۴۔ ص ۱۸۶۶) لیکن "مانک ہندی کوش" میں اسے "ٹنک" (टङ्क) لکھا گیا ہے۔ (ج ۲۔ ص ۴۲۳) "تنکہ" اسی "ٹنک" کا مفرس معلوم ہوتا ہے۔

جاگیر: "صحیح جائے گیر"۔ (فرہنگ آصفیہ ۲، ۳۰)۔

جغرافیہ: یونانی لفظ "جیوگرافیا" (GEOGRAPHIA) میں پہلا جز GEO، لفظ GE سے ماخوذ ہے جس کے معنی "زمین" ہیں اور دوسرا جز GRAPHE (بیان) کی شکل ہے جو کہ مصدر GRAPHEIN (لکھنا، بیان کرنا) سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر، ۱۰۴۸)۔

جنس: اس کے لیے لاطینی میں لفظ "جینس" (GENUS) مستعمل ہے جس کا اصطلاحی استعمال انگریزی میں علم نباتات (BOTANY)، علم حیوانات (ZOOLDGY) اور دوسرے علوم میں ہو رہا ہے۔ GENUS یونانی لفظ GENOS سے ماخوذ ہے جس کے معنی نسل، خاندان، اولاد وغیرہ ہیں۔ (ویبسٹر، ۱۰۴۷)۔

جہاز: "لغوی معنی متاعِ خانہ و اسبابِ عروس مگر اصطلاحی، اسباب تجارت لادنے اور بحری سفر کرنے کی بہت بڑی ناؤ۔" (فرہنگ آصفیہ ۲، ۶۵)۔

جہنّم: اس کی اصل عبرانی الفاظ "گے ہنّوم" (GE HINNOM) یعنی "وادیِ ماتم" ہیں۔ اس سے مراد یروشلم کے جنوب اور مغرب میں واقع وہ وادی ہے جہاں بعض اسرائیلی مولک نامی بت پر اپنے بچّوں کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔ اس علاقے کی گھناونی رسموں سے تنفّر پیدا کرنے کی غرض سے اس جانب شہر کے گندے پانی کو موڑ دیا۔ یہاں گندگی پھینکی جانے لگی اور لاشیں جلائی جانے لگیں۔ گندگی کے اثرات نہ پھیلنے دینے کی غرض سے یہاں مستقل آگ جلائی جاتی تھی اور اس طرح یہ دائمی عذاب کا استعارہ بن گئی۔

(ڈکشنری آف بائبل، ۲۴۹، ۲۵۰)۔

چلبلا: یہ سنسکرت الفاظ "چل" اور "بل" سے بنا ہے۔ (ہندی شبد ساگر ۳، ۱۵۶۶)۔

خریطہ: لاطینی لفظ "چارٹا" (CHARTA) کے معنی "کاغذ کا ورق" ہیں۔ (ویبسٹر، ۴۵۴)۔

خفا: "یہ لفظ فارسی خبہ بمعنی گلو فشردن سے نکلا ہے۔" (فرہنگ آصفیہ ۲، ۲۰۰)۔

خوگیر: "دراصل خے گیر تھا یعنی جاذبِ عرق" (فرہنگ آصفیہ ج۲، ۲۱۴)۔

خیرات: یہ لفظ "خیر" کی جمع ہے۔ (فرہنگ آصفیہ ج۲، ۲۱۷)۔

دام: "امرا و سلاطین ہند کے مناصب و خراج ملک میں روپیہ کے چالیسویں حصّے سے مراد ہوا کرتی تھی اور نیز پیسے کے پچیسویں حصّے کو بھی دام کہتے ہیں۔ دواؤں کی تول میں پختہ دام ۱۸ ماشہ کا اور خام ۱۲ ماشہ کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے ۲۱ ماشہ کا بھی مانا ہے"۔ (فرہنگ آصفیہ ج۲، ۲۲۴)۔

دُنیا: "مشتق ہے دنو بفتح اوّل، ضم دوم و سکون واؤ معروف بمعنی قریب۔ چونکہ آدمی کے لیے عاقبت سے پہلے ہوتی ہے اور بہت قریب ہے۔ اس لیے اس عالم کو دنیا کہتے ہیں۔ (نور اللغات ج۳، ۸۲)۔

دودھ: اس کی اصل سنسکرت لفظ "دُگدھ" (दुग्ध) ہے۔ (مانک ہندی کوش ج۳، ۱۰۱)۔

دھاوا: اس کی اصل سنسکرت مصدر "دھاون" (धावन) ہے جس کے معنی بہت جلدی یا دوڑ کر جانا" ہیں۔ (ہندی شبد ساگر ج۵، ۲۴۵۹)۔

دہی: اس کی اصل سنسکرت لفظ "ددھی" (दधि) ہے۔ (مانک ہندی کوش ج۳، ۳۱)۔

دینار: یونانی لفظ DENARION، لاطینی لفظ DENARIUS سے ماخوذ ہے۔ (ویبسٹر، ۷۳۲)۔

دیوارگیر: "فرہنگ آصفیہ" اور "نور اللغات" دونوں نے اس لفظ کو "دیوارگیری" لکھا ہے۔ (آصفیہ ج۲، ۳۱۵، نور ج۳، ۱۳۴)۔

ڈاک: "مانک ہندی کوش" نے اس کو ہندی لفظ "ڈانکنا" سے ماخوذ بتایا ہے۔ (ج ۲، ص ۷۴۷)۔ "ہندی شبد ساگر" نے اس کی اصل "ڈانکنا" (پھاندنا) کے علاوہ "اُڈانک" (उड्डाक) یا "الانگ" (उल्लांक) بھی بتائی ہے۔ (ساگر ج۴، ۱۹۴۴)۔

ڈرام: یہ انگریزی لفظ قدیم فرانسیسی لفظ DRAME سے بنا ہے جو فرانسیسی میں DRACHME تھا اور لاطینی DRACHMA سے ماخوذ تھا۔ (ویبسٹر، ۷۸۲)۔

ڈمڑی: اس لفظ کو "فرہنگ آصفیہ"، "نور اللغات"، "ہندی شبد ساگر"، "مانک ہندی کوش" سب نے "دمڑی" لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ "نقوشِ سلیمانی" میں یہ کتابت کی غلطی ہو۔

ڈونگی: "مانک ہندی کوش" نے اس کی اصل سنسکرت لفظ "درونڑ" (द्रोण) بتائی ہے۔ (ج ۲، ص ۴۷۴)۔

ذیابیطس: یونانی لفظ DIABETES، مصدر DIABAINEIN (اخراج) سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر، ۷۱۷)۔

راوت: سنسکرت میں "راج پُتر" (राजपुत्र) اور پراکرت میں اس نے "رائے + اُت" (राय + उत्त) کی شکل

اختیار کی جس کے معنی "چھوٹا راجا" ہیں۔ (ہندی شبد ساگر ۸، ۴۱۷۱)۔

ریپٹ: انگریزی لفظ "ریپورٹ" (REPORT) کی اصل، لاطینی مصدر REPORTARE پر مبنی ہے۔ لاطینی لفظ کے پہلے جزء RE کے معنی "دوبارہ" اور PORTARE کے معنی "اٹھا کر لے جانا یا لانا" ہیں۔ (ویبسٹر، ۲۱۱۴)۔

رزم: یہ اس لفظ کے عربی معنی ہیں۔ اردو میں یہ لفظ اپنے فارسی معنوں میں مستعمل ہے۔

رکھ: جیسے "رکھ رکھاؤ" میں۔

روپیہ: اس کی اصل ہندی لفظ "روپا" (چاندی) ہے۔ سنسکرت میں "روپیک" (रूप्यक) ہے۔ (ہندی شبد ساگر ۸، ۴۱۹۲)

زنجبیل: ویبسٹر نے اس کے لیے یونانی لفظ "زنجی بیرس" (ZINGIBERIS) تحریر کیا ہے جس کی اصل سنسکرت لفظ "شرنگاویر" (SRNGAVERA) بتائی ہے جس کے پہلے جز SRNGA کے معنی "سینگ" اور دوسرے جز VERA کے معنی "شکل، جسم" ہیں اور یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ یہ لفظ دراوڑی اصل کا ہے۔ (ویبسٹر، ۱۰۵۸) آکسفرڈ ڈکشنری یہ بتاتی ہے کہ پراکرت میں یہ لفظ "سنگابیر" (SINGARERA) کی حیثیت سے مستعمل تھا۔ دراوڑ اصل کے سلسلہ میں یہ ڈکشنری مطلع کرتی ہے کہ قدیم ملیالم میں "زنجبیل" کے لیے "انچی ویر" (INCHI-VER) لفظ تھا اور "انچی" کے معنی "جڑ" تھے۔ (ج ۴۔ حرف G۔ ص ۱۷۰)

سائیس: یہ لفظ جو نائیہ کے وزن پر اردو میں مشہور ہو گیا ہے عربی نہیں رہا کیونکہ عربی میں دو طرح آیا ہے۔ اول تو "سائیس" بروزن "خامس"۔ دوم "سیّس" بروزن "رئیس" بلکہ عوام الناس جو "سیّس" بولتے ہیں یہ نہایت درست اور ٹھیک ہے۔ اس کے لغوی معانی سیاست کنندہ، اصطلاحی نگہبان و خصوصاً نگہبانِ اسپاں آئے ہیں۔" (فرہنگ آصفیہ ۳، ۲۱)۔

سلطنت: "نور اللغات" نے اس کے اصل معنی "دراز دستی، زبان درازی" دیے ہیں۔ (ج ۳، ص ۳۵۴)۔

سُلفہ: یہ لفظ فارسی "سُلف" بمعنی کھانسی سے ماخوذ ہے چونکہ اس طرح تمباکو بھرنے سے ایک دفعہ ہی زیادہ دھواں اٹھ کر کھانسی کا باعث ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اردو والوں نے یہ محاورہ بنا لیا۔" (فرہنگ آصفیہ ۳، ۹۱)۔

سلوک: اصل معنی "راستہ چلنا"۔ (نور اللغات ۳، ۳۵۵)۔

سینی: "مانک ہندی کوش" نے اس لفظ کو فارسی بتایا ہے۔ (ج ۵، ص ۳۸۱)۔

شاباش: "شاد باش" کا مخفّف (نور اللغات ۳، ۴۱۲)۔

شاطر: اسکا مادہ شطر بمعنی دور کرنا ہے چونکہ شاطر وہ حیلے کرتا ہے جو آدمیوں کی عقل اور ذہن سے دور ہوں۔" (فرہنگ آصفیہ ۳، ۱۵۹)

شخص: "آدمی کا جسم، بدن" (نور اللغات ج۳، ۳۴۳)۔

شطرنج: اس لفظ کی تحقیق میں صاحب بہارِ عجم لکھتے ہیں کہ یہ سترنگ کا معرّب ہے جو ایک فارسی زبان کے لفظ مردم گیاہ کے معنی میں ہے چونکہ یہ گھاس اور اس کی جڑ آدمی کی صورت سے مشابہ ہے اور اس کھیل کے اکثر مہرے انسان کے نام پر ہیں لہٰذا مجازاً سترنگ کہنے لگے۔

بعض محققوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ سنسکرت چترُ انگ کا معرّب ہے کیونکہ سنسکرت زبان میں "چترُ" (चतुर) چار کو اور "انگ" (अङ्ग) جسم و اعضا کو کہتے ہیں۔ چنانچہ چترنگی اس فوج کو کہتے ہیں جس میں چار رکن یعنی ہاتھی، گھوڑے، رتھ اور پیدل ہوں... چونکہ اس بازی کے بھی شاہ و فرزین کے علاوہ چار رکن بیلؔ، گھوڑا، رُخ، پیادہ ہیں لہٰذا یہ نام رکھا گیا۔

بعضوں کے نزدیک یہ لفظ شد رنج تھا یعنی رنج رفت۔ کیونکہ حالتِ فکر اور موقع رنج میں اس کھیل سے طبیعت بہل جاتی ہے۔ اور بعضوں نے صد رنگ کا معرّب قرار دیا ہے کیونکہ رنگ بمعنی حیلہ آتا ہے اور اس میں سینکڑوں حیلے کرنے پڑتے ہیں۔

صاحب فرہنگ رشیدی نے ایک جگہ شترنج بنائے قرشت لکھ کر اس کے معنی مختلف قسم کا ملا جلا غلہ قرار دیے اور یہاں تک تصدیق پہنچائی کہ اگر اس کی آش پکائیں تو آش شترنج کہتے ہیں اور اگر روٹی پکائیں تو نان شترنجی کہتے ہیں۔ چنانچہ اوحدی شاعر کا شعر بھی اس کی مثال میں درج کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ شطرنج اسی کا معرّب ہے۔

بعضوں نے اس کی اصل ہندی شت رنگ لکھی ہے یعنی بہت سے رنگ والا کھیل کیونکہ شت زبان سنسکرت میں بمعنی صد آیا ہے۔ غرض اس طرح جتنے مُنھ اتنی باتیں ہیں۔ جن کی کیفیت بہارِ عجم سے معلوم ہو سکتی ہے" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۱۷۸، ۱۷۹)۔

صنم: "معرّب شَمَن کا" (نور اللغات ج۳، ۴۹۴)۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ شمن کا معرّب ہے۔ مگر چونکہ فارسی میں شمن بُت پرست کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے محلِ تامل ہے" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۲۲۷)۔

ضابطہ: ضابط کا مونث اور ضابط کے معنی "ہوشیاری سے حفاظت میں رکھنے والا" ہیں۔ (نور اللغات ج۳، ۴۹۹)۔

ضرب: اصل معنی مار، چوٹ، ٹکر۔ اسی سے ٹھپا، مُہر، چھاپ جیسے ضربِ سکہ۔ (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۲۳۲)۔

ضمیر: جو دل میں گزرے" (نور اللغات ج۳، ۵۰۲)۔

طوطمیت: لفظ "ٹوٹم" (TOTEM) شمالی امریکہ کے قبیلے الگانگ کن (ALGONQUIN) کی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ سر جیمس فریزر (SIR J. G. FRASER) نے "ٹوٹم" کی اس طرح تعریف کی ہے:

"ٹوٹم ایسی مادی اشیا کی ایک مخصوص فطری صورت حال کا نام ہے جو بالعموم جانوروں یا پودوں کی بعض اقسام کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں اور جن کے ساتھ غیر متمدن اور وحشی اشخاص ایک خاص اور گہرا رشتہ تصور کرتے ہیں۔۔۔۔ یہ لوگ جو کسی خاص ٹوٹم کو ماننے کی وجہ سے ایک کڑی میں جڑے ہوتے ہیں۔ وہ اس ٹوٹم کا نام اپنے ساتھ لگاتے ہیں اور خود کو اس کے خاندان کا تصور کرتے ہیں۔ اور آپس میں شادی کرنے یا جنسی تعلقات رکھنے سے سختی کے ساتھ گریز کرتے ہیں۔" (ویبسٹر، ۲۶۷۵)۔

ظلم: "ستم کرنا" "کسی کا حق کم کرنا" (نوراللغات ج۳، ۵۳۰)۔

ظلمات: "ظلمت کی جمع" (نوراللغات ج۳، ۵۳۱)۔ "بحر اوقیانوس کا نام کیونکہ وہاں بادلوں کے باعث اکثر تاریکی رہتی ہے اور نیز پانی کا رنگ بھی سیاہ معلوم ہوتا ہے۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۲۵۶)۔

عدن: عبرانی میں اس کے معنی خوشی ولطف اور لطف وراحت کی جگہ کے ہیں۔ (ویبسٹر۔ ۸۱۶)۔

علمِ لدنی: "لدن" کے معنی "پاس اور نزدیک" کے ہیں۔ کیونکہ ایسا علم کسب و تحصیل کے بغیر خدا کے پاس سے حاصل ہوتا ہے اس لیے اس کو علم لدنی کہا جاتا ہے۔ خدا نے قرآن حکیم میں حضرت خضر کے بارے میں فرمایا ہے:

وعلمناہ من لدنا علما (سورۂ کہف، رکوع ۹) اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھایا۔

("اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات" (از سید حامد حسین، ص ۱۵۷)۔

غوغا: "ٹڈیوں کا ہجوم۔ آدمیوں کا مجمع۔ فارسیوں نے بمعنی شور و فریاد استعمال کیا ہے۔" (نوراللغات ج۳، ۵۹۶)

غول: ترکی میں غول وہ فوج کا حصہ ہے جس میں بادشاہ یا سپہ سالار ہے۔ اسی سے اردو میں یہ لفظ انبوہ، بھیڑ، گروہ، جمعیت کے معنی میں استعمال ہوا۔ (نوراللغات ج۳، ۵۹۶)۔

غیب: "غیر موجودگی، مخفی، نہاں"۔ (نوراللغات ج۳، ۵۹۶)۔

غیرت: رشک کرنا۔ رشک جیسے غیرت حور، غیرت پری یعنی جس پر خود حور اور پری رشک کرے۔ (نوراللغات ج۳، ۵۹۷ و فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۱۹)۔

فرنگ: "اصل میں فرینک (FRANK) سے فرنگ ہوا کیونکہ یہ جرمنی کی ایک قوم کا نام تھا جس نے پانچویں صدی میں گال یعنی فرانس کو تہ و بالا کر کے فتح کیا اور اسی سبب سے فرانس اس کا نام پڑا۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۳۷)۔

فقہ: "لغوی معنی جاننا" (نوراللغات ج۳، ۶۲۵)۔

فلسفہ: "یونانی۔ یہ جعلی مصدر لفظ فیلاسوفیا سے بنالیا گیا ہے۔ لفظ اوّل بمعنی محب و ثانی بمعنی حکمت یعنی حکمت دوست۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۵۱)۔ (مزید دیکھیے "فیلسوف")۔

فلفل: ویبسٹر نے انگریزی لفظ PEPPER کو لاطینی لفظ PIPER اور لاطینی لفظ کو یونانی لفظ PEP ERI یا PIPERI سے ماخوذ بتایا ہے اور یونانی لفظ کی اصل سنسکرت لفظ "پپلی" (PIPALLI) بتائی ہے۔ اس سنسکرت لفظ PIPPALAKA کے معنی "نوک پستان" بتائے ہیں۔ (ص ۱۸۱۴)۔

فوّارہ: "اس لفظ کے عربی الاصل ہونے میں کلام ہے کیونکہ جس معنی میں اہلِ فارس اور زبان دانِ اردو نے مستعمل کیا ہے، عربی تصانیف اور کتب میں نہیں آیا ہے۔ البتہ قاموس میں منبع آب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ لفظ عربی زبان میں اس معنی میں آیا بھی ہو تو معرّب ہے اور ہندی پھہارا سے بنایا گیا ہے جو پھہار بمعنی باریک قطرات آب سے مشتق ہے۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۵۴)۔

فیلسوف: فلاسفر (PHILOSOPHER) انگریزی شکل ہے جو قدیم فرانسیسی لفظ "فیلسوف" (PHILOSOPHE) سے ماخوذ ہے۔ فرانسیسی میں یہ لفظ لاطینی سے پہنچا ہے اور لاطینی میں یونانی سے آیا ہے۔ یونانی شکل PHILOSOPHOS ہے۔ جس کا جزاوّل PHILOS (چاہنے والا) اور جزثانی SOPHOS (حکمت) سے بنا ہے۔ (ویبسٹر، ۱۸۴۱)۔

قانون: "یہ لفظ کینن "CANON" بگڑ کر عربی زبان میں قانون ہوگیا۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۶۵) یونانی لفظ کنون (KANON) کے معنی ناپنے کے کام آنے والی لکڑی یا چھڑ کے ہیں جو لفظ KANNA کے مماثل ہے جس کے معنی "نرکل" کے ہیں۔ (ویبسٹر، ۳۹۲)۔

قرطاس: یونانی لفظ CHARTES کے معنی ورق کاغذ ہیں۔ ویبسٹر نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ یہ لفظ مصری اصل کا ہے۔ (ص ۴۰۳-۴۰۴) مزید دیکھیے "خریطہ"۔

قرمز: "یہ لفظ اصل میں کرم کز تھا یعنی ریشم کا کیڑا۔ چونکہ اس کیڑے سے ریشم سُرخ رنگا جاتا تھا اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ اہلِ عرب نے قاف سے بدل کر قرقز اور پھر مخفف کرکے قرمز بنالیا۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۸۱ و نوراللغات ج۳، ۶۶۱)۔

قرنطینہ: اطالوی 'QUARANTINA' لفظ QUARANTA سے بنا ہے جس کے معنی "چالیس" ہیں۔ (ویبسٹر، ۳۰۲۲-۳)۔

قرنفل: "معرب کرن پھول۔ یہ لفظ ہندی الاصل ہے کیوں کہ کرن بمعنی کان اور پھول بمعنی گُل آیا ہے۔ چونکہ ہندستان کی عورتیں اکثر لونگیں کانوں میں ڈالا کرتی تھیں اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۳۸۲)۔

قمیص: پرتگالی زبان میں بھی CAMISA کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (پرتگالی ڈکشنری، ۲۷۲)۔

قند: "معرب کند اور کاند یعنی کھنڈ و کھانڈ۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۰۰۴ و نور اللغات ج۳، ۶۸۳)۔

قندیل: "عربی میں بالکسر ہے۔ یہ لفظ کندیل کا معرب ہے۔ انگریزی میں کینڈل۔" (نور اللغات ج۳، ۶۸۳)۔ لاطینی لفظ CANDELA ہے۔ (ویبسٹر، ۳۹۰)۔

قوّال: "قول سے اسم مبالغہ ہے۔ بسیار گو۔ فارسیوں نے بمعنی مطرب استعمال کیا۔" (نور اللغات ج۳، ۶۸۴)۔

قولنج: اس کی اصل، یونانی لفظ KOLIKOS ہے جو بڑی آنت کے لیے مستعمل لفظ KOLON سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر، ۵۲۴)۔

قیراط: ویبسٹر نے عربی لفظ قیراط کا مطلب "دانہ" یا "مٹر کی پھلی" بتایا ہے جس کا وزن چار گرین (GRAIN) کے برابر ہوتا ہے۔ قیراط یونانی KERATION سے بنا ہے جو لفظ KERAS (بمعنی سینگ) سے ماخوذ ہے۔ (ص، ۴۰۱)۔

قیصر: "قیصر لاطینی زبان میں اس بچے کو کہتے ہیں کہ وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہو اور اس کی ماں مر جائے اور وہ ماں کا پیٹ چیر کر نکالا جائے۔ چونکہ روم کا اوّل بادشاہ اغسطوس اسی طرح پیدا ہوا تھا اور بڑا زبردست اور صاحب اقبال تھا اس وجہ سے اسے اور روم کے کل بادشاہوں کو قیصر کے خطاب سے مخاطب کرنے لگے۔" (فرہنگ آصفیہ ج۳، ۴۱۰)۔ اس کی اصل لاطینی لفظ سیزر (CAESARI ہے جس کے ماخذ کے بارے میں یقینی معلومات نہیں۔ (ویبسٹر، ۳۷۲)۔ شکم مادر سے عمل جراحی کر کے بچے کو نکالنے کے لیے CAESAREAN OPERATION کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ جولیس سیزر اسی طرح پیدا ہوا تھا لیکن اس عمل یا اس عمل کے ذریعے پیدا ہونے والے بچے کے لیے لاطینی میں "قیصر" یا "سیزر" کا لفظ نہیں۔

کاغذ: "فارسی میں دال مہملہ ہے۔ کاغ = بانگ، نامہ + دال کلمہ نسبت" (نور اللغات ج۴، ۱۲)۔

کشکول: "بر وزن مقبول۔ کش = کھینچنا + کول = کاندھا۔" (نور اللغات ج۴، ۱۰۵)۔

کفر: "مادہ تکفیر کا ہے۔ تکفیر کے لغوی معنی ڈھانکنا۔ کفارے کو کفارہ اس واسطے کہتے ہیں کہ گناہ کو چھپانے

والا ہوتا ہے۔ کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کا چھپانے والا ہوتا ہے۔" (نوراللغات ۴، ۱۰۸)۔

کلیسا: یونانی لفظ EKKLESIA کے معنی گرجا کے ہیں۔ (ویبسٹر، ۸۱۲)۔

کمپاس: اس کی اصل قدیم فرانسیسی لفظ COMPAS ہے جو مصدر COMPASSER (گھومنا، ناپنا، تقسیم کرنا) سے مشتق ہے۔ اس مصدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عوامی لاطینی مصدر (COMPASSARE) سے ماخوذ ہے جس کے معنی قدموں سے فاصلہ ناپنے کے ہیں۔ (ویبسٹر - ۵۴۴)۔

کم خواب: "صاحب برہان قاطع نے لکھا:

بکسر اوّل بر وزن گرداب، بمعنی کمخاب کہ جامۂ منقش الوان باشد و بفتح اوّل ہم آمدہ و جامۂ منقش یک رنگ را نیز گفتہ اند۔

صاحب فرہنگ ناصری نے لکھا ہے:

بالکسر جامہ کہ بہ انواع مختلف باشد و اصح بفتح کاف و اضافہ خا و واؤ کہ کمخواب شود یعنی خواب کم دارد چہ خوابش بیشتر ست پشمش یا ابریشمش دراز تر و درشت تر و ازینجا ظاہر شد کہ کمخاب مخملے بود

صاحب بہار عجم نے لکھا ہے:

"چوں خوابش نسبت بہ مخمل کم می باشد چنیں تسمیہ کردہ اند و بریں تقدیر صحیح کم خواب۔ فارسی میں خواب (خوابہ) بمعنی رویاں ہے۔" (نوراللغات ۴، ۱۳۲)۔

"یہ لفظ خواب بمعنی روئیں اور کم بمعنی تھوڑے سے مرکب ہے۔ چونکہ اس میں مخمل کی نسبت کم روئیں ہوتے ہیں اس سبب سے یہ نام رکھا گیا۔ فارسی والوں نے اس کا مخفف کمخاب کر کے باندھا ہے۔" (فرہنگ آصفیہ ۲، ۵۶)۔

گنی: گنی (GUINEA) مغربی افریقہ کے ساحلی علاقہ کا نام ہے جو زمانۂ قدیم میں سونے اور غلاموں کی تجارت کے لیے معروف تھا۔ انگلستان میں گنی کے نام سے سونے کا سکہ ۱۶۶۳ء میں رائج ہوا اور ۱۸۱۳ء تک چلا۔ اس کو گنی غالباً اسلیے کہا جاتا تھا کہ ابتداءً اسے گنی سے لائے ہوئے سونے سے ڈھالا جاتا تھا۔ (ویبسٹر ۱۱۱۴)

لالٹین: انگریزی لفظ LANTERN کی اصل لاطینی الفاظ LANTERNA اور LATERNA ہیں جو کہ یونانی لفظ LAMPTER بمعنی روشنی، مشعل سے ماخوذ ہے۔ یہ یونانی لفظ مصدر LAMPEIN (چمکنا) سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر - ۱۳۹۱) —

لاوہ: اطالوی لفظ "لاوہ" اطالوی اور لاطینی مصدر LAVARE (دھونا) سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر - ۱۴۰۰)۔

لطیف: "عربی میں بمعنی باریک بیں ہے۔" (نور اللغات ج۴، ۱۳۲)

نمبر: انگریزی لفظ "نمبر" (NUMBER) قدیم فرانسیسی لفظ NOMBRE سے ماخوذ ہے جو کہ عدد کے لیے لاطینی لفظ NUMERUS سے نکلا ہے۔ (ویبسٹر، ۱۶۷۳)۔

لنگر: "از لنگ بمعنی استادن ورائے مہملہ نسبت۔ مجازاً جہاز یا قافلہ کا ٹھہرنا" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۲۱۴)۔

لیموں: ویبسٹر نے انگریزی لفظ LEMON کو براہ فرانسیسی (LIMON) عربی لیموں سے ماخوذ بتایا ہے۔ (ص ۱۴۱۴)

مالیخولیا: یونانی لفظ MELANCHOLIA کا جزِ اول MELAS (سیاہ) اور جزِ ثانی CHOLE (صفرا) سے مشتق ہے۔ (ویبسٹر، ۱۵۲۰)۔

محاف: محاذی بضم اول صحیح۔ بفتح اول غلط۔ برابر ہونے والا، مقابل۔ روبرو" (نور اللغات ج۴، ۴۹۷)۔

مذاق: "ذوق کا صیغہ اسم ظرف۔ چکھنا۔ چکھنے کی جگہ۔" (نور اللغات ج۴، ۵۱۵)۔

مرہم: " رہمت۔ بالکسر و فتح سوم۔ نرمی" (نور اللغات ج۴، ۵۴۰)۔ یونانی لفظ MALAGMA کے معنی نرم کرنے والی دوا کے ہیں جیسے پلٹس جو پھوڑے کو نرم کرتی ہے۔ یہ مصدر MALASSEIN سے ہے جس کے معنی ملائم کرنے کے ہیں۔ (ویبسٹر، ۷۹)۔

مستری: "ماسٹر بمعنی افسر سے بگڑا ہوا" (نور اللغات ج۴، ۵۵۷)۔ پرتگالی میں ماسٹر کے لیے لفظ MESTRE ہے۔ (پرتگالی ڈکشنری، ۱۶۵)۔

مسل: "چونکہ اس لفظ کا ان کاغذات پر اطلاق کیا جاتا ہے جو باہم متماثل اور ایک ہی مقدمہ یا معاملہ سے متعلق ہوں لہٰذا تائے مثلثہ سے لکھا جانا چاہیے۔ جو لوگ سوال کو اس کا ماخذ خیال کر کے سین مہملہ سے لکھتے ہیں اور اس کو اصل میں مسئلہ خیال کرتے ہیں وہ محض غلطی پر ہیں۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۲۹۱)۔

مُشک: ویبسٹر نے اس کی اصل سنسکرت لفظ "موشکا" (MUSKA) بتائی ہے جس کے معنی خصیہ، فوطہ، فرج کے ہیں۔ اور جو لفظ "موش" (چوہے) کی تصغیر ہے۔ (ص ۱۶۱۶)۔

معاش: "وہ شے جس سے بسر اوقات کی جائے۔" (نور اللغات ج۴، ۵۸۹)۔

معجزہ: لفظی معنی عاجز کرنے والا۔ (نور اللغات ج۴، ۵۹۳)۔

معراج: لغوی معنی سیڑھی، زینہ۔ (نور اللغات ج۴، ۵۹۴)۔

معنی: "لغوی معنی قصد کردہ شدہ۔ جائے قصد کردن، جائے خواستن۔ مقصد، ارادہ، مطلب"... یہ لفظ عربی

میں الف مقصورہ بصورت یائے لکھا پڑھا اور بولا جاتا ہے۔ مگر اردو اور فارسی والے یائے معروف کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۱۳۷۵)۔

مقالہ: " مصدر میمی بمعنی گفتار۔" (نور اللغات ج۴، ۶۰۹)

مقدمہ: مقدم کا مونث۔ لغوی معنی آگے چلنے والی۔ پیش کرنے والی۔" (نور اللغات ج۴، ۶۱۲)

مقرر: " اقرار کیا گیا، ٹھہرایا گیا، چکایا گیا۔" (نور اللغات ج۴، ۶۱۲)۔

ملاح: اس کا مادہ مَلح ہے جس کے معنی پرند کے پھڑپھڑانے یا دونوں بازوؤں سے اڑنے کے آئے ہیں پس کشتی بان بھی کشتی کے دونوں پر اور بازو ہیں۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۳۹۷)۔

ململ: اس کی اصل سنسکرت لفظ " مل ملک" (मलमल्लक) ہے۔ (ہندی شبد ساگر ۸، ۳۸۱۵) انگریزی لفظ MUSLIN فرانسیسی لفظ MOUSSELINE سے ماخوذ ہے۔ فرانسیسی میں یہ اطالوی سے آیا جہاں اس کو MUSSOLINO کہا جاتا ہے اور اطالوی میں یہ عربی سے آیا جہاں اس کے لیے " موصلی" کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ (ویبسٹر ۹۱۶)

منشی: " لغوی معنی کسی بات کا اپنے دل سے پیدا کرنے والا۔" (نور اللغات ج۴، ۶۵۰)۔

موسیقی: " موسیقا یونانی زبان میں آواز کو کہتے ہیں۔ پس علم موسیقی آوازوں یعنی راگوں کا علم کہلانے لگا۔ صاحب بہار مصطلحات و غیاث نے لکھا ہے کہ یہ سریانی لغت ہے۔ کبھی بحذف چہارم موسقی بھی کہتے ہیں۔ یونانی زبان میں اس کے معنی لحن یعنی آوازِ موزوں یا خوش آوازی کے ہیں۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۴۷۹)۔

مگر ویبسٹر کی وضاحت زیادہ صحیح ہونا چاہیے کہ یونانی MOUSIKE، لفظ MOUSA سے نکلا ہے جس کے معنی " میوز" (MUSE) کے ہیں جو کہ فنونِ لطیفہ کی دیویوں کا نام ہے اور اس طرح موسیقی کا مطلب ایک ایسا فن ہے جس پر میوز (MUSES) کا سایہ ہے۔ (ویبسٹر ۱۶۱۴)۔

میدہ: " مانک ہندی کوش" نے اس لفظ کو فارسی بتایا ہے۔ (ج ۴، ص ۴۱۷)۔

میگزین: اس کی اصل " مخازن" ہے جو کہ عربی لفظ " مخزن" کی جمع ہے اور جس کے معنی ذخیرہ گاہ، کھلیان اور سامان کی کوٹھری کے ہیں۔ (ویبسٹر، ۱۳۷۸)۔

میل: اس کی اصل، لاطینی لفظ MILIA یا MILLIA ہے جو کہ MILLE (ایک ہزار) کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایک ہزار قدم ہے۔ (ویبسٹر، ۱۵۵۱)۔

مینھ: پراکرت میں یہ " میہ" (मेह) ہے اور یہ سنسکرت لفظ " میگھ" (मेघ) کی بگڑی ہوئی شکل ہے (ہندی شبد ساگر ۸، ۴۰۲۰)

نیلوفر: "نیلوپر، نیلوفل، نیلوپل، نیل پر۔ اتنی طرح سے فارسی زبان میں آیا ہے۔ چونکہ سنسکرت میں نیل، (नील) بمعنی نیلا، اُت پل بمعنی پنکھڑی ہے۔ اس سبب سے بعض کی رائے ہے کہ یہ سنسکرت ہے جس کے معنی نیلی پنکھڑی والا پھول ہوئے۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۶۳۱)۔

واردات: وارد کی جمع۔ یہ لفظ عربی یا فارسی میں اس معنی میں نہیں پایا جاتا۔ البتہ سعدی نے "بوستاں" میں مطلق وارد شے کے واسطے استعمال کیا۔" (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۶۲۹)۔

ہاتھی: اس کی اصل، سنسکرت لفظ "ہستن" (हस्तिन्) ہے۔ (مانک ہندی کوش ص، ۱۳۵)۔

ہرن: اس کی اصل، سنسکرت لفظ "ہونڑ" (हूणा) یا "ہوو" (हूव) ہے۔ (مانک ہندی کوش ص، ۵۶۱)۔

ہیولیٰ: یہ "ہئیت اولیٰ" کا مخفف ہے۔ (فرہنگ آصفیہ ج۴، ۷۶۹)۔

●●

ضمیمہ (۲)

دوسری زبانوں سے آنیوالے الفاظ

"لغات جدیدہ" کے آخر میں شامل ضمیمہ میں سید صاحب نے ایسے الفاظ کی نشاندہی کی ہے جو جدید عربی میں دوسری زبانوں سے آکر شامل ہوئے ہیں۔ نیچے ان میں سے ایسے الفاظ درج کیے جارہے ہیں جو اردو میں بھی مستعمل ہیں۔ بریکٹ میں متعلقہ زبان کے اصل الفاظ دیئے ہیں۔ بعض حالات میں بریکٹ کے اندر وضاحت کی خاطر معنی کا اندراج کیا گیا ہے۔ زبانیں اور ان کے تحت مندرج الفاظ حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کیے گئے ہیں

اطالوی : جوبلی (جوبیلیو)، قرنطینہ (کوزنٹینا)، ویزا۔

ترکی : ایلچی، بارودت، بغچہ (بقچہ)، برق، تفنگ، تمغہ، توپ، توپچی، خانم (ہانم)، طغرا، قماش

چینی : چائے، دارچینی، سینی، کاغذ، کمخواب۔

حبشی : استبرق، برہان، حواری، صحف، مائدہ، مشکوٰۃ، منبر، نفاق، ورق

سریانی : بحران، تلمیذ، تسبیح، تنور، توبہ، جبروت، دیر (بمعنی خانقاہ)، سفر (بمعنی کتاب الٰہی)، طاعوت، طوبیٰ، طوفان، فالج، قربان، قیامت، کنیسہ، لاہوت، رموز، ملکوت، ناسوت، ناقوس، یم

سنسکرت : اطریفل (تری پھل)، تنبول (تامبول)، رخ (رتھ)، زنجبیل (زرنجابیرا)، شطرنج (چترنگ)، صندل (چندن)، فلفل (پپلی، پپلا)، قرنفل (کنتک پھل)، کافور (کپور)، مشک (موشکا)، نیلوفر (نیلوپل)۔

عبرانی : آمین، جہنم، سبت، سکینہ، لاوہ (لابہ)

لاطینی : اصطبل (اسٹابلم)، برج (برگس)، برید (وریڈس)، خریطہ (چارٹا)، دینار (ڈیناریوس)، غربال (کریبولم)، قصر (کسٹرم)، قمیص (کامیسا)، قند (گونڈیٹم)، قندیل (کنڈیلا)، قیصر (کیسر)، میل (ملیئم)

یونانی : اسطرلاب (اسٹرولیباں)، افیون (اوپیان)، اقلیم (کلیما)، اکسیر (کسیرون)، اوقیانوس (اکیانوس)، بربط (برمبٹان)، بلغم (فلگما)، تریاق (تہریاکی) جغرافیہ (جیوگریفیا)، درہم (ڈراکمی)، ذیابیطس (ذیابیٹس)، طومار (توماریان)، فلسفہ (فیلاسافیا)، فیلسوف (فلاسفر)، قرطاس (کارٹیس)، قولنج (کولیکی)، قیراط (کیراٹیان)، کیمیا (کلیمیا)، مالیخولیا (ملنکولیا)، انیا (انیا بمعنی جنون)، مرہم (ملگما)، منجنیق (میگنیگن)، موسیقی (میوزیکی)، ناموس (نوموس)، ہیولیٰ (ہولا)

ضمیمہ (۳)

مقامات کے پرانے اور نئے نام

”عربوں کی جہاز رانی“، ”عرب و ہند کے تعلقات“ اور دیگر تحقیقی مقالات میں سید صاحب نے قدیم سفر ناموں اور کتب تاریخ میں مذکور مقامات کے قدیم ناموں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے حالیہ ناموں کے بارے میں نشاندھی کی ہے حروف تہجی کی ترتیب سے یہ نام نیچے پیش کیے جا رہے ہیں۔

قدیم نام	معروف نام	قدیم نام	معروف نام	قدیم نام	معروف نام
افریقیہ	الجیریا و تونس	بحر محیط	اٹلانٹک	زابج	جاوہ
اقریطش	جزیرہ کریٹ	بحر نیطس	بحر اسود	سربزہ	سماترا (جزیرہ)
انترہ	آندھرا	بحر ہرگند	بحر سند	سرندیپ	سیلون (لنکا)
انقلترا	انگلینڈ	بروص	بھڑوچ	سعادۃ (جزائر)	فرچونیٹس (جزائر)
انکلترا		نبادقہ	وینس	سفالہ	موزمبیق
اوزین	اُجّین	جبل الطارق	جبرالٹر	سومطرہ	سماترا (جزیرہ)
ایلہ	عقبہ	جزر	گجرات	سولیس	سویز
باب الہند	باب المندب	جنجی	چنپی	شاتی جام صاجام	چاٹگام
باربد	بھاڑبھوت	چالیٹ	کالی کٹ	شلامبط	سلہٹ
بحر جنجی	بحر چین	خالدات (جزائر)	فرچونیٹس (جزائر)	صادجام	چاٹگام
بحر خزر	بحر کیپسین	خانقوا	خانپوا	صقلیہ	سسلی
بحر زنج و بربر	موزنبیق چینل	خشاب البصرہ	خلیج فارس	سنہ نغولات	سنگاپور
بحر ظلمات	اٹلانٹک	خلیج بربری	موزنبیق چینل	صنف	چمپا
بحر قلزم	بحر احمر	خوارزم	خیوا	نمانہ	گانا
بحر کلاہ	خلیج بنگال	دیبل	ٹھٹھ واقع سندھ	قطناتس	جزائر کینری
بحر لاروی	بحیرۂ عرب	راس الرجا الصالح	گڈ ہوپ (راس امید)	قبرص	سائپرس
بحر متوسط	بحر روم	رومہ	اٹلی	قمار	راس کماری

قدیم نام	معروف نام	قدیم نام	معروف نام	قدیم نام	معروف نام
قمر	کوموروز، مدگاسکر[1]	لاردیش	گجرات وکاٹھیاواڑ	مغرب	مراکش
قنبلو	مدگاسکر	لشبونہ	لسبن (پرتگال)	مگدھ	بہار
کدنکلور	کرانکانور	لولی (جزیرہ)	آئس لینڈ	منصورہ	بھکر۔ واقع سندھ
کم کم	کوکن	مالیہ	مالوہ	واق واق	جاپان[2]
کول	علیگڑھ	مرسی علی	مرسیلیا (فرانس)	ورنگ	بیرنگ
کولم	ٹراونکور	معبر	کارومنڈل، کرناٹک		

ضمیمہ (۴)

یورپین زبانوں میں عربی بحری الفاظ

"حسب ذیل عربی وفارسی الفاظ اسپینی وپرتگالی کے ذریعے سے یورپ کی زبانوں میں آج تک مستعمل ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کے بحری تمدن وترقی سے اہل یورپ کس حد تک مستفید ہوئے ہیں۔" (جہاز رانی۔ ۱۸۰)

عربی اصل	یورپین
دارالصناعہ	DARSEEN (Fr.) ARSENAL (Eng.)
امیرالبحر یا امیرالرحل	AMIRALH (Port.), AMIRAL (Fr.), ADMIRAL (Eng.)
الرئیس	ARRAF Z
غراب	CORVETT
فُلک	FLUGA
قلف	CALPA T
الجبر، لنجبر	ANCHOR
الحراقہ	ALHURRGO
حبل وکبل	CABLE

---

[1] "خلیج موزمبیق کے پاس وہ (بزرگ بن شہریار) دو اور جزیروں کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام ان کے یہاں قنبلو ہے اور دوسرے کا قمر اکثر محققین نے ان دونوں سے جزیرہ مدگاسکر سمجھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ قنبلو مدگاسکر اور قمر وہ چھوٹا سا جزیرہ ہے جو آجکل کورو کہلاتا ہے اور مدگاسکر کے پاس ہے۔" (جہاز۔ ۱۱۳)

[2] ڈاکٹر محمد حمید اللہ پروفیسر فران (Ferrand) کی... تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس (واق واق) سے مراد جاپان نہیں بلکہ بورنیو ہے (جہاز۔ ۲۱۶)۔

کتابیات

(الف) اردو

"اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات" از سید حامد حسین۔ بھوپال، ۱۹۷۷ء

"اردو، ہندی دانشوروں کی نظر میں" از سید حامد حسین۔ انجمن ترقی اردو، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء

"فرہنگ آصفیہ" از سید احمد دہلوی۔ ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۴ء

"مصباح اللغات" از ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی۔ دہلی، ۱۹۷۴ء

"نور اللغات" از نور الحسن نیر۔ نیر پریس لکھنؤ، ۱۹۲۹ء

(ب) ہندی

"भाषा विज्ञान कोश", भोला नाथ तिवारी,
ज्ञानमण्डल, वाराणसी, 1964.

"मानक हिन्दी कोश" प्रधान सम्पादक – रामचन्द्र वर्मा,
हिन्दी साहित्य सम्मेलन, प्रयाग, 1964.

"हिन्दी शब्द सागर", मूल सम्पादक – श्याम सुन्दर दास,
काशी नागरी प्रचारिणी सभा, वाराणसी, 1968.

(ج) انگریزی

"Dicionario -- The English-Portuguese Dictionary"
by Hygino Aliandro, New York: G. & C. Merriam Co., 1967.

"A Dictionary of the Bible"
by William Smith. Michigan: Zondervan Publishing House, 1948.

"A Dravidian Etymological Dictionary"
by T. Burrow & M. B. Emeneau. Oxford: Clarendon Press, 1961.

"Hobson-Jobson — A Glossary of Colloquial Anglo-Indian Words"
by Henry Yule, A.C.Burnell & William Crooke.
London: Routledge & Regan Paul, 1948 re-issue.

"The Oxford English Dictionary"
Oxford: Clarendon Press, 1933.

"Webster's New International Dictionary of the English Language"
Editor in Chief: William Allen Neilson.
Springfield, Mass: G. & C. Merriam Co., 1946.

Allama Syed Sulaiman Nadvi's

Linguistic Researches

Comp. by

Dr. Syed Hamid Husain

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna